

بالا خانے کی دلہن

چار خوبصورت اور
حیرت ناگ تاریخی ناول

PDFBOOKSFREE.PK

الیاس سینا پوری

الیا سیناپوی

کی منتخب تاریخی کہانیاں

بالفاظ کی دلھن

نایاب پبلی کیشنز۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۔ سعید شین پبلو یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی۔ ۱۔

۵	جہان کا مقتل
۴۹	قراقرم کے فرزند
۹۲	بزرور شمشیر
۱۲۸	کفن برد و فتن
۱۹۵	بالو خانے کی دہلیز



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

جانشین

مفتل

جب تک نافذ کو شہزادے سلیم کا مستقبل ناچناک نظر آتا رہا وہ اس کے ساتھ رہا
لیکن جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ شہزادہ اپنے باپ اکبر اعظم سے مقابلہ کرنے میں ندرت
ہے، اس کی فکر کا انداز ہی بدل گیا۔ اب وہ ان دو ہاتھیوں کی لڑائی کے درمیان نہیں آنا چاہتا تھا
اس نے شہزادے سلیم سے شہایت دانائی سے علی و مرگی کی اجازت حاصل کر لی اور اس کی اہم پر
بنگے روانہ ہو گیا۔ ان دونوں بنگال کی صوبے داری پر شہزادے سلیم کا برادر نسبتی راجا مان سنگھ
فاتر تھا۔

اس سرسبز و شاداب دریاؤں کی سرزمین سے اسے بے حد متاثر کیا۔ راجا مان سنگھ
نے اسے اپنے اصطبکوں کا نگران بنادیا۔ پھر ان نگرانوں کو دھکا ہونے کا قلعے کے اندر ہی اس کا
قیام تھا۔ عہدے سے سبکدوشی کے بعد اصولاً اسے اپنی قیام گاہ چھوڑ دینی چاہیے تھی لیکن نافذ
بہا تھا اس لئے اس نے اس قیام گاہ کے دو کمرے خالی کر لئے، بغیر میں بوڑھا نگران اپنے تئیں

نفری کئے اور دلازموں کے ساتھ بہتاد ملازمین میں ایک عورت بھی اور ایک مرد، وہ بہت میان کی مشغوری سے ملازم سے اپنے کام بھی لگے۔ بولتے تھے نوازش علی کو اگر یہ نہ معلوم ہو جاتا کہ نادر اس منصب پر شہزادہ سلیم کی دسالت سے آیا ہے تو وہ اس کا جتنا حرم کر دیتا۔ وہ اس منصب پر اپنے عہدے شہزادہ کو فائز رکھنا چاہتا تھا لیکن بار بار ملنے کے باوجود وہ اگر سے سے نکلنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ انا کھڑے دہریے اور شہزادہ سلیم کے خوف سے نوازش علی نے خاموشی اختیار کر لی لیکن اس کے انداز اور چہرہ میں حسد اور کھانا بن صاف محسوس ہوتا تھا۔ اس نے معلوم نہیں کس دل سے نوجوان نادر سے یہ مرہبانہ سلوک بھی ملا کھا کہ اس کے کھانے پینے کے معقول بندہ و بست کے ہوتے تک ہر ذمے دار کا ایک مہلے لی۔

اصطبل کے محلے اور جا نوروں کے تفصیلی جائزے کے بعد اس نے ملازم تحفے کو ساتھ لیا اور تلے کے باہر محکمہ پھر کر علاقے کے جغرافیائی محل وقوع اور مقامی لوگوں کے خدوخال اور عادت و اطوار کا جائزہ لینے نکل کھڑا۔ یہاں اس نے جگہ جگہ ٹیلے کھڑے دیکھے جن کی زیادہ سے زیادہ اونچائی میں گز اور چوڑائی بیس گز تھی۔ اس نے اپنے ملازم دہریے سے پوچھا۔ یہ یہاں کبتر تحصیل میں محلے کیوں تعمیر کئے گئے ہیں؟

تحفے نے جواب دیا۔ حضور! یہاں سیلاب اور طوفان کا برا زور رہتا ہے، ان کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے یہاں دالے ان تیلوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

لے تے میں چند سیارہ خام عورتیں ان کی طرف بڑھتی نظر آئیں ان کے جسم تقریباً عریاں تھے انہوں نے قریب آتے ہی مقامی زبان میں تحفے سے کچھ پوچھا اور جواب پاتے ہی ان عورتوں نے نادر کے قدموں میں جھک کر سلام کیا۔

نادر کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ خطا اس کی پریشانی بھانپ گیا۔ ہنستے ہوئے بولا۔ حضور! کبھی نہ ہیں، بغیر بتاتے مقامی رسم و رواج نہیں سمجھ سکتے گے پھر ان عورتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔ یہ یہاں کی مقامی سپاہ کی عورتیں ہیں اور یہاں کا یہ دستور ہے کہ ان کا منصب داروں کے روبرو تنظیم و دیگریم کے لئے مردوں کی جگہ ان کی عورتیں جایا کر گئی ہیں یہ عورتیں بھی اسی غرض سے حاضر ہوئی ہیں۔

سپاہ چلنے کے لئے گھڑائے جسموں میں تمام اس غضب کا تھا کہ نادر ان کے رنگ کو بھلا نہ جھانڈا اور ان کے رمن میں کھو گیا، ان کا عریاں ہونا اس کی قرشی ہولی گول شاہیں تھیں اور بیضی مسکرتے ہوئے چہرے کسی ماہر رنگ تراش کے ایسے شاہکار تھے جو سنگ و مسودہ دیا نہ پھر؟ نوازش کو بتاتے گئے ہوں، ان کے کردار اور جسم کی حرکت سے بول بولنے لگے جیسے کپڑے کے اندر دو فاختا ہیں پھر پھر ہوتے ہوں۔

چالاک خٹان نادر کی عورت ادا نہ تھا کہ کا منہ سو سمجھ گیا۔ بولا۔ حقاہ! یہ بیکال ہے، مقامی زبان میں بنگ جگہ کو کہتے ہیں اور ان کا مطلب ہے شے، بنگال یعنی شہن کی سر زمین ہے پھر اپنا مطلب اشاروں میں ادا کرتا ہوا بولا۔ یہ سر زمین ہی تیلوں کی ہے، تیلوں کی کیا فکر کرتے تھے نادر کا رمن گئے مل جائیں گے؟

عورتیں تنظیم و دیگریم پر لڑنے کے بعد چلی گئیں لیکن نادر کے چہرے میں آگ نہ بجیں۔ وہ شہزادی سندسے تعلق رکھتا تھا۔ جہاں عورتیں مرد سے ہیں وہاں یہاں ان کا جلوہ بدلتا تھا۔ ایک کیفیت، ایک لڑ، ایک سخی مرارے خون کے ساتھ ڈرتے تھے۔

جب وہ کمرے کا قفل کھول کر اندر داخل ہوا تو ایک نہایت حسین اور وحشت زدہ لڑکی محو اندر کھیلنے والے درد و اذے کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا وہ معلوم نہیں کس چیز سے لجھ کر گر گئی۔

گئی۔ نادر تیز قدم لگے یہ نہ اندر اندر دلی درد و اذے سے پیشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ لب لڑکی کے بولنے کی راہ بند ہو چکی تھی۔

لڑکی وحشت زدہ سن اٹھی اور اس کی نظریں جو نادر سے ٹکرتی تھیں دوبارہ کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو گئی ان میں ایک سمجھتا۔ جس نے نادر کے اندر کی دنیا کو تہہ دیا لا کر کہہ دیا۔ میں کا قلعہ لک ہو چکی ہوں۔ اس سے نادر کا دہرے لگا، لڑکی پہرہ شراب تھا جس نے نادر کو بے خود ہے پس کر دیا۔ ابھی وہ کسی نتیجے پر پہنچی نہ پہنچا تھا کہ کسی سے پیشت ہر تر دے دھکا دیا اور وہ اپنی جگہ سے دھکا ہوا آگے کو دوڑا گیا۔ درد و اذہ پاٹو پات کھل گیا اور لڑکی غریب سے اس میں داخل ہو گئی۔ اس نے پھرتی سے گھوم کر بندہ ہونے ہوئے دھواڑے میں جو دوری شکل دیکھی وہ گھبر کی خام مسرت کی تھی۔ بیس بیس سالہ گدڑاتے ہوئے جسم اور نیکیے نقوش والی کی سنوری تھی۔

کمرے میں بیٹھ کر وہ دیر تک اندر دلی درد و اذے سے کان لگاتے بیٹھا رہا۔ جہاں اس کی معلومات کے مطابق سابق دار و فرما اصطبل کی نوجوان خوب صورت بچی خود بانو موجود تھی اس نے خود بانو کی آواز یا چوہوں کی کھٹک سننے کے لئے گھنٹوں درد و اذے سے کان لگاتے رکھے لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اس طرح کئی دن گذر گئے۔ مصلحتی اور سے فرصت پا کر وہ جب بھی واپس آتا اس کی توجہ کا مرکز خود بانو کا خیال ہوتا۔ خود بانو اپنی ایک جھٹک سے اس کے ہوش و حواس پر چھا گئی۔

اندر کی خاموشی اب جب بھی اس کے کمرے میں آتی، ادھر ادھر کی باتوں میں کا "وقت گزار دینا، بظاہر دونوں ہی چند دن پہلے پیش آئے دے حسین حادثے کو بھلا بچے تھے لیکن نادر کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ ایک دن جب تحفے آئی تو اس کی گود میں بیک نہایت

جا بھی نہ سکا۔

دو ہفتے ایک گھنٹے پہلے اس نے نواز شریف کو گھوڑے پر سوار کہیں چلتے دیکھا تو کچھ جان میں جان آئی۔ اس نے باہری دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کچھ ہی دیر بعد دروازے پر کسی نے دستک دی، اس نے تعجب سے باغیچوں سے جب دروازہ کھولا تو فتنے جیسے دن کی طرح جلی کو گد میں دیا۔ کچھ ہی سہارے ہی تھی۔ فتنے نے اندر آتے ہی جلی کو ناز کی گود میں دے دیا اور کہنے لگی۔ "خود با تو کہہ رہی تھیں کہ جلی اتنی خوبصورت تو نہیں ہے، لیکن حسن و ذوق اپنی جگہ ہے۔ بہر حال یہ حسانت ناقابل معافی ہے۔"

ناز کی ہمت و ہندسی اور جان میں جان آئی کہ خود با تو بھی تیار ہے۔ نامہ و پیام کا سلسلہ مشکل تھا لیکن خود با تو اتنی حسین تھی کہ اس کے لئے بڑی سے بڑی جرات کی جاسکتی تھی۔ سو ناز نے نواز شریف کی عدم موجودگی میں کئی مرتبہ خود با تو کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کی جسارت کی۔

پھر کئی دن اسی طرح نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رہا۔ فتنے مستعدی و راز داری اور ہوشیاری سے یہ خدمت انجام دیتی رہی، جہاں تک کہ بات خط و کتابت تک چاہتے تھے، ابتدا میں مخطوطات میں دونوں طرف سے ذہنوں کی لوگ جو تک پہنچی، پھر سب لوگ جو تک پہنچے، موت اور جیٹو کا رنگ اختیار کر گئے تھے اور آخر وقت اور میٹائے محبت کی شکل اختیار کر لی اور خطوں میں سوز و سانگ کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سب طرح ایک دن جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اسے اپنے صندوق کے پاس سونے کی ایک بالی پڑی ہوئی دکھائی دی، اس نے اسے اٹھا لیا۔ ابھی وہ اس پر غور ہی کر رہا تھا کہ فتنے چوروں کی طرح کمرے میں داخل ہوئی اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ ناز نے صاف یہ محسوس کر لیا کہ فتنے باتیں تو اس سے کر رہی ہے لیکن اس کی نگاہیں زمین پر ادھر ادھر کچھ تلاش کر رہی ہیں۔

ناز بالی اٹھیلی پر رکھ کر اسے دیکھنے لگا۔ فتنے اس کی طرف میکی اور خوشامد سے کہنے لگی۔

"یہ بالی مجھے دے دیجئے۔ یہ کہاں سے ملی؟"

ناز نے اسے سہمی میں ہند کر لیا اور پھر کہنے لگی۔ "یہ ہے کس کی؟"

فتنہ نے ٹانغا چاٹا بولی۔ "کسی کی بھی ہو یہ آپ مجھے دے دیجئے۔"

ناز دلت کر کے کی جیب میں رکھ کر بولا۔ "جب تک یہ نہ بتاؤ گی کہ کس کی ہے اور یہاں کیسے آئی ہیں نہیں دوں گا۔" پھر اندرونی دروازے کے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس کر کے دلا۔ "آج تو چور ہو گیا۔"

اسی لمحے اندرونی دروازے کے پیچھے سے چوروں کے کھٹکے کی آواز سنائی دی

خوبصورت جلی دلی ہوئی تھی۔ ناز نے پوچھا۔ "یہ مکی پالنے والے کے ملوث ہے؟"

فتنہ نے جواب دیا۔ "خود با تو نے ہی کو۔ وہ اس سے بہت محبت کرتی ہیں۔"

ناز نے جلی کو اپنی گود میں لے لیا۔ اس نے دو ایک پار میواؤں میاں میں کیا اور ناز کو اجنبیت سے دیکھنے لگی، اسے جلی میں خود با تو کا شہرہ نظر آ رہی تھی، اس نے اسے اپنی ناک سے لگایا تو ایک عجیب سی خوشبو محسوس کی، خود با تو کے کنارے جسم کی خوشبو، سادے جسم میں ایک مستی، ایک کیف دوڑ گیا۔ پھر چاک ایک خیال کے تحت اس نے فتنے سے پوچھا۔ "اند کون ہے؟"

فتنہ نے جواب دیا۔ "خود با تو اداں کی والدہ۔ نواز شریف جلی میاں کہیں گے ہوتے ہیں؟"

ناز نے پوچھا۔ "یہ بتاؤ تمہاری بی بی کچھ بڑھی کبھی بھی ہیں؟"

فتنہ نے کچھ سمجھتے ہوئے جواب دیا۔ "خوب ابھی طرح۔ کیوں؟"

ناز نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "خود با تو کی والدہ کے کیا مشاغل ہیں؟"

فتنہ نے جواب دیا۔ "مشاغل کیا ہوں گے، بھلائی کے، ان کا زیادہ وقت ایجنٹ کے لئے میں گزار جاتا ہے۔ اس وقت بھی تھے ہیں بڑی ہوئی ہیں۔"

ناز کو جیسے اطمینان سا ہو گیا۔ بولا۔ "فتنہ! اگر تم چاہو تو ہم تمہیں لا مال کر سکتے ہیں، ہم یہاں تنہا ہیں تم ہمارے کام بھی کر دیا کرو، ہم تمہیں اس کا معقول معاوضہ دے دیا کریں گے۔"

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کچھ کرتی کے گلے میں ایک رقعہ باندھ دیا۔ خوبصورت بہت خوبصورت۔ بالکل خوردوں جیسی، بلکہ خود۔۔۔۔۔ وہ خود اسے بالی بھی بکھٹا چاہتا تھا لیکن حوصلہ نہ پڑا۔ پھر جلی کے ساتھ فتنے کو ایک اشرفی بھی ملی۔ فتنہ نے جیچکے جھجکے اشرفی منہ میں دیا۔

جب وہ واپس جانے لگی تو ناز نے بہکی بہکی آواز میں کہا۔ "فتنہ! خود با تو سے کہنا آپ کی جلی بہت حسین ہے۔ شاید آپ ہی کی طرح اور دیکھو یہ جلی انہی کی گود میں دیتا اور کہنا ہم اس گستاخی کی معافی چاہتے ہیں۔"

فتنہ چلی گئی۔ ناز رات کے تک کسی خطرے کا منتظر رہا اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ خود با تو ہراس کی اس حرکت کا کیا اثر ہوا ہوگا۔ پوری رات بے چینی اور اندیشہ میں گزر گئی۔ صبح جب نواز شریف علی سے اس کا سامنا ہوا اور انہوں نے بے دلف سے اس کے سلام کا جواب دیا تو اس کی تشویش میں کچھ زیادہ اضافہ ہو گیا۔ فتنہ دو ایک بار جلی بھی تو زیادہ دیر نہیں رہیں، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے لہجہ داخل اس کی شرارت اندیش کے چور سے واقف ہو چکا ہے۔ وہ اپنے کمرے ہی میں پڑا رہا کہیں

اور نادر کے چہرے پر اپنی آنکھوں سے نشتہ، خجالت اور بے بسی کا تاثر نہایت واضح اور بڑی دیکھ
 جیادے نادر نے اس ایک جھٹک میں اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ تمہارے ہوتے سرخ گالوں اور بڑی بڑی
 سیاہ منموڑ آنکھوں نے اسے پولڈی طرح قہقہہ کر دیا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ دونوں جاہلی خجین
 اور وہ دیوانوں کی طرح۔
 نادر دواؤں سے پر غرضی جمائے دیر تک کھڑا ہوا اور

نہیں یہ اس کا حس بن تھا یا حقیقت کہ وہ دوائے کے پیچھے جوڑیوں کی کھٹک اور دلی دل میں نرم
 ہنسی کی آواز کیف دستی بن کر اس کے رگ دے میں تاری پٹی جا رہی تھی۔

نادر نے خط و کتابت سے تعلقات منقطع کر کے بعد میں دل دے جوڑیوں کو دیکھا تھا اور
 اب دوبارہ دیکھنے کی ہوس کی آگ میں جل رہا تھا۔ پھر جنوں کی حد میں وہ اپنا بیچ جانے کے بعد
 قحے کے ذریعے اسے قتل کرنا کہ تیر کو کہ خود اپنا کالیاپ تو لاش علی آگت جلنے کی تیاریاں کر
 رہا ہے۔ اس خبر سے اس کا دل ڈوب ڈوبنے لگا۔ پھر ہر باغیوں اور نواز تہوں کی بھر مار ہو گئی۔ کیا یہ صرف
 مطلب زبان کا نکتہ ہے کہ رہ گیا۔

قحے میں اس کی بے چینی سے خوب بے وقاف بھی ٹھیک شاید وہ کچھ اور ہی سوچ رہی تھی۔
 ایک دن صبح ہی جب وہ آئی تو نادر اس سے مرخص کئے بیٹھا ہے۔ انہیں
 ہر کچھ سوچ رہا تھا۔ قحے کچھ دیر کھڑی اس کی حالت پر غور کرتی رہی۔ پھر بولی۔ "آپ کیا
 سوچ رہے ہیں؟"

نادر نے سراٹھایا اور پھینکی مسکراہٹ سے بول دیا۔ "تم کب آتی تھو؟"
 قحے نے جواب دیا۔ "ابھی آئی ہوں۔" پھر ایک پھر کا لگا دیا۔ "جیسے جیسے
 ان لوگوں کے ہنگامے جاسنے کے دن قریب آتے جا رہے ہیں میری ضرورت اور بریٹا میں
 اضافہ ہو رہا ہے۔"

نادر نے حیرت اور افسوس سے بول دیا۔ "ان لوگوں کے جاننے سے تمہیں کس بریٹا کی
 سائن کرنا پڑے گا؟"
 قحے نے دل جلے انداز میں جواب دیا۔ "جس میں ہونا چاہی، میں یہ سب سب
 رہنا چاہتی ہوں۔"

نادر نے کہا۔ "تو ہر جہاز سے پاس، ہمارے ساتھ ہو، تم کو ہر بریٹا ہوتی ہو،
 قحے کے ہر سہرے بریٹا کی کانو کی دواؤں میں
 نادر نے کچھ دھمکے کر دیتی دواؤں سے بہتیں کر دسی لولا۔ "قحے ان لوگوں کے جاننے
 سے پہلے ہمارا ایک کام کر دو۔"

قحے نے بول دیا۔ "کیا کام کرنا ہے؟"

اور دلی دلی ایک مترنم آواز آئی۔ "خدا کے لئے دے دیجئے آئندہ آپ کے کمرے میں نہیں
 آؤں گی۔"
 قحے نے مزید وضاحت کی، دیکھنے لگی۔ "خدا ہاں تو غلطی سے اس کمرے میں آگئی تھیں
 معلوم نہیں کس طرح کان کی بالی جہاں آگئی، اب وہ خوف زدہ ہیں کہ اگر....."
 نادر نے مزید کہہ لیتے ہوئے بات کاٹ دی۔ "یہ بالی ایک شرط پر واپس ہوگی۔"

قحے نے سہم کر پوچھا۔ "کون سی شرط؟"
 نادر نے جواب دیا۔ "تم اپنی خوب نوسے کہو کہ وہ بات شرافت سے بعد سے لیکن
 چونکہ وہ خود جہاز سے کمرے میں بلا اجازت دشنے کی غلطی کر چکی ہیں، اس لئے انہیں اس کے جہاز
 میں ایک اور غلطی کا انتساب کرنا پڑے گا۔"
 اندر سے شرابی ہوئی آواز آئی۔ "قحے! تم ان سے معلوم کر دو کہ یہ کہا کیا چاہتے ہیں؟"

قحے نے یہی سوال اپنی زبان سے بھی ادا کر دیا تو نادر نے کہا۔ "جہاں یہ بالی اس کی کمرے
 میں اس کے کان سے یہ میرے کمرے میں آگئی ہے۔"
 اندر سے دلی آواز آئی۔ "کہہ دیاں جہاں پڑی تھی وہیں ڈال کر باہر چلے جائیں"

جہاں نادر آکر اٹھا لیٹا گئے۔
 لیکن نادر کو یہ شرط یا اسکی پندرہ آئی، جواب دیا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔"
 اندر سے گھٹکی گھٹکی ہر اس آواز آئی۔ "انہی کیوں پریشان کرتے ہیں آپ انداز میں
 یاد جان آجائیں گے۔"

"جیوری! نادر نے کہا۔ "ہمارا تو خلاصہ نہ ہی مشورہ ہے کہ آپ اپنا وقت دھاتے کر
 قحے اندر چلی گئی اور پھر پھر دونوں میں معلوم نہیں کیا باتیں ہوئیں کہ وہاں پر بعد
 سکڑی مٹرائی کی بات قحے کے کان پر نہ کہ سہا لے اس کی پشت میں اپنا چہرہ چھپاتے خود کو کمرے
 میں داخل ہو گئی اور قحے کی بغل سے ہاتھ بڑھا کر بولی "اب تو دے دیجئے!"

نادر نے شرخی سے کہا۔ "واہ ایوں نہیں! پھر جب سے پالی لالہ کر خوربان کے باہر
 پہنچ گیا اور جبریت سے کام لے کر کان کی طرف پالی ڈال با تھا بڑھا تا ہوا بولا۔ "یہ جس کی امانت
 ہے ہم اس کے خولے کرنا چاہتے ہیں، کان کی امانت کان ہی کو دی جائے گی۔"

خود ہاں اور زیادہ دیکھ گئی، نادر نے پالی اس کے کان میں ڈال دی۔ جس وقت
 کی انگلیاں خود ہاں کے جسم سے مس ہوئیں تو کئی بوتلوں کا نشتر چڑھ گیا۔ اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ یہ
 اور دیوانوں میں وہ کتنی بڑی جرات کر رہی تھی۔

خود ہاں کا شرم سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ "ایک لمحے کے لئے اس کا چہرہ قحے کی بغل سے

نادر نے ہمت کر کے صاف صاف مطلب بیان کر دیا۔ "تم ہیں ایک یا دو بھائی
سے اور دو؟"

یہ کہہ کر وہ قہقہے کی صورت دیکھتے لگا اس طرح اب وہ اپنے سوال کے رد عمل کا
جوازہ لے رہا تھا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد قہقہے نے جواب دیا: "ابن ملاک تو اسے کیا فائدہ کیوں آپ میں
کو ملتا ہے۔ بہر حال آج وہ میرا آپ احکام کریں، میں کو کشش کروں گی اگر خود با تو بھی رضامند ہو
گئیں تو ملاقات ضرور ہو جائے گی؟"

نادر کا اسے خوشی کے حال ہی کچھ اور ہو گیا۔ اس نے قہقہے کو انصاف کے طور پر کئی
اثر فرما کر دکھانے کو پھیل پیش کئے۔ قہقہے نے اس پر یں محقق ہیں دابین اور پھل کھا کر منہ پوچھتی
ہوئی واپس چلی گئی۔

دو پہرے دو گھنٹہ پہلے کے گھنٹی کیوں ہیں لباس خود با تو چالی تھوڑے قہقہے
کو کشش سے اندر ملی دروازے تک اگر تھک گئی اتار دے پر شوق نظر دے سے دیکھ کر قہقہے
کے دوسرے گورے صحت مند ہاتھ خود با تو کو نادر کے کمرے میں دھکیلنے کی کوشش کر رہے
ہیں اور خود با تو بار بار پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اس کی کشش میں قہقہے کے ایک زوردار دھکے سے
خود با تو نادر کے کمرے میں داخل ہو گئی قہقہے نے پھر قہقہے سے دروازے بند کر لئے۔ خود با تو کا
دو تھلنے کے ساتھ میں پھنس کر دروازے کے دوسری طرف ہی رہ گیا۔ قہقہے کو تو ہر دھک
کے بغیر دروازے کی زنجیر چڑھائی اب خود با تو کا بہت برا حال تھا، اس کی کشش میں جہاں وہ
بے دو چلا ہو گئی تھی وہیں اس کے بال بھی جھڑکے تھے، شرم و حجاب میں ڈر کر کا ما میں مسدود
دیکھ کر وہ کمرے کے فرش پر گر کر پڑ گئی تھی اور دونوں گھٹنوں میں سر ٹکی کر پڑھ اور دونوں ہاتھوں
کی انگلیوں اور انگلیوں سے مچھلایا۔

دوسری طرف سے سرگوشی میں قہقہے کی آواز سنائی دی: "ہیں، یہیں بڑا بڑے کمرے میں موجود
دون با تو کر کے دروازے قہقہے آویزا میں زنجیر کھول دے گی؟"

نادر جیسی کہ ٹھٹھا خود با تو کے قریب پہنچ گیا۔ وہ گھٹسری جی ہوئی خود با تو
کے سر پر فکر مند کھڑا کچھ سوچتا رہا، پھر آہستہ سے اس کے بالوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا، وہ
سرگوشی میں کہا: "خود با تو؟"

خود با تو کچھ اور سکون محسوس کیا، نادر اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرنے لگا بولا: "خود با تو
شرارتے نہیں؟" ادھر دیکھتے ہماری طرف۔ جب سے تم نے آپ کو دیکھا ہے، اس گھنٹیں خواب کو
نرس گئی ہیں؟"

خود با تو بدستور سکون محسوس رہی بالکل چھٹیوں سوال کی طرح جوشافی لمس سے
مچھلایا جاتا ہے۔

نادر نے زیادہ جسارت سے کام لیا اس کے پہلوں پر گدگد سی لڑی جس کی کتاب نہ
لگا کر خود با تو فرش پر ڈھیر ہو گئی اور اشکبار نظر دے سے نادر کو دیکھا۔

"اسے آپ مدد رہی ہیں؟ یہ کیوں؟" نادر پریشان ہو گیا۔

خود با تو نے پھر ان کی آواز میں کہا: "بابا جان کو آواز دے دیجئے، ہم اس قہقہے کی سچی کو قتل
کر دیا میں تو ہمارا دوست؟"

نادر نے کہا: "آواز دے کے ساتھ ہم کو بھی قتل کر دیا بیچتے ہم تو زندگی سے نفار ہی
پیدا ہو چکے ہیں؟"

خود با تو نے قہقہے کوئی جواب نہ دیا۔ نادر نے اس کے گرد آنسو کپڑوں کی وصول چھانٹتے
ہوئے کہا: "ہم کو خوشی قتل ہوئے کو تیار ہیں لیکن اس سے پہلے وہیں اپنا دل کا بوجھ
تو ادا لینے دیجئے؟"

خود با تو نے بے بسی سے نادر کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو: "کیا بوجھ؟"

نادر نے کہا: "پہلے اس غالی و عش کو تو چھوڑ دے اور جو کہ میرے سر پہلے چلے اس کے
بعد دل کا داستان عرض کی جائے گی اب آپ اتنی اجنبی ہو گئی ہیں ہمارے لئے با خطوط میں کو آپ
خاصی شوق نظر کرتی ہیں؟"

خود با تو نے اندر دھک دے کے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ہلا دو پتھر؟"
نادر دروازے کی طرف جاتا ہوا بولا: "ہم ابھی آ رہے ہیں آپ کا وہ پتھر لیکن
پہلے آپ بھی یہ دھم دے کیجئے کہ وہ قاتل جانے پر ہیں صرف ایک خطی سے عروم تمہیں
فرمان کی؟"

"خود با تو نے نرمالی مسکراہٹ سے جواب دیا: "وعدہ؟"

نادر نے دروازے کو آہستہ آہستہ دوبارہ قہقہے یا پھر سرگوشیاں کہا: "قہقہے خود با تو
کا وہ شاد سے دو؟"

خود با تو نے خدا سادہ دوازہ کھلا اور دو پتھر نادر کے ہاتھ میں آ گیا۔ دوسرے پتھر
خود با تو کے حوالے کر دیا۔

خود با تو نے دھپتے کو سر پر ڈال کر اس کے دونوں سروں سے ماترین اور سینے
کو چھلایا۔

نادر نے درخواست کی "اب براہ کرم جو کہ میرے سر پہلے چلے جلیں؟"

خود با تو دھستور کی طرح چل کر جو کہ چرچا بھیجی۔ اس کے ساتھ خود با تو کا کمر

خود با نواب کہیے تکلف ہو گئی تھی، اکتھے لگی، "حسن متصہ پر آپ فائز ہیں وہ یہاں شیر باز کو دیکھنا چاہتے تھے۔" ٹھنڈی سانس پھر کر بولی، "لیکھ خدا کو شاید یہ منظور نہ تھا اس لئے اس نے یہاں آپ کو بھیج دیا اور شیر باز کو ایک ایسے خیر خواہ بنام ہنگام دیا کہ پتہ نہیں اس کا کیا انجام ہوا۔"

نادرتے امید و ہم میں دیا فٹ کیا۔ ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھ، کہہ کھل کر فرمائیں تو ہر اکرم ہو گا۔"

محمد با نواب نے دھکے کے ساتھ کہا، "آپ کو یہ تو معلوم ہی ہو گا کہ جہاں ہنہا شہنشاہ ہند جلال الدین، کیرک زندگی کا پہراغ قریب غروب ہے، اداان کی چائینی کی جنگ میں باب بیٹے یعنی مشہر اوست سلیم اور خسرو بن آفرینش جاری ہے، خسرو چاہتا ہے کہ اپنے باب سلیم کی جگہ اپنے دادا اکبر کے آئینہ بند کرے، ہنہا دستاں کا فرماں دار بن جائے لیکن فرماں سلیم اپنے بیٹے خسرو کو حق الامکان کا عیاب نہ ہونے دینا چاہے، "پھر ٹھنڈی سانس پھر کر بولی، "ادب یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ شیر باز شہزادے خسرو کی حمایت کر رہا ہے۔"

نادرتے تنغی آئے، "ہیں کہا،" خسرو اداان کے حمایتی نہیں ہیں۔" خود باتنے گھر آکر اوھر ادھر دیکھا اور اہستہ سے کہا، "یہاں ایسی باتیں نہ کیجئے ورنہ نقصان انتہا عیبت کا۔"

"وہ کس طرح؟" نادرتے پوچھا۔

خود با نواب نے جواب دیا، "مشہر اوست سلیم راجا مان سنگھ کے چٹوئی اور خسرو ان کا بیٹا خواجہ راجا مان سنگھ اپنے بیٹے کی حمایت کر رہے ہیں، یہاں خسرو کے خلاف زبان بھولنے کا یہ مطلب ہے کہ راجا مان سنگھ کی مخالفت کر جاتے۔ یہ علاوہ راجا مان سنگھ کا بے دین کا بطور خاص خیال رہے۔"

نادرتے لاپرواہی سے جواب دیا، "سرورست، ہم ان سیاسی چٹکڑیوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔ ہمارے باب ہیں آپ کا کیا خیال ہے، کیا آپ ہمیں راز ہی جتنے رہتے دین گئے؟"

خود با نواب خاموش ہو گئی، نادرتے اس کے بالوں کو یوسر دیا تو وہ تھلا کر رہ گئی،

اس کر بولی، "ہیں جانے دیجئے؟" نادرتے کہا، "ذرا اپنا چہرہ اور نوا آٹھلیتے، ہم کی بصر آپ کو دھک کوٹا منکھتے۔"

کے لے دیکھ تو لیں؟" خود با نواب نے بولی، "اب ہم مزید بھلاشت نہیں کر سکتے؟"

خود با نواب نے بولی، "فقتہ بولی، اب ہم مزید بھلاشت نہیں کر سکتے؟"

نادرتے اسے اپنی غرض نہیں لیا تو پھر نے کی جلد ویرد کر دی بولی بولی۔

کھڑا ہو گیا۔

نادرتے پہلی بار اس قیامت کا مرتبہ جان کر لیا، لگے لگا کر لباس میں ڈھنپا ہوا لگا کر جسم دھنپا تھا جسے گلاب کے پھول نے شواہد بیکر اختیار کر لیا ہو۔ لگا کر اور گلاب جیسے سیاہ بالوں کی دہی حیثیت تھی جو صبح یا شام کو اس حق پر کھنسی ہوں، بھگی شوق میں مثل سانپ سیاہ بادلوں کی ہوا کرتے ہے۔

نادرتے بالوں کی چند لٹیں انگلیوں میں سے کرنا کستے لگا لیں اور ان کی خوشبو سے مسست و سرشار ہو گیا۔ خود با نواب ایک بار پھر سرکشتہ لگی نادرتے کہا، "خود با نوابین کیجئے ہم آپ کی محبت کے اسیر ہو چکے ہیں اور ہم اس سے بالکل نہیں ڈرتے کہ آپ کے والد ہیں جرم حیثیت میں تھل بھی کر سکتے ہیں۔"

خود با نواب کی تحریف سی آواز سنائی دی، اس نے کہا، "لیکن آپ شاید یہ نہیں جانتے کہ کسی کی امانت میں کس سے مشوب ہو چکے ہیں؟"

نادرتے برہنہ شان ہو کر پوچھا، "کیا مطلب؟ پھر آپ نے ہم سے راہ و رسم کیوں بڑھائی؟"

خود با نواب نے سر منڈگ سے جواب دیا، "مشرکہ ہیں غلطی ہوئی؟"

"خود با نواب ہم جیسے کے لئے آپ کا اپنا ہونا چاہتے ہیں؟"

مگر میں یہ بدیشی کے نور ابد ہیں اپنے چپکے لئے لٹکے شیر باز کے لئے مانگی جا چکی ہوں؟" نال کے شکیکے میں شیر باز کی مادے ہلاری طلب کا عیاب ذال دیا تھا۔

نادرتے نے لگا لاپرواہی سے بولی، "یہ کوئی بات نہیں، اصل چیز تو شکاک ہوتی ہے؟"

خود با نواب نے اکتا کر کہا، "ہیں واپس جاتے دیجئے؟"

نادرتے جواب دیا، "ابھی ہم دونوں کی باتیں تو ہوتی نہیں؟"

دوڑے کی آڑ سے اس نے نادرتے کو دیکھا، بڑی بڑی پٹکوں کے دودھ ویر عری جنگ میں شیشی آنکھوں کی کٹھریاں اس طرح محفوظ بھینیں جیسے انہیں سیاہ تاندوں کی بارگونا قید کر دیا گیا ہو۔

نادرتے کہا، "خود با نواب ہیں بس اس بات کی اجازت مرحمت فرما کر اگر ہم آپ کے پندرہ مزدگار سے آپ کے رشتے کی بات کریں تو آپ اس کی مخالفت نہیں کریں گے؟"

خود با نواب نے وحشی ہر کی طرح خوفزدہ نظروں سے نادرتے کو دیکھا اور کہنے لگی، "بادا جان سے اس سو تو بہر بات بھی نہ کیجئے گا، وہ آپ سے بالکل خوش نہیں ہیں؟"

نادرتے پوچھا، "ہم سے خوش کیوں نہیں ہیں؟"

دائے کی زبان بند کر دی کہ "میں نے باہا جان شہید کی خدمت کی ہے اور ما جان نہیں چاہتا کہ شہزادہ سلیم ہر سر اقتدار آتے دے اپنے بھائی کے خیر کو کہ ہندوستان کا گھرانہ دیکھنا چاہتا ہے۔ جہرہ راجا ہو گا اور ہری نواز شہ علی ہو گا کیونکہ شہزادہ شہ علی ملک خسروم نہیں ہے۔"

جو حق پہلے مرہا جان تھی، اب وہ کبھی کبھی کبھی رنجی تھی اس کی کوششوں سے خود با نواس سے مل تھی، گو اس ملاقات کے صلے میں اس نے فتنے کا رشتہوں سے نواز دیا تھا لیکن اب سریر اثر فیوض کی طبع بھی نے فتنے نری اور خوش اخلاقی پر بار کر پڑا ہی تھی فتنے کو نادر سے ایک ہی شکایت تھی کہ نواب نواس سے ملاقات کے دوران نادر نے احتیاط اور بروہاری سے کلم نہیں لیا، اگر خود با نواسی اپنے باپ نواز شہ علی سے شکایت نہ کرتی تو معاف نہیں کس کے لئے شک کی قیامت آچکی ہوتی۔ نادر بھی صبر اور احتیاط سے کام نہ لیا لیکن جب اس سے یہ معلوم ہوا کہ نواز شہ علی غریب اگر سے چلا جائے گا تو وہ بے چین ہو گیا، "دہ یہاں تک تیار ہو چکا تھا کہ اگر وہ خود با نواس کو جانتا نظر سے حاصل نہ کر سکتا تو آ جا کر بیوقوف سے بھی باز نہ رہے گا لیکن اس سلسلے میں وہ ایک ملاقات اور کرنا چاہتا تھا، اس آخری ملاقات میں وہ خود با نواس کے قدموں میں گر کر درخواست کرنے کا منصوبہ بنا چکا تھا۔ اس حد تو اس سے خود با نواس کو دلچسپی لگتی تو یہی کیا دہن پھر وہ اس سلسلے کا انتہائی اور آخری قدم اس طرح اٹھانے لگا کہ وہ کسی بھی طرح خود با نواس کو قابو میں نہ کر چکا تھا۔ اس طرح سے وہ خود با نواس کے ساتھ اس شہزادہ سلیم کے ساتھ عاطفیت میں پناہ لینے کی کوشش کر رہا تھا۔

جب فتنے کو خود با نواس سے ملاقات پر آمادہ کرنا چاہا تو اس نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ "خود با نواس خود ہی ملاقات پر آمادہ نہیں ہوتا۔" فتنی میں ان کی زبان کڑی لگا کر کہتی ہیں۔

نادر نے اسی سے پوچھا، "لیکن خود با نواس کی والدہ پہلی ملاقات پر بھی تو کھڑی ہی ہیں جو وہ تھیں، پھر وہ ملاقات کس طرح ممکن ہو گئی تھی؟"

فتنے نے جواب دیا "یہ لڑکی باتیں نہ پوچھیں تو چھاپ۔"

"پھر بھی؟" نادر نے کہا۔ "مہ نے یہ فتنے کو یہ بات کہ ہم ہر وقت پر خود با نواس سے ایک آخری ملاقات ضرور کر دیں گے۔"

فتنے نے بے تازی سے جواب دیا، "لیکن اس ملاقات سے حاصل کچھ بھی نہ ہوگا، خود با نواس نے باہا جان کی مرضی کے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانا تو خود کتنا ناگوار معمولی سا وعدہ بھی نہیں کر سکتی ہیں!"

"چھوڑ دیجئے مستائے نہیں اگر باہا جان کو ان باتوں کی اطلاع ہو گئی تو ہم دونوں کو جان سے مار دیں گے!"

نادر نے اپنی گرفت اور مضبوط کر لی، بولا، "میں ایک شرط پر ہم آپ کو چھوڑ سکتے ہیں!"

"شرط وہی کہ نہیں، آپ ہیں چھوڑ دیجئے بس!"

نادر پر ایک کیف طاری تھا۔ سارے جسم میں مستی سی دوڑنے لگی، عالم ہر مستی میں کئی جگہ کیسے ثابت کیے اور نہ لگا "خود با نواس" ہم آپ کے پیچہ زندہ رہ نہ سکیں گے کچھ بھی ہو، اب تو ہم نے یہ شے کر لی ہے کہ کیا تو آپ کو حاصل کر لیں گے یا اپنی جان دے دیں گے؟

لیکن خود با نواس کے پاس ان تمام باتوں کا ایک ہی جواب تھا، "میں چھوڑ دیجئے، نہیں جانتے دیجئے؟"

اور جب ان دونوں کی شبلی لگ علی میں آئی تو نادر کو کچھ بھی پتہ نہ تھا کہ خود با نواس کا آئینہ اندام اس کی حمایت میں ہو گیا یا لعنت میں۔

اندرون در دادہ کھلے، برقعے کا ناخوشگوار اشارت فتنے پھر ہر خود با نواس کے کانوں میں بڑبڑاہٹ کی پھسک پڑی، فتنے ترشی سے کہہ رہی تھی۔ "آپ کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا اگر خود با نواس نے پتہ چر شکایت کر دی تو پہلے پہلے ہی قتل کر دی جا دیں گی!"

نادر نے طعنی میں جواب دیا، "داروغہ مصطل ہم ہیں، اب بڑھنا نواز شہ علی تو کچھ بھی نہیں رہا، ہم جب چاہیں اسے قید میں ڈال سکتے ہیں!"

لیکن جب اندر سے خود با نواس بھی نے فتنے کے ذریعے کہنا دیا کہ "ہم مجبور ہیں، آپ کا ساتھ شاید نہ دے سکیں گے؟" تو نادر پریشان ہو گیا۔

مصطل کے سائیس ہشتی اور دوسرا مطلب بھی نواز شہ علی کی عزت کرنا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ نواز شہ علی اگر سے جانے کی تیاری کر رہا ہے اور باہا جان شہزادہ بھی اسے چلے جانے کی اجازت دے دیا ہے تو انہیں بڑا صدمہ ہوا۔ جب یہ لوگ نواز شہ علی کو روکے پر مجبور کرتے تو وہ پوچھتا، "اب میں یہاں کس قریب میں کروں؟ میرا منصب مجھ سے چھین چکا، یہاں مزید نہیں رہنے کا جواز ہی کیا باقی رہ گیا ہے؟"

کھلے کچھ لوگ تو جوان نادر اور خود با نواس کو ایک ساتھ دے دہنوں میں لائے اور ان دونوں کی آپس میں مستقل وابستگی کی محور پر پیش کرنا چاہتے لیکن کسی کو جہت نہ چڑی، کسی نے اشارہ دیا کہ اگر یہ بات ہی بھی تو بڑھنا نواز شہ علی کو کیا ہوتی تھی کہ اگر وہ خود با نواس سے

نادر نے خدی انداز میں کہا: "یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے کہ خود بانو ہمارے قیلاف قدم اٹھائیں گی یا حیا میں تم کو تو بس کسی طرح ہم دونوں کی ملاقات کرادو؟" فتنہ کچھ نرم ہو گئی، بولی "میں تو راضی ہوں لیکن خود خود بانو شاید تیار نہ ہوں؟" نادر نے عاجزاً کر کہا: "اچھا، تم کو شش تو کر دو؟" فتنہ نے با دل بانو اس سے کہا: "اچھا کو شش کروں گی؟" نادر نے خود ہی چنداثر فیاں فتنہ کے حوالے کیں: "ہولہ! انہیں بکھو ہم ملاقات کے بعد اور بھی دیں گے؟" فتنہ نے اثر فیاں کرتے کی جیب میں ڈالیں اور انجمل سے چہرے کا پسینہ خشک کرتی ہوئی چلی گئی۔

موسلا دھار بارش میں چند گھر مزار قلعہ میں داخل ہوئے اور کچھ گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے سیدھے نوازش علی کی ڈوبوٹھی کے صدر دروازے پر پہنچ گھوڑوں سے اتر چکے۔ شلوار تانگ موڑوں کے باجائے پر بیٹھے بے کمرے کمر برنگین پٹکوں سے کئے ہوئے تھے اور ٹپکوں کے رنگ برنگے مرنے ناف کے نیچے ٹپک دے تھے ان کے لباس پانی میں ڈالے ہوئے اور شلے ہوئے ٹپکوں کے سروں سے پانی ٹپک ٹپک کر ان کے جوتوں کو مزید تر کر رہا تھا۔ ان دس کتے والوں میں ایک سرکش جوان بھی تھا اس کی گردن میں ایک قسم کا ستر دانہ کھنچا ڈاڈا تر چھا ہوا تھا، بقیہ دوسرا فتنہ اس کے ماتحت اور اطاعت گزار نظر آتے تھے۔ نادر انہیں دیکھتے ہی اپنے کمرے سے باہر آگیا اور مفرد نوجوان سے تہا بیت نرم لہجے میں دریافت کیا: "کوئی شاہی پیغام؟ ہم آپ حضرات کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟" اجنبی نوجوان متکبرانہ شان سے مسکرایا اور کہا: "ہم داروغہ اعظمی نوازش علی سے ملنا چاہتے ہیں؟"

نادر نے بھی حاکم انداز اختیار کیا اور پردہ قرار لہجے میں جواب دیا: "نوازش علی اپنے منصب علیحدہ کیے جا چکے ہیں اور ان کی جگہ ہم نے یہ منصب سنبھال لیا ہے؟" اجنبی نے تہایت لاپرواہی اور دعوت سے نادر کو دیکھا اور اہستہ سے کہا: "اچھا تو اب تم ہوان کی جگہ داروغہ اعظمی؟ خوب لیکن نوازش علی کہاں ہیں؟" نادر نے جواب دیا: "وہ بھی ایسے کینے کے ساتھ اسی حویلی میں قیام فرما ہیں؟" اجنبی نے سمجھ لہجے میں پوچھا: "اور خود تم کہاں رہتے ہو؟"

نادر کو اجنبی کا انداز تھا طرب پسند نہ آیا، اس نے بھی دعوت سے جواب دیا: "ہم بھی اسی حویلی میں رہتے ہیں، اصولاً اپنے منصب پر فائز ہونے کے فوراً بعد ہمیں یہ حویلی پوٹے سے نوازش علی سے خالی کر لینا چاہیے تھی لیکن ہم نے ارادہ ترک تم ایسا نہیں کیا؟" اجنبی کی گردن اور زیادہ اکڑ گئی، اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پیش قبضے کے دستے کو معینہ علی سے پکڑ لیا۔ نادر کو فتنہ کی بوجھوس ہوئی اس نے بھی اپنی پیش قبضے کے دستے پر ہاتھ رکھا اور اجنبی کی ذہنی کیفیات اس کے چہرے سے جھپٹنے کی کوشش کی۔

اجنبی نے دعوت سے بوجھلا: "نوازش علی کو معزول اور تمہیں اس منصب پر فائز کس نے کیا؟"

نادر نے نیاز سے جواب دیا: "میں نے لوگوں کو ان کے مناسب سے معزول اور فائز کرنے کے اختیارات حاصل ہیں اس کے حکم سے سب کچھ ہو گیا؟" "نوازش علی کو بلا دو؟" اجنبی نے حکم دیا۔

نادر اپنے کمرے میں جانا ہوا بولا: "میں اس کو ہم تم جیسے بے ادب اور اکابر گھٹو سے ناواقف شخص سے مزید بات چیت نہیں کر سکتے؟"

اس کے پٹے جانے کے بعد فتنہ نے اس خود مر اجنبی کی رہنمائی کی اور اسے نوازش علی سے ملوایا۔ کالی دیر بعد فتنہ اس کے کمرے میں داخل ہوا اس کا پہرا اٹھا ہوا تھا اور اس کے لشکر میں ایک قسم کی سرکش ادب سے نیاز سے سی پائی جاتی تھی۔

نادر نے دریافت کیا: "فتنہ؟ یہ کیوں لوگ ہیں جو نوازش علی سے ملنے آتے ہیں؟" فتنہ نے جواب دیا: "جناب اس میں میں بھی گردن والا تو اپنے ساتھی داروغہ اعظمی نوازش علی کو بھتیجا شیر بانہے اور بیشتر اس کے ساتھی، جو ہر وقت اس کی جاں فدا ہیں اس کے ساتھ ساتھ بہتے ہیں؟"

نادر اس خبر سے ہمت زیادہ بر نشان ہو گیا۔ خدا یا تو کہ حسن حق وارہیکانہ اس سے سوچا کہ اب جو بانو کی حضور پائی نہ صرف ناموں بلکہ ملاقات تک ناممکن ہے، اس سے معنی غیر نظر دست فتنہ کی طرف دیکھا، ان نظروں سے اس سے کیڑو پھینکا فتنہ نے رڑھ کیا، کچنے لگی۔ نیت قلوب ناممکن ہی نظر آتے ہیں پھر کئی ایک فیصلہ کی ملاقات کرنے کی کوشش ضرور کر دی گئی۔

نادر نے اس خدمت بند خانی، بولا: "ہاں فتنہ خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں؟ ہم تہذیبی پشت پر جو کچھ ہو رہا ہے؟"

لیکن وہ دن کے اندر ہی نادے پر محسوس کر لیا کہ فتنے کی اطاعت گزری تھی وہ پہلی جیسی سرگرمی نہیں رہی۔ اب نوازش علی بین بھی وہ پہلے جیسی مایوسی نہیں پاتی جاتی تھی اب اصطبل کا عمل بھی اس کا کم ہی ادب نما کرتا تھا۔ اسے ایسا لگتا جیسے اب وہ داروغہ اہل خانہ رہا چند دنوں پہلے تک وہ جب باہر نکلتا تھا تو وہاں کی مقامی عورتیں اس کا بڑا ادب و احترام کرتی تھیں لیکن اب وہ بھی نظر انداز کرنے لگی تھیں، ناد کو شک گزرا کہ کہیں مشیر باز داروغہ دہشت سے کوئی خفیہ حکمت نہ تو نہیں لایا ہے اور ایک بے شک بھی اسے بار بار پریشان کر رہا تھا کہ کہیں خدا سزا مست نہیں شاہ اگر نہ شہزادہ سلیم کی جگہ اس کے بیٹے خسرو کو ایمان دلی عہدہ تو نہیں نامزد کر دیا اس اضطراب اور غلغلہ میں کوئی دن گزر گئے، وہ اپنے فرائض منصبی اس طور پر انجام دے رہا تھا، گویا بار بار معزوفہ وصول ہوتے ہی دلائل اور اس پر دلائل کی موصولی تک وہ سچا اپنی معنی خدات انجام دینے کا پابند رہے۔

بارش کی ایسی چھری تھی تھی کہ رنگ لینی لپٹی پناہ گا ہوں نہ چھپے جیسے تھے۔ نوازش علی اس کا ہتھیار شیر باز داروغہ اس کے ساتھ بھی اپنے اپنے شکاروں میں دیکھ ہوتے تھے۔ ناد جہت اداں تھا، مشہور ملاطین اور انجمن کی چند سوار سحر عمریاں اس کے پاس تھیں یہ وقت انہی کے مظارا رہے ہیں کھو بار پتا تھا۔

سہ پہر کو غلا فروعیوں سر پہلے شیر باز اپنے چچا نوازش علی کے ساتھ اس سے ملنے آگیا۔ ناد نے خشمہ پیشانی اور خوش دل سے دونوں کا استقبال کیا اور انہیں اپنے سے ادنیٰ جگہ پر بٹھایا۔

شیر باز نے بیٹھے بیٹھے ہی عزت سے کہا: "دوست! ہم نہیں کوئی دن سے چپ چاپ اندر اس اور اس کو بھگد رہے ہیں۔ اگر اس داسی کا سبب یہ خیال ہے کہ ہم نہیں جہاد سے منصب سے معزول کرنے یا کرنے آتے ہیں تو اس خیال کو خود اپنے دل سے دلتے نکال دو! ہم اتنے معمولی منصب کو اپنے شایان شان نہیں سمجھتے۔"

ناد اس سے تلخ لب و لہجہ کا کوئی ایسا ہی جواب ضرور دیتا لیکن محض اس خیال سے چپ رہا کہ اپنے دل سے اس کے بہانہ بین اور پہلوؤں کی گستاخیاں بھی صبر و شکر سے برداشت کر لیتی چاہتیں۔

شیر باز نے مزید کہا: "تم نے ہمارے چچا کو پریشان نہیں کیا، اس کا ہم بطور خاص شکریہ ادا کرتے ہیں اور تمہارے احسان کو شاید ہم جلد ہی اتار دیں گے گو کہ زیادہ دنوں تک کسی کے احسان کو بار و بار دہن بنا کر رکھنا دیانت اور شرافت کے خلاف ہے۔"

نوازش علی کی بروہی اور تجرک کا عقل نے شاید اسے خود ہی یہ محسوس کراد یا کہ ناد اب زیادہ دیر تک شیر باز کی باتوں کا تعلق نہیں ہو سکے گا۔ وہ مغاہمت کے لیے بیٹھ بیٹھ بولنا لگا۔

ان کا نام ناد ہے تو یہ آدمی بھی ناد ہی ہیں، میرا خیال ہے کہ اب اسے اپنا زیادہ دقت نہیں برداشت کرنا چاہیے، اس وقت ہم دونوں اس نے حاضر ہوئے تھے کہ آخری بار تمہاری مخالفت اور غلط فہمی دیکھ کر شکر اور اکرمین، پھر کچھ بہت نہیں کہ کبھی ملاقات ہو سکی یا نہ ہو۔"

ناد کا دل ڈوبنے لگا، اس کا خشک گلے میں پھنسے لگے، مدت تمام دریافت کیا۔ "کیا اب لوگ واقعی جاہل ہیں؟"

"ہاں،" نوازش علی نے جواب دیا۔ "شاید وہ دن بدہم یہاں نہ نظر آئیں؟" ناد نے غصہ سے پیش کش کی۔ "اگر کچھ چاہیں تو ہم اپنے موجودہ منصب سے دست بردار ہو کر کوئی اور کام کر سکتے ہیں اور اب بدستور اسی منصب پر قائم رہ سکتے ہیں۔"

شیر باز کی آنکھوں میں چمک پل ہوئی، اس نے غصہ سے کہا: "نہیں میں اس معمولی منصب کی کوئی ضرورت نہیں، ہم اگر اسے واپس چاہیں گے اور کوشش کریں گے چچا جان کو شاہی میرا خود شاہی اصطبل کا افسر اہلکار کا منصب مل جائے گا۔"

ناد چپ ہو گیا۔ شیر باز دیر تک اپنی خود ستائی میں لگا رہا۔ جب چچا بیٹھے جا رہا تھا، شکر سے ملنے طاقت آباد چلے گئے تو ایک بار پھر حور بان سے ملنے کی خواہش نے سراپا لیا لیکن اب اس نازک معاملے میں جہت احتیاط اور صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔ فتنے کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی اس کی ناد سے نظر میں چار ہو تیں وہ نظر میں چرا کر ادھر ادھر ہوجاتی۔

جب وہ سوچتا کہ خود یا تو حقیر سب دیاں سے چلی جائے گی تو اس کا دم الجھنے لگتا، وہ یہ سوچ کر بالکل ہی مایوس ہو جاتا کہ اب شیر باز کی موجودگی میں شاید خود بانو اس سے باتیں کرنا بھی گوارا نہ کرے۔

گہرے ٹھانڈے سرد سواندھیر اہلکار رکھا، کمروں میں رات کی سیاہی کا لگان ہوتا تھا، ناد نے چادر اٹھالے اندر کوٹن روٹن کر کے ایک تاریخی محفوظے کا مطالعہ کرتے رہا۔ اس لمحے سے آہستہ آہستہ اندرونی دردناک برداشت دیا۔ ناد نے محفوظے کے زیر مطالعہ صفحہ میں شاعری دیکھ کر اسے متحیر کر دیا اور اندرونی دردناک برداشت پر نظر پڑ گیا تو اس نے کسی سے پھر دستک دی۔ ناد کا کھمدہ دماغ کے قریب جا کر کھڑا ہوا اور پوچھا: "کیا ہے؟ کوئی کس سے بات کرے گا؟"

اندرونی ہمیشہ گزری آواز میں فتنے سے کہا: "دردناک کھو لیے حور بانو آخری بار آپ سے چند باتیں کرنا چاہتی ہیں؟"

نادر کو یقین نہ آیا وہ سمجھا کہ کہیں اس طرح چلتے چلتے اس کے خلاف کوئی سازش نہ ہو۔
تو نہیں سمجھا گیا ہے۔

اس نے بے رحمی سے جواب دیا۔ "کیا بات ہے؟" حور بانو کی والدہ کہاں ہیں؟
فٹے بہ دستور سرگوشی میں جواب دیا۔ "حور بانو سے جب آپ کی ملاقات کرنی یا
کرانی ہوتی ہے تو ہمیں فیون مقدمہ مقلد سے کچھ زیادہ کھادی جاتی ہے، آج بھی یہی کیا
گیا ہے۔ اب آپ دونوں آؤ اور اسے بائیں کر کے لیں۔"

نادر نے فوراً دونوں کھول دیا۔ اس لئے حور بانو کا ایک نمدار دھکا کھاکر نادر
کے کمرے میں داخل ہو گیا، نادر نے اس کے کان سے پر ہاتھ رکھ کر دیا اور حور کی طرف سے جاتا
ہوا بولا۔ "رہے تعصب کو آپ نے اس ناہنہ کو یاد تو فرمایا، یہ تو بتائیے کہ کیا واقعی میں
ما یوس اور تنباہ حال چھوڑ کر دار حکومت جاری ہیں، آپ ہمیں کس پر چھوڑے جا
رہی ہیں۔"

حور بانو ایک بے جان جیسے کی طرح نادر کی مدد سے پر تکلف چوکی پر جا بیٹھی۔ گردن
جھکی ہوئی، جسم میں خوف اور اجاب کار عشر زبان میں کلفت، دل میں یہ شمار ابھرتا، اور داغ
اندیشہ اندر خدشوں سے بوجھل۔

نادر نے آواز دی کہ کہا۔ "حور بانو، معاف کیجئے گا۔ ہم نے آپ کو مبارک باد
تو دی ہی نہیں۔ آپ کو جس کا انتظار تھا۔ آخر وہ آگیا۔ اب تو آپ خوش ہیں؟"
حور بانو نے ایک ایک جواب دیا۔ "ان تکلیف دہ باتوں کا ذکر نہ کیجئے۔ کیا ہادی خاطر
سے آپ خود آکر سے چلاؤ؟" نادر نے فرمایا کہ ہے؟
نادر نے ادا سے جواب دیا۔ "آپ کی خاطر تو ہم جانا تک دے سکتے ہیں لیکن آپ
نے دل کو جو چرک لگا یا ہے اب اسے خشک ہی ہو جائے دیکھئے؟"

حور بانو نے دشت زدگی سے کہا۔ "ہمارے پاس زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے
آپ کو ہماری خاطر سے آکر سے چلنا ہوگا شاید وہاں اللہ کوئی بہتری کی صورت نکال دے۔ آپ
ہمارے بارے میں بھی سوچئے؟"

نادر نے چونک کر چہرے سے بوجھا، لیکن ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ؟ باب تو شب و
روز آپ ہی کے تصور میں گتے ہیں؟

حور بانو نے دوشے کا پھل انگلی میں پکڑنا شروع کر دیا، بول۔ "سیر باز
ابھی چند سال شادی نہیں کرنا چاہتا، پھر خدا شکر کر کہا۔" دوسرے باب ہم خود بھی
اسے پسند نہیں کرتے؟

نادر نے خوشی چھپاتے ہوئے اور پری دل سے پرچا۔ "اس مسئلے میں وہ کہتا کہ

ہے؟ چند سال تک وہ کیوں دیکھا چاہتا ہے آخر؟

حور بانو نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ "یہ اس کا بے وقوفی ہے اور کچھ نہیں معلوم
ہیں کیا کیا سوچتا رہتا ہے؟"

نادر نے دوشے کی ادٹ میں چھپے ہوئے حور بانو کی سرخسے سے تھمتھاتے ہوئے چہرے کو
جب کھلنے کی کوشش کی تو حور بانو نے دونوں ہاتھوں سے ایسا پرہ چھپا لیا۔ نادر نے چہرے
دونوں ہاتھوں کی آپس میں بیسوست انگلیوں کو الگ کرنے کی کوشش کی اور ضرباتی آواز
میں کہنے لگا۔ "ہم نے دل میں یہ غم سہ کر رکھا تھا کہ جب آپ ہم سے ملیں گی تو ہم جبر و
احتیاط سے کام لیں گے لیکن آپ کا ہوش دبا مارا یا اور سحر ایگر شباب حیدر شہ ہے۔ آپ اللہ
میں کسی آزمائش میں نہ ڈالیں اور ہمارے سامنے بے تکلفی سے بے سہا پار بیٹھئے؟"

حور بانو نے ہنر ستر سامنے لیتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ بھی یہ وعدہ کریں کہ آپ
ایک حد میں رہیں گے؟"

"یہ ہمارا وعدہ ہے؟" یہ کہہ کر نادر نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔

حور بانو نے آہستہ آہستہ انگلیوں میں شکن پیدا کیا اور چہرے کو کچھ اوپر اٹھا کر
انگلیوں کے شکن سے نادر کو دیکھ کر اس کے ہوش و حواس میں ایک بھر خجالی سا آگیا، لمبی لمبی
پلکوں میں معصوم شوق اور شہر سیاہ پتلیاں اس طرح حرکت کر رہی تھیں جیسے ننھی بڑی دو کبابیں
دو مختلف سفید فضا کی میں چر رہا ہوں۔ ہونٹوں میں شہر مسکراہٹ کی مستور آئینہ
جلالت تھی۔

نادر نے ایک چھپے سے اس کے دونوں ہاتھوں کو چہرے سے ہٹا دیا تو حور بانو
منہ کے بل جھوٹے میں چھی چھی۔ نادر نے اس کے پہلو میں انگلیاں ڈال دیں اور کہنے لگا۔ "سیدھی
ہو جائیے، اندر نہ ہم کرتے ہیں کہ گدی؟"

حور بانو خود آٹھ کر چھٹی کی آمد شہرانی نظر حیدر سے نادر کو دیکھنے لگی۔

نادر نے شاید پہلی بار اس فٹے اور چھٹی طرح دیکھا تھا، باتوں کی حور بانو میں چاند چھپیں
وکتی ہوئی شوق رنگ پیشانی اور سرنگیں حور بانو کے نیچے انگارے جیسے دیکھے ہوئے
روسیار کھڑی متناسب ناک اور چھوٹے سے دہانے میں اوپر کا ہونٹ پتلا اندیشہ کا موٹا گردن
مکھتاہ دلمی گردن کے نیچے جو کچھ تھا اس کی سحر انگیزی اور گرمی سے نادر کو از خود متہ کر دیا۔
وہ جو کچھ ہراس کے قریب ہی بیٹھ گیا، بولا۔ "حور بانو! میں یقین نہیں آ رہا کہ ہم آپ کو اسے
قریب سے دیکھ رہے ہیں؟"

حور بانو بھی اپنے آپ سے میں نہ رضی، بولی، "معلوم نہیں وہ کون سی گھڑی تھی جب

جانشین بنادیں!"

نادر نے کہا: "اچھا جناب! خود بازو صاحب! ہمارا یہ وعدہ ہے کہ ہم آپ کے خوراک بعد ہی پہنچائیں گے۔" نادر نے ہوا جوایتوں کے اندر وہاں پہنچ کر آپ کے باپ کو کسی طرح رضا مند کرنے کی کوشش کریں گے۔

خود بازو خوش ہو گئی اور کچھ سوچ کر بولی: "شیر بازو مدثر، مغرور اور جگوار اور انسان ہے، ہو سکتا ہے وہ کسی بات پر آپ سے جھگڑا بیٹھے۔ اس مسئلے میں ہمارا یہ مشورہ ہے کہ ہر قیمت پر جھگڑے سے بچنے میں اور خاص طور پر بادا جان سے۔ کوشش یہی کریں کہ خوش اخلاق کا دامن نہ چھوٹے پائے؟"

نادر نے ہنس کر جواب دیا: "سادہ لوحہ ہری! اگر ہم مصلحت اندیش نہ ہوتے اور آپ کی ذات ان لوگوں کے درمیان نہ ہوتی تو ہم ان سے کب کے لڑ جھگڑ چکے ہوتے اور یہ بھی ممکن تھا کہ ہم میں سے ایک کسی کی جان بھی چا پی ہو جاتی؟"

خود بازو نے مزید شدہ دیا: "اور بادا جان کو خوش کرنے کی کوشش جاری رکھیے، اسی میں شاید کوئی مصیبت نکل آئے؟"

"ہم ترسے؟"

"اور ہاں! اس کا بھی بطور خاص خیال رکھیں گا کہ آپ کی کسی بات سے بھی بادا جان کو یہ شے بھی نہ ہو کر آپ کے دل میں ان کے خلاف کسی قسم کی کدودت پائی جاتی ہے؟"

نادر نے تائید میں سر ہلا دی: "آپ کا ہر حکم مراںگوں پر۔"

"آخری بات! اور خود بازو نے کہا: "راجا جان سنگھ خسرو کے حامی ہیں! اگر سے ہیں

مشہد شاہ کی حالت تشویشناک ہے، شیر بازو خسرو کا فرستادہ ہیں کہ آیا آپ اور مان سنگھ نے

شیر بازو سے یہ وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اپنے بہنوئی سنگھ راہت سلیم کے مقابلے میں اپنے بہنائے

مغرور کی مدد کریں گے اور آپ چونکہ مشہد شاہت سلیم کے پیچھے ہوتے ہیں اس لئے راجا جان

سنگھ آپ پر یقین نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ یہاں کے لوگ اب بھی آپ کی بجائے بادا جان

اور شیر بازو کی زیادہ عزت کرتے ہیں کیونکہ انہیں خیال اس اور قدر اتنا سے معلوم ہو چکا ہے کہ

راجا جان سنگھ آپ کو ہر نہیں کرتے؟"

نادر نے خود بازو کی بداندیشیوں کو چنسی میں اڑا دیا، بولا: "آپ اسے

فکر میں ہیں بالکل نہ پریشان ہو جائیں، مشہد راہت سلیم کے حریف مغرور تب مذمت اور خفت

سے دوچار ہوں گے۔"

نادر نے چلتے چلائے خود بازو کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بے اختیار اس کی

نادر نے چلتے چلائے خود بازو کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بے اختیار اس کی

نادر نے چلتے چلائے خود بازو کو اپنی آغوش میں لے لیا اور بے اختیار اس کی

ہم نے آپ کو دیکھا تھا دیر ہمارے سوا وہ کون سی لڑکی ہے جو کسی غیر مرد کے دیر ہمارے قریب ہاں کی

سے بیٹھ کر باتیں کرے؟"

نادر نے جواب دیا: "ہم نے آپ کو اپنا سمجھ لیا ہے، جب آپ بھی ہیں اپنا سمجھ لیں

کی تو اس قسم کے سوچانے روح خیالات سے نجات حاصل کر لیں گی!"

خود بازو دیر ہمارے نذر دے مکر اسکا کر دیکھتی رہی۔

نادر نے اس کا ایک ہاتھ لینے ہاتھ میں لے لیا اور اسے دبانے مہلت لگا۔ ایک

سر مری اور معمولی سی چھڑنے کی کوشش کے بعد خود بازو نے بھی مروت اختیار کیا۔

نادر نے پوچھا: "خود بازو ایک بات تو بتائیے؟"

خود بازو نے نظریں اٹھا کر خود بازو کے کایں، جیسے اجازت دی ہو، پوچھتے: "ا

نادر نے انہوں سے کہا: "جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ یہ مریوں ہاتھ ہمارے

بھلے شیر بازو کے ہاتھوں میں دے دیتے جاتیں گے تو ہمارے دل کی دھڑکنیں رے

لگتی ہیں!"

خود بازو نے ہمت کر کے کہا: "ہم لوگ اگر سے جانتے ہیں! اس وقت ہم اس غرض سے

آتے تھے کہ آپ کو بھی اچھے چنے پر آمادہ کر لیں!"

"کیسی ہمارے چنے کا فائدہ؟"

"بات دشوار ہے لیکن آپ کوشش ضرور کریں، ممکن ہے خدا کا مہربان کر دے؟"

نادر نے بالخصوص سے کہا: "کیا آپ شیر بازو پر ہیں مزید دیتے پر حاشیہ آمادہ ہیں

خود بازو نے زبان کے بھلے حامی ہیں گردن ہلا دی۔

نادر کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ پوچھا: "اگر آپ کے والد نوازش علی؟"

وہ بھی ہیں پسند کر لیں گے؟"

خود بازو نے جواب دیا: "بس! ان کی کو اس کی کرنا تو آپ کا سب سے بڑا کام ہے!"

نادر نے کہہ دیا: "کیا آپ شیر بازو کو ذاتی پسند نہیں کرتیں؟"

خود بازو نے مذہب سے جواب دیا: "میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیر بازو مشہد شاہت

کی مخالفت میں اس کے بیٹے خسرو کا ساتھ دے رہا ہے، انہیں شیر بازو کا مستقبل تاریک نا

آئے لگتا ہے؟"

نادر نے جواب دیا: "لیکن آپ ملکیت اور سیاست میں نہ جاتیں، یہاں

کچھ ممکن ہے!"

خود بازو نے چہرہ کر کہا: "لیکن یہ ناممکن ہے کہ مشہد شاہت کچھ بیٹے کی جگہ نہ آئے؟"

نوازش علی نے بنی سوال کیا: "تمہارے خاندان میں کبھی کوئی بڑا آدمی بھی

لمحہ لے لئے۔ وہ کہنا ہی نہ کر پائی لیکن یہ سب کچھ دماغاً اس کی شوق تو اس کے اندر بھی قریب تھا۔

دوسرے دن خود بانو کا باپ نوازش علی نادر مراد خدہ بہ ران نظر آیا۔ فجر کی نماز پڑھ کر جب دونوں مسجد سے باہر نکلے تو راستے میں اس کی نوازش علی سے ملاقات ہو گئی اور شجرہ بنی چڑھے لیکن ایسا گزشتہ دن جس کو ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا ایک ایسا نامی شخص گزر سلام میں نوازش علی نے سبقت کی۔ خلافت امیر نوازش علی نے نادر سے کہا: "بیٹے نادر"

پرسوں ہم سب آگے چلے جاتیں گے، ہماری خواہش ہے کہ تم ان آخری دو دنوں میں آپس میں بات کا موقع دیکر ہم تمہاری دعوت کریں اور کچھ وقت تمہارے ساتھ نوازش علی یقیناً خود بانو کو اس سے وابستہ کر دے گا کہ وہ ایک اور خاندان کی بلند پایہ بنتی بھی گزریں۔"

نوازش علی کے اس تبدیل رویے پر وہ حیران تھا لیکن پھر یہ سوچا کہ ہر دور کے بانو نے اپنے باپ کو اسی کریمت کے لئے کسی منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ فیصلہ کنی بار مختلف مسلوں سے اس کے کمرے میں آئی اور اجنبی کی کسر و

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

نادر کا گھوڑا بھی اس نالے کو چھلانگ گیا اور جواب دیا: "شیبا خان"۔ "شیبا خان؟" نوازش علی چونک پڑا اور گھوم کر نادر کو غور سے دیکھا: "یہ شیبا خان"

نوازش علی نے حائل ہونے والے ایک نالے کو گھوڑے کے چھلانگ سے عبور کرنے ہوتے پوچھا: "خاندان کے اس نامی گرامی شخص کا کیا نام ہے؟"

بہت گلیا۔

نوازش علی اچانک کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہو گیا تھا وہ کچھ سوچ رہا تھا، نادر جو سن کر کانٹا نہ دے سکا۔

ایک ایک نوازش علی نے کہا: "اور نادر! ہمیشہ ہماری یہ بات یاد رکھنا کہ اگر گھر میں بڑی ہو تو کسی پر بھی اختیار نہ کرنا!"

نادر بوکھلا گیا کہ آخراں بات کا یہ کون سا موقع ہے۔

نوازش علی نے کچھ اور وضاحت کی۔ بولا: "اگر گھر کے ایک ایسے دو دانے کا میں کھلا ہوا ملا کہ ہم حیران رہ گئے۔ اس میں خنے کا ہاتھ سرخود رہا ہوگا، لیکن وہ فیوٹو نہ رہا!"

نادر یہ سن کر چپ رہا۔ نوازش علی نے بات ادرائے بڑھائی۔ کہا: "ہم لوگ خاندانی اور ذاتی شرافت کے قائل ہیں لیکن جب کسی میں ان دونوں میں سے ایک چیز نہیں رہے تو پھر وہ اس کا مستحق نہیں رہ جاتا کہ اس کے ساتھ کسی قسم کی مروت یا رعایت سے دیکھا جائے۔"

نوازش علی ایک دم بیٹھے سے اٹھ کر گیا۔ "ختم نے ہمارے اعتماد کو تھیس پہنچاؤ تم انہیں کال لے دے کہنے کو اپنا کر دیکھ بنایا تھا اور وہ بھی عاقبت نا انصافی میں جلتے لی کر گزری!"

نادر چورس گیا، نوازش علی نے کہا: "ہم چاہتے تو خود ہاتھ کے ٹکڑے نہ لیتے لیکن اب سب آگے جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر کوئی خود بخود ہمارے خوابوں میں جلتے گی!"

نادر کو ڈانٹا۔ "اور تم! احمد وہ ذلیل انسان ہو جس نے ہمارے احسان کو یاد کروا دیا کہ جنت آباد رکھو تو؟" کا یہ وہی مشہور جگہ ہے جو جازمہ کرور ہائیوے عین کیا اور اسے دوغلانا بنا لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا، خود ہاتھ کاٹ کر اسے دور دراز تک مشہور کیا۔

نادر نے کہا جانتا ہے کہ جب کوئی خطرناک قیدی یا سانی مرے پر آمادہ ہو تو اسے پینے کے لئے اسی حوض کا پانی دیا جاتا تھا جو جسم میں داخل ہو کر کمرنا تھا۔

نوازش علی نے حیرت سے کہا: "ہم تمہیں وہی لے جلتے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد دونوں حوض کے کنارے پہنچ گئے۔ سطح آب پر ہمیشہ جی چولی تھی اور وہاں کچھ عجیب سی قندہ بو پھیلی ہوئی تھی۔

ننگ اپنے قبضے میں رکھا تھا پھر جب وہ دوبارہ چنگیز خان کے قبضے میں پہنچی تو چند دن ہی اس سے جوڑی پیدا ہو گیا! نادر کا مارے خفتے کے برا حال ہو گیا، اس کے ہی میں آئی کہ وہ نوازش علی نے قتل کر دیے لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔

نوازش علی نے اس کے زخمی ہاتھ پر پھلایا کھنے کا کوشش کی۔ کہا: "اس میں کیا بات ہے، ہم جانتے ہی ہیں کہ ایسے ہوں گے جن کی مائیں میا ہیوں کی بے ادبیا خلاق کا شکار ہوتی ہوں گی!"

اب نادر کی جان میں جان آئی کہ نوازش علی کہتا رہا۔ "اور وہ خاندان جو فرخانی کی مگر دکانوں میں آباد ہوتے ہیں، یقیناً بے لگام سپاہ کی غرضتوں کا شکار رہتے ہیں!"

نادر کی سمجھ بیدار بات انہیں آہیں تھی کہ آخر نوازش علی کہتا کیا جا رہا ہے جب کہیتوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تو پھر جسے دشمنوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تعلیم سے محروم دیہاتیوں کی طرح اچھا انداز میں سر اٹھاتے کھڑے تھے۔ انہیں کے درمیان ایک عادت نظر آئی۔ نوازش علی اس کے حدود و دائرے پر مبالغہ سے اتر پڑا۔ وہ باتوں سے گھٹنوں کی راہیں پڑھ لیں، نوازش علی نادر کو لے کر عادت ہوا، اندر کچھ اور لوگ بھی ملے۔

اندر پہنچ کر نوازش علی نے بیرون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "کبھی اس وقت کے خطرناک پابینوں کو قید کر دیا جاتا تھا اور یہ مشہور تھا کہ جو قیدی یہاں بند ہو کر رہے وہاں کوئی آسانی حاصل کر سکتا ہے۔"

نادر کو یاد آیا کہ جنت آباد رکھو تو؟ کا یہ وہی مشہور جگہ ہے جو جازمہ کرور ہائیوے عین کیا اور اسے دوغلانا بنا لیکن اس کا نتیجہ کیا نکلا، خود ہاتھ کاٹ کر اسے دور دراز تک مشہور کیا۔

نادر نے کہا جانتا ہے کہ جب کوئی خطرناک قیدی یا سانی مرے پر آمادہ ہو تو اسے پینے کے لئے اسی حوض کا پانی دیا جاتا تھا جو جسم میں داخل ہو کر کمرنا تھا۔

نوازش علی نے حیرت سے کہا: "ہم تمہیں وہی لے جلتے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد دونوں حوض کے کنارے پہنچ گئے۔ سطح آب پر ہمیشہ جی چولی تھی اور وہاں کچھ عجیب سی قندہ بو پھیلی ہوئی تھی۔

نوازش علی حوض کی دیوار پر سر ہٹا کر بیٹھ گیا۔ اس کے پاس ہی نادر کی

نا چاہتا ہے۔

نوازش علی کہتا رہا۔ "جب ہم تمہیں قتلے لے کر چلے جتے تو یہ ارادہ کرنا تھا

سی بھی جگہ موقع پر تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں گے لیکن ایسا کرنے میں یہ احتمال

دونوں سپر حوض کے پانی میں ڈوب گئے کسی نے اوپر سے چنگ کر کہا: دلیاؤ سے بیروت نکلیے، ہاتھ کود سے اُپر آ جائیے۔

نادر نے اس بات پر عمل کیا اور بہت خرام اور ہچکی مکیں اب اس کا برا حال تھا۔ اور وہ چکر مار رہا تھا اور پتھریں بند ہوئی جا رہی تھیں کسی پاسبان کی آواز حالتِ غلب میں مٹائی رہی: آپ اس میں اس طرح گر گئے؟

نادر کے منہ سے بیس اشبار نکلا کر ہم گرتے نہیں گرائے گئے تھے: اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔

پہلے کئی در بدر ہوش آیا، نادر کو کچھ بہت: نادر اس وقت وہ جہاں تھا، جگہ ابوس نظر آیا تھی، ٹھنڈی نعرہ دے پئے اور ایک سائیں کو اپنے پاس کھڑے دیکھا پس ہی منٹوں پر ایک طبیب بیٹھا ہوا اس کی نبض دیکھ رہا تھا۔ اس نے جیسے ہی انھیں کھین دہان موجود لوگوں کے چہرے پر تلاش شدہ دھڑکن۔

نادر نے گسزور آواز میں درخت کیا: نوازش علی کہاں ہیں؟

نظر نے جواب دیا: وہ لوگ چلے گئے۔

کہاں؟ نادر نے بے چینی سے پوچھا۔

نظر نے بے دلی سے جواب دیا: اپنے وہ لوگ راجامان سٹھ کے پاس جا رہے تھے اس کے بعد آگے چلے جا رہے تھے۔

نادر نے دانت کھٹکاتے اور منہ میں کپڑا اٹھو کر وہ دیکھت ہوڑھا جھلجھلا کر وہ یہاں موجود ہوتا تو اس کا کلا ضرور داب دینے سکا۔ دھوکے باز فری، ہم گئے دیکھ رہے تھے۔

طبیب نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا، اور اس سے بولا: آرام، آرام، آرام، ہاتھ بہت سے حوض کا تیرا پانی ڈارو کر لیا جائے، اب تم راج مانجے، فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اب! دوسرے دن جب طبیعت کچھ زیادہ بحال ہوئی تو نادر کو طبیب نے فٹنگ کے اجازت دیدہ کہنے اس کے پاس ہی موجود تھی اسے ایسا لگا جیسے نوازش علی کے چلے جانے کی خبر کوئی خواب کی بات ہو۔ اس نے فٹے سے ایک باجر اس کی تعداد میں چاہی، پوچھا: کیا نوازش علی اپنے سینے کے ساتھ دوا لے چلے گئے؟

نظر نے اصرار کیے کہ: ہاں وہ سب چلے گئے۔

اس نے پوچھا: خادمہ کسے کہاں ہے؟

نظر نے جواب دیا: وہ یہاں کے ساتھ ہی چلا گیا۔

نادر نے فٹے کو طبیب ہی نظر دے دیکھا اور پوچھا: اور تم نہیں جانتیں ان سے ساتھ؟

موجود تھا کہ اگر کوئی ہاتھ پھرنی اور بہت سے لہذا کام نہ کر کے تو ہم یقیناً ہم پر غالب آجاتا یہ سوچ کر ہم نے بے پائی کیا اس عادت میں داخل ہو کر حوض کی دیوار پر بیٹھ کر جو کرنا پڑے کہ یہ کہتے ہوئے نوازش علی نے ایک نذر دار دھکے سے نادر کو تیر پلے پانی کے حوض میں گواہ یا اس کے گمے ہی خود حالت کے پھٹک کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔

حمارت کے پاس انوں نے نوازش علی کو تھپا نکلے دیکھا تو انہیں نادر کی فکر ہو کر نوازش علی اپنے ٹھوڑے پر بیٹھ کر یہ جاہ جاودہ نکلے واپس چلا گیا، حمارت کے پاس انوں علی کے جاتے ہی نادر کو تلاش کرتے ہوئے، حمارت کے مختلف حصوں میں گھومنے لگے، انوں علی کو یہ یقین ہو گا کہ اگر اس کے پیچھے حمارت کے پاس انوں کے کسی طرح نادر کو نہ لے لیا تو وہ حوض کا تیر مل پانی پی جائے کے سبب زیادہ دیر زندہ نہ رہے گا، ایک ایسا شخص جس نے اس کی بیٹی کو خود غلامی کی کوشش کی ہو اسی مر کا اسحق تھا۔

پاسبان نادر کو تلاش کرتے ہوئے جب حوض کے قریب پہنچے تو انہیں اندر کسی کے بے معنی شور کرنے کی آواز مٹائی، ان میں سے ایک نے حوض میں جھانک کر دیکھا تو نادر پر گزندہ بہتے کی کوشش میں مصروف تھا، حوض کی سطح آب کی دیوار کی وجہ سے سیاہ ہو رہی تھی۔ ان دیواروں میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جسے پکڑ کر وہ چڑھنے اور حوض سے نکلنے کی کوشش کرتا۔ وجہ بھی حوض کے کنارے پر پہنچا اور حمارت کہ دیوار سے ہر ہاتھ لگا ناچاہتا، کافی کی وجہ سے چھل کر وہ جاتا۔ دیوار پانی کی کسٹا اس کا مانتا خواب کھٹے رہی تھی اور چند گھنٹ پانی حلق کی راہ سے بہت بہا جاتا تھا۔

ایک پاسبان جیسے ہی حوض میں جھانک کر دیکھا، نادر نے چنگ کر کہا: خدا کے ہیں حوض سے نکال دو، ہم قریب کا شکار ہو گئے ہیں، پاسبان فوراً سے جلدی جلدی اپنی جگہ سے گر کر لنگر لٹکا اور اس کا ایک ہرا بیٹھ کر دیکھا اور دوسرے حوض میں ڈالی دیا اور حمارت کب ڈالے مقبوضہ سے بچنے لیجئے اور اس کے سارے باہر نکل آئیے۔

پہلے ہی پہنچا ہوا پانی اشر و کھار ہاتھ اور نادر کو فحش ہونے لگا، آہستہ آہستہ غلو کی طاری ہو رہی ہے اور اس پر مضرب ہر گزے خواب کی کیفیت طار جاتے گی اس نے زندگی کی آخری خواہش اور کوشش کے زیرِ نظر چڑی کا پر دو دن ہاتھ سے ختم کیا اور اس کی مرسلے اور چڑھنے لگا، لگا بالہ اس نے اپنے ہسیر کو

کافی زندہ دیوار سے ٹکاکر اوپر اٹھنے کی کوشش کی لیکن ہر بار پھسل گیا اور اس

میں نے عرض کیا کہ اس وقت کسی اور سے زیادہ میری آپ کو ضرورت ہے! نادر نے اس کا جواب منسوب کیا، وہ پریشان کن اور تشویشناک تھا جو میری ان نادک حالات پر اسے تھے کہ ضرورت ضرور تھی اگر وہ دایں پنج کو روکا تو کاہلہ لگائے مہلت بہت زیادہ۔ سو مند ثابت ہو گیا یہ سوچ کر اس نے نئے کو گوارا کر لیا۔

دیوان اور ادب اس شام دیاب بنگال کے جنت آباد (کھنڈی) میں اس کا دل رشتہ تھا۔ وہ اپنے ذائقہ منہیں ہیں ابھی طرح انجام نہ دے سکتا تھا۔ طبیعت آہستہ آہستہ خشک ہو چکی تھی۔ جب وہ گھوڑے پر سوار دھان کے کھیتوں اور کلاں گاروں کی بستیوں کے پیرے گزرتا تو آہنوی ہوا اور رنگ سونڈ کے ترستے ہوئے بیچوی چمرے والی دوسیر اٹھیں اس کے احرام میں تھک جھک جائیں یکدم تھے یہ کبھی تھی کہ بنگال ہے۔ وہاں کی ہر شے ناقابل اعتبار ہے۔

ایک دن جب وہ گھوٹا پھر اس کے پاس سے گزرا تو اس وقت وہ شالے مشرق میں بہہ رہا تھا۔ لیکن جب شام کا پھر ادھر سے گزرا تو نادر اپنا زین بدل چکا تھا لیکن اب وہ شالے سے جنوب میں بہنے لگا تھا۔ وہ اس کے کالے گھڑے پر سو چھنے لگا کہ آخر یہ کیا بات ہوئی؟ اس سے گزرتے ہوئے ایک مدفون گناہ سے اس نے پوچھا: ادب ہنسے کیا تو سنا سنا ہے کہ اس نلے کا مہاذا کس سمت رہتا ہے؟

مدفون پڑے۔ مے نادر کو خوف زدہ نظروں سے دیکھا اور جواب دیا۔ کبھی آخر سے دوب اند بھی اترے لیکن اس کے پاس ڈاکوئی ایک سمیت نہیں

نادر مسترد ہو گیا۔ اسی لمحے اس کے کانوں میں بنگال کے متعلق نئے ہی آواز گونجی اس دہم سے اس کا دل بنگال سے آجاکر دیا۔ آتے یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ اگر اس پر ہندوستان کا پورا دار قہر اٹک پڑا اور وہاں جہاں نشین کے لئے آپ بیٹھے ہیں دشمنی جاری ہے، اس نے حسنی ارادہ کر لیا کہ وہ راجا مان سنگھ سے مل کر سکندر مشقی ہل کرے گا اور وہ خود ہی آگے روانہ ہو جائے گا۔

اجازت طلب کرنے پر کہہ گئے۔ وہ پینٹ کے بعد راجا مان سنگھ نے نادر کو آگے لانے کی اجازت دے دی لیکن دیے نغظوں میں اپنی اس خواہش کا بھی اظہار کر دیا کہ اگر وہ پینٹ کے گنل کش میں خبر و کرا سنا دے گا تو اس کی عنایات ہمیشہ نادر کے ساتھ ہوں گی۔

نادر نے کہہ کر آگے روانہ ہو گیا ابھی وہ آگے سے دور ہی تھا کہ اسے بھر کے

نئے جواب دیا: میں چلی تو جانی کہ ساتھ کس تھک پر جو تم گناہاں میں بنی ہوئی تھی: نادر نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ فریادیں سنائی کہ وہ کس نظر سے دیکھا اور اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، اس نے بیکت حرم پوچھا: خود بالو کاں ہے؟

نئے نے نظریہ جاننے کی کوشش کی، ہنسی کر کے وہ بھی اپنے آپ کے ساتھ چلا گیا: نادر نے ہنسی کر کے اپنے لیے میں پوچھا: مہلت دقت ہوتی ہے، تم کئی پیغام میں نہیں دیا تھا؟

بالو نے نئے کو کہہ کر ہنسی کر کے ایک پیغام دیا، پیغام دیکھ کر وہ دقت آپ کو بتاؤں گی جب تک اسکی تندرست ہو جائی ہے۔

نادر آٹھ کو بیٹھ گیا اور اصرار سے بولا میں بالکل تندرست ہوں، تم ضرور دست اونچو کھ کھینچو

بے جھجک اس وقت آگے کہہ دیا۔

نئے نے بالکل افسانہ کیا تو نادر نے اسے کرا کے جھوٹا ڈالا، بولا تو تو کیوں ہر؟ بنگال میں نہیں۔

نئے نے خطرہ کر لیا: خود بالو کو تو تھا کہ آپ مجھ سے لیکن میری آنکھوں نے جتنے جلتے تھے کہ نام پیغام جھوٹ کر کہیں حالات بدل دیتے ہوتے آپ نے خود بالو کو جس طرح بے کرا کر دے کہ کوشش کی تھی، اباد جالے اس کا سچا انتقام لے لیا ہے اور یہ کہ انھیں اس منتہی سے بھی نہیں ہوتی ہے۔

نادر کہنے کا ہات پر دھنسی نہ آیا اور ہالی میں سے بے جہا محبت کرنے والی لڑکی، ایس بات کیونکر کہہ سکتی ہے؟ بولا یہ تم کی ہنسی ہے خود بالو اس بات کہیں نہیں کہہ سکتی۔

نئے اپنی بات برقرار رکھی، وہی میں جھوٹ نہیں بولوں، مجھے ہے جو کہ گناہی تھا کہہ دیا۔

نادر کس ابھی کی طرح اس کی صورت دیکھنے لگا۔

بعد میں بعد نئے نے کہا یہ بنگال ہے۔ یہاں کی کسی نے کاہلہ نہیں یہاں کے لوگ بے دقت موسم

ناقابل اعتبار صاحب چاند اور بیٹھتی، جسے وہ خود سے وہیں سے اس سنگ کی یہی خاصیت میں دگی ہے کہ لوگ قربان نہ کہتے ہیں کہ جو لوگ جہاں رہا ہے وہ ہیں ان ہی خاصیتوں کے شکار ہو جاتے ہیں

خود بالو ایک محبت سے جہاں وہ ہیں نہیں ابھی میری ہلکے اثرات کام کر گئے۔

لیکن نادر کو کہنے کی باتوں پر دہرا میں نہیں نہ کہ احتمال اس نے سوچا کہ اگر نئے کی بات درست ہے تو خود نئے پر ان خصوصیات کا کوئی اثر کیوں نہ ہوا اس نے پوچھا: اور نئے تم کہاں کی رہنے والی ہو؟

نئے نے جواب دیا: ضلای سنگ کی بیٹی بیٹی کی۔

نادر نے نفرت سے پوچھا: بنگال کا آب دہوئے تم پر کوئی اثر نہیں کیا؟

نئے نے ہنسی سے کہا: بولی، آخر کیا کیوں نہیں میں بھیں سے اب تک خود اپنے گھر میں رہی ہوں لیکن آج میں سے ان سب کو مجھ پر دیا ہے، وہاں نہیں دفن نہیں فرما دیا ہے؟

نادر نے پوچھا: لیکن میں بے وفائی کی ضرورت ہی کیا تھی؟

نادر نے اسے نفرت سے معنی خیز انداز میں نادر کو دیکھا اور جواب دیا: صرف آپ کے

خیر یار نے قراغ دلائے خواب دیا۔ ہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں پہنچاؤناوش علی البدر کچھ

شہزادے نے نادر کے طرف دیکھا اور نہایت دانائی سے پیش کش کی، شہزادہ تم
اس سے کہو کہ چلو سے دادا چاہاؤں سے قتل سے لحدان کا بدلہ نظام سنے کو ڈھائی دن کی
حکومت دے کر کچا کیا تھا۔ اسی یہ دیابت ہمارے خاندان میں زندہ ہیں، یہ چاہے تو ہمارے
امیدواروں میں شامل ہو سکتا ہے۔

جب خیر یار نے شہزادے کی پیش کش نادر سے سنا تو اس نے نہایت
جواب دیا۔ شہزادے! ہم قراب کے خاندان کی خدمت اور جاں نثاری
پیدا ہوئے ہیں اور یہ خدمت آپ سے نہیں یاچاں پناہ سے ہیں۔
نوع اور سادہ لوح خسرو نادر کے جواب سے خوش ہو گیا۔ بولا۔ جب جہاں پناہ
سے مل چکا اور واپس ہونے کو تو ہم سے ہر دو مل لینا۔

نادر نے فوراً وعدہ کر لیا۔ اب قراوش علی کے چہرے پر شہنشاہت آجی تھی۔
اس کے بعد نادر کو بارگاہ جہانگیر میں جانے کی اجازت مل گئی۔ اس وقت جہانگیر
خوش غلیوں میں مصروف تھا اس نے مسکراتے ہوئے نادر کو اپنے
ہر کیا یہ درست ہے کہ وہاں کے دگ اور وہاں کی ہر نے نا قابل اعتبار ہیں؟

نادر نے سر جھکا کر فروزان عرض کیا۔ باطلی دست سے جہاں پناہ اس غلام نے
خود اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیا کہ ایک نالا جو جیسے مشرق سے مشرق میں بہہ رہا تھا پانی نالا
پر کسی طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

ہمزاد نے اول سے آخر تک جو کچھ پیش آیا تھا جہانگیر کے گوش گزار کر دیا۔ یہاں
تک کہ تھوڑی دیر پہلے پہنچا تھے دانی ملاقات اور گفتگو کر کر دیا جہانگیر انھیں ٹھوٹے
نادر کو سخت جواب دیتے ہیں والا تمھارا ایک شاگرد پیش نے خود اور ہوا کرتے تھے
"اسے شہزادہ خسرو طلب کر رہے ہیں؟ شہزادے کے حکم سے سرتابی نامک تھی۔ قراوش علی کہنے میں خسرو ابھی بچہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے گلازوں پر اس کا بیہوش نہیں ہے، یہ
دروازے کے سر پہ ہیں جس سے وہ اپنے ہر ملے میں خود و خوش اور شیطانی صادر کرتا ہے۔ پھر
پہنچا، ہم نے اپنے ملک خواروں اور وقت پر کام آنے والوں کو ان کی توقع سے زیادہ خواہ
دیا ہے۔ تم اس وقت یہاں موجود تھے قراوش علی نے کہا کہ کیا چاہتے ہو؟

نادر نے عاجزی سے عرض کیا۔ کوئی منصب، جس سے یہ ناچیز دشمنوں کی نظریں
معرور قرار پا جائے۔

استقبال کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ مقروضی سرکش مکش کے بعد شہزادہ سلیم، نور الزخرف زندہ رہے ہیں؟
جہانگیر کے نام سے سخت نشیں ہو چکا ہے۔ اس خبر سے وہ بہت خوش ہوا اور راستے میں
بغیر دعا و دعا سے رات تا چواہ آگرتے ہیں داخل ہو گیا۔

دو دن آرام کرنے کے بعد اس نے چنانچہ سنے کی راہ نکالی اور پھر قلعے
اس دروازے سے، جس پر پتھر کے باقی کھرب تھے، نادر قلعے میں داخل ہو گیا۔
ایک جگہ میں زار پر مشرور اپنے مصاحبوں میں گھرا باؤں میں معروف تھا۔ وہ تھو
گلاب سے لڑکے لیے گاڑوں سے سروک روض میں پہنچ کر کچھ مٹھن ہوا سروکے و متور نے راجی سے جواب دیا۔ شہزادے! ہم قراب کے خاندان کی خدمت اور جاں نثاری
خسرو اور اس کے مصاحبوں کے درمیان داخل ہو کر نادر کو چھپایا تھا۔ نادر نہیں چاہتا تھی نے پیدا ہوئے ہیں اور یہ خدمت آپ سے نہیں یاچاں پناہ سے ہیں۔
اس کو قراوش علی یا شہزادے سا سنا ہو سکتا ہے وہ پیشکش چاس قدم چلا ہو گا کہ ایک سروک
قراوش علی نمودار ہوا اور تقریباً نادر کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

قراوش علی نے اس کے سراپا کا بغور جائزہ لیا اور حیرت اور انسوؤں کے سنے پر
میں کہا۔ تم زندہ ہو؟ آگے کب آئے؟
نادر کی آنکھوں میں خون اُترا کیونکہ خود باؤ کے خیال اور شاہی محل مرا کے احترام مصاحبین خاص میں گھرا ہوا خوش غلیوں میں مصروف تھا اس نے مسکراتے ہوئے نادر کو اپنے
وجہ سے خاموش رہا۔ اس کے ٹھونٹ پر کہ جواب دیا۔ ہم زندہ ہیں، گھر لا نہیں آئے تم نے نہیں، حلقہ بایا اور تم نے شرف پہنکایا بخشنا۔ باؤں باؤں میں جہانگیر نے پہنچا۔ تم بنگال سے آئے
میں گواہی کی شکل میں جو قرض دیا تھا ہم اسے بچکانے کے لئے آگے لگتے ہیں!

قراوش علی نے لا پرواہی سے جواب دیا۔ کوئی پروا نہیں، یہ جہاں پناہ کے پاس
رہے ہو؟
"ہاں! نادر نے جواب دیا اور قراوش علی کے چہرے پر مسکراہٹ کی تاڑگی دیکھ غلام کو خیال سے جنوب میں پہنچے گا۔ جہاں کے ندی ناک ٹھکانوں، اعتباریوں وہاں کائناتوں
پر کسی طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے؟

قراوش علی نے گویا سر دشن کی کہنے لگا۔ جہاں پناہ کے دوہرہ طبیعت کو مکر کرنے
پاؤں سے پرہیز کرنا؟
نادر کو سخت جواب دیتے ہیں والا تمھارا ایک شاگرد پیش نے خود اور ہوا کرتے تھے
"اسے شہزادہ خسرو طلب کر رہے ہیں؟ شہزادے کے حکم سے سرتابی نامک تھی۔ قراوش علی کہنے میں خسرو ابھی بچہ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے گلازوں پر اس کا بیہوش نہیں ہے، یہ
دروازے کے سر پہ ہیں جس سے وہ اپنے ہر ملے میں خود و خوش اور شیطانی صادر کرتا ہے۔ پھر
پہنچا، ہم نے اپنے ملک خواروں اور وقت پر کام آنے والوں کو ان کی توقع سے زیادہ خواہ
دیا ہے۔ تم اس وقت یہاں موجود تھے قراوش علی نے کہا کہ کیا چاہتے ہو؟

نادر نے عاجزی سے عرض کیا۔ کوئی منصب، جس سے یہ ناچیز دشمنوں کی نظریں
معرور قرار پا جائے۔

جہاں گھرنے پاک چھوڑتے ہوتے بچھا ہے چمک گزارش کرو۔

نادر نے پس و پیش سے دونوں باتیں ہوتے کہا: اگر جہاں پتہ میری بات چھوڑتا تو اور شکی بات نہ تصور فرمایا تو یہ ناچیز خواہش کہے گا کہ اسے میرا خود (شاہ) اصل کا اثر (طاقت) بنا دیا جائے۔

جہاں گھرنے کے کہاروں ہوں، یہ نہیں، اس کے سوا کچھ اور مانگنا۔
نادر نے جواب دیا: جہاں پتا جس منصب کا اس ناچیز کا بل نہیں، مرحمت فرمادیں۔

جہاں گھرنے کہا: پھر دست ہماری معتمدی میں رہو۔

نادر نے سر جھکا کر اپنی غلامی اور سعادت مندی کا اظہار کیا۔

نئے نادر کی اس بار نوازش علی کا سامان نہ دھوئی پھر ہی نادر کو نوازش علی اور شیراز نے ہی فائدہ اٹھایا۔ ان کا پتہ نہیں پڑھا جاسکتا تھا، ایک دن وہ صبح گھر سے باہر نکلے تو اس سے خود رو ہاتھ کا شیراز نے کسی طرف سے خود رو کہ اس کا راستہ روک لیا۔ پتا: اس دن وہ کچھیں مل سکتی ہیں تم شیراز سے کیوں نہیں ملتے؟

نادر نے جواب دیا: ہاں تم شیراز سے کتنا کہ نہیں دو باہر ملاقات نہ ہونے لگی رہا ہے معلوم کر لو۔
ملاں ہے لیکن کوشش کریں گے کہ جلد ہی ملاقات کریں۔

شیراز اسے ایک طرف لے جاتا ہوا اولیائے معین ہے کہ تمہیں جو نوازش نہ فرما سون میں اگر مراد دینے کی کوشش کی تھی؟

ہاں جیسے ہے!۔ نادر نے جواب دیا: لیکن جے اللہ رکھے اسے کو نہ چھکے! بیکر باو بیجاں وہ ایسی جرات نہیں کر سکتا!
نادر نے میں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اس خوش اخلاقی کے چھپے ایک مقصد کا اظہار تھا۔
نادر نے مکر سے کہا: شیراز! میں تمہارا گھر نہیں معلوم تھا وہ ملاقات کو ضرور حاضر ہوتے۔ یہیں مکان سے نکلے ہوئے ایک دن اس کی نوازش علی سے ملے پھر پوچھو کہ وہ ملنے سے آکر ہا شیراز سے خشک لمبے میں جواب دیا: ہمارے گھر نے کی کوئی ضرورت نہیں اچھا تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ سے منکر رہا تھا۔ دونوں کی نظری ملیں اور نادر نے غیر ارادی طور پر تمہیں بالکل ہنسینہ بن گئے۔ پھر آنکھ داب کر شہر تہ شیراز نادر کی سے پوچھا: جہاں پتا اسے کوئی خوشی کو سلام کیا، نوازش علی سے سلام کا جواب دینے کے بجائے نادر کا راستہ روک لیا اور کہیں کی شکایت کی؟

نادر نے جواب دیا: جہاں غریب غریب کرتی ہیں، مکر دوں کو مکر دوں کی طرح رستا چاہئے شکے بے پناہی باتیں بھلا دو اور ہم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ ہم دونوں یک جہ سے شیراز سے اسے منظرہ دیدار بولا۔ خود بھی سمجھا ہوا ہر پھر بھی ہم تمہیں ایک مراد اور دو درمیں

بات بتائیں گے، گھر کے کی بھائی اور بادشاہ کی گاڑی خطرے سے خالی نہیں ہوتی؟
شاید نادر نے اس کی بات سنی ہی نہیں، وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا وہ وہ کر لیں گے۔

ایک خلش کانٹے کی طرح چہرہ دہی تھی۔ اچانک سوال کیا تم نے شادی کی؟

شیراز نے بے تارسی سے نفی میں گردن بولا دی، بولا: ابھی نہیں!

نادر نے پوچھا: بھربک تک کر گئے؟

اس سوال پر شیراز نے اسے کچھ صلح دیکھ کر نادر پر ملنا ہوا گیا شیراز نے جواب دیا: شادی سے پہلے ایک عظیم الشان مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کا عہدہ کوئی اصل

نہیں، پھر شادی!

یہ کہتے کچھ اس کے چہرے پر اندر دلی خوش آئند احساسات کی سرخوشی مکر اپٹ کر بھوٹ نکلو، ایسی مکر اپٹ، جس میں چہرے کے ساتھ جسم کا دانا دانا شریک تھا۔

جب یہ دونوں جدا ہوئے تو نادر نے نہایت خوشی سے شیراز کا پیچھا کر کے اس کا گھر دیکھ لیا، ایک پیشی اٹھو فرش کی روکان کے چھپے جس کے نکل میں جانور دنا کا بڑا تھا۔

گھر بیچنے پر نادر نے لئے کو خوش خبری سنائی کہ اسے حور باکو کا گھر معلوم ہو چکا ہے

سے خود رو ہاتھ کا شیراز نے کسی طرف سے خود رو کہ اس کا راستہ روک لیا۔ پتا: اس دن وہ کچھیں مل سکتی ہیں تم شیراز سے کیوں نہیں ملتے؟

نادر نے جواب دیا: ہاں تم شیراز سے کتنا کہ نہیں دو باہر ملاقات نہ ہونے لگی رہا ہے معلوم کر لو۔
ملاں ہے لیکن کوشش کریں گے کہ جلد ہی ملاقات کریں۔

شیراز اسے ایک طرف لے جاتا ہوا اولیائے معین ہے کہ تمہیں جو نوازش نہ فرما سون میں اگر مراد دینے کی کوشش کی تھی؟

ہاں جیسے ہے!۔ نادر نے جواب دیا: لیکن جے اللہ رکھے اسے کو نہ چھکے! بیکر باو بیجاں وہ ایسی جرات نہیں کر سکتا!

نادر نے میں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا اس خوش اخلاقی کے چھپے ایک مقصد کا اظہار تھا۔

نادر نے مکر سے کہا: شیراز! میں تمہارا گھر نہیں معلوم تھا وہ ملاقات کو ضرور حاضر ہوتے۔ یہیں مکان سے نکلے ہوئے ایک دن اس کی نوازش علی سے ملے پھر پوچھو کہ وہ ملنے سے آکر ہا شیراز سے خشک لمبے میں جواب دیا: ہمارے گھر نے کی کوئی ضرورت نہیں اچھا تو اسے اللہ تبارک و تعالیٰ سے منکر رہا تھا۔ دونوں کی نظری ملیں اور نادر نے غیر ارادی طور پر تمہیں بالکل ہنسینہ بن گئے۔ پھر آنکھ داب کر شہر تہ شیراز نادر کی سے پوچھا: جہاں پتا اسے کوئی خوشی کو سلام کیا، نوازش علی سے سلام کا جواب دینے کے بجائے نادر کا راستہ روک لیا اور کہیں کی شکایت کی؟

نادر نے جواب دیا: جہاں غریب غریب کرتی ہیں، مکر دوں کو مکر دوں کی طرح رستا چاہئے شکے بے پناہی باتیں بھلا دو اور ہم دونوں کی بہتری اسی میں ہے کہ ہم دونوں یک جہ سے شیراز سے اسے منظرہ دیدار بولا۔ خود بھی سمجھا ہوا ہر پھر بھی ہم تمہیں ایک مراد اور دو درمیں

بات بتائیں گے، گھر کے کی بھائی اور بادشاہ کی گاڑی خطرے سے خالی نہیں ہوتی؟
شاید نادر نے اس کی بات سنی ہی نہیں، وہ کچھ اور ہی سوچ رہا تھا وہ وہ کر لیں گے۔

ایک خلش کانٹے کی طرح چہرہ دہی تھی۔ اچانک سوال کیا تم نے شادی کی؟

شیراز نے بے تارسی سے نفی میں گردن بولا دی، بولا: ابھی نہیں!

نادر نے پوچھا: بھربک تک کر گئے؟

اس سوال پر شیراز نے اسے کچھ صلح دیکھ کر نادر پر ملنا ہوا گیا شیراز نے جواب دیا: شادی سے پہلے ایک عظیم الشان مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کا عہدہ کوئی اصل

شاہی مذاہب اور سوارز بھی پڑے کر سکیں گے۔

جہانگیر نے چونکہ اپنے والد باریک کا ہم کیا تھا چاہے وہ بھی معلوم نہ ہو، شاہی دستاویزوں میں مطلق کر کے اس کی طرف اشارہ ملے گا لڑائی خود ہونے کے طلب گار ہوگا۔

نادر نے سر ہٹھایا اور وہ تو جہانگیر سے عرض کیا، منہ سٹافہ دوں نہیں ہیں، جو بیڑی کے ہواؤں کے وار چاہتے ہیں۔۔۔۔۔

جہانگیر نے اس کی بات کٹ دی اور کہا، تم کیوں بات مودلت جہانگیر کی کے خلاف ہے کہ تم کسی امیر کی جھگڑا جس سے دوسرے امیر کے حوالہ کر دیں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ تم اس سے یہاں تواریش ملی ہو کر گئے دو باؤ والیں۔

نادر کو ایسا لگا جیسے وہ کسی بہت اونچی جگہ سے گرا رہا ہے۔
جہانگیر کا دل بے تحاش جوش ہوا، اس نے مزید مغل پری پیکروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ہاں اگر ان میں سے کسی پر ہتھیار کا نظر انتخاب ہے تو ہم اتنی اسی وقت ہتھیار حوالہ کر دیں گے۔

نادر نے دیکھ دیا، اسی سے عرض کیا، غلام عشق کا وہی ہے، اگر خود یا تو نہیں تو میری کوئی اور کہے گا۔

اسی وقت ایک خادم خاص کسی طرف سے نمودار ہوا، چونکہ تیرنر چلا ہوا بادشاہ کے دربار کے دربار میں گیا اور ادب سے عرض کیا، جہاں پناہ! امیر الامرا ایک سنگین اور تکلیف دہ مسئلے کے حضور کو حاضر کرنے کے لئے آئے ہیں، ہمارا کہہ کر خواہنا گھر ہوا۔

ایکے کے لئے پردے منسلک پر آگاہی سے حشیش ہوئی اور حکومت کی پیشانی پر ہنگامہ کر سکی۔

شکریں پڑیں، جہانگیر اسی وقت شاہ برقع میں چلا آیا اور امیر الامرا کو وہیں طلب کیا۔
محفل میں دھڑ دھڑکی چلی اور پھر نرادر دیرینہ دی بادشاہ کے حکم سے یہ محفل بے غایت ہو گیا اور جہانگیر خاص خاص امراء شاہ برقع میں داخل ہوئے جہانگیر امیر الامرا سے کہہ رہا تھا، لیکن خرد او شاد و جہانگیر نے ان کی زبان کو گلیا تھا!

امیر الامرا نے سر جھکا کر دیکھا، جس نے عرض کیا، میں غلام کو تو شاہی منہ پٹی سے تحقیق سے لے کر غلام بھی کچھ تم کی جہالت کو سے۔
یہ ہوش نہ آیا اطلاع دی کہ کشتہ نرادر و خرد، شاہی اعظم سے گھوڑے لے کر اپنے سارے تین۔
ساتھ تین کے ساتھ بغاوت کے ارادے سے فرار ہوئے ہیں۔

جہانگیر نے ہتھیار آواز میں پوچھا، اس کے ساتھ میں جانے والوں میں امراء ہیں کوئی آپ بیکار کو دے کر زیادہ مناسب نہیں ہے۔

جہانگیر نے تھوڑی سی پوچھا، تمہیں یہ مفہوم تفصیل سے واضح کرو؟

نادر نے جواب دیا، امیر الامرا کی شہزادے سے بھائی و رشتہ جلی آبہی ہیں اور

خیر نرادر اس کا بچا تو ادب ملے!

ساری بات نادر کی سمجھ میں آگئی تھی، جہانگیر نے ایک جھنجھی نظر نادر پر ڈالی۔
دوسرے امر خانوں کو کھڑے سوائے کچھ بیک و حشمت سمجھنے کی کو سنبھل کر رہے تھے۔

جہانگیر نے امیر الامرا کو اس طرح دیکھا جسے کوئی چھوٹا بچہ بزرگ کو دیکھتا ہے، پھر پوچھا، اب میں کیا کرنا چاہتا ہوں آپ بزرگ عرض آسانی داکر ہیں؟

امیر الامرا نے دوبارہ عرض کیا، اگر حضری حکمران تو یہ غلام ہی وقت شہزادے کے تعاقب میں روانہ ہو جاتا ہے اور اس دہ لڑائی شہزادے کو اس کے بد پرہاد ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے ہندوستان میں حاضر کر دے۔

جہانگیر نے سر کے اشارے سے خود کے کوشش کو دی اور دہرے سے کہا، مطلقاً

امیر الامرا نے فکر مذہبی سے پوچھا، اگر اس امیر کی نصیحتوں کا شہزادے پر کوئی اثر نہ ہو تو؟

جہانگیر نے سوالیہ نظر دیکھ کر امیر الامرا کو دیکھا اور پوچھا، مافی الغیبر کی وضاحت؟
امیر الامرا نے کہا، اگر شہزادہ وہاں تک پہنچے کہ پھر اس دہرے سے متعلق ہے لئے ہتھیار

بھیج دے گا تو اس صورت میں غلام کو کیا کرنا چاہیے؟

جہانگیر نے گھبراہٹ آمیز میں اپنا فیصلہ سنایا، اگر وہ کسی طرح وہ راست پورے گئے تو پھر کچھ نہیں ہو سکتا، اس میں کمی نہ کرنا، کیونکہ مغلطت خوشی اور دہرے کی کمر کھات نہیں ہیں، برواشت

مگر بادشاہ خوشی نہ داند۔
امیر الامرا نے جھجک کر اور باغیوں کو پلا پلا کر جہانگیر سے سلام کیے اور گئے قدموں چل کر اس کے جلنے پر اشارے نہایت ادب سے عرض کیا، اگر جہاں پناہ اجازت دیں۔

جہانگیر نے جواب دیا، اجازت ہے!

نادر نے کہا، حضور کا شہزادے حضور کے تعاقب میں امیر الامرا کو روانہ کرنا اس

جہانگیر نے تھوڑی سی پوچھا، تمہیں یہ مفہوم تفصیل سے واضح کرو؟

نادر نے جواب دیا، امیر الامرا کی شہزادے سے بھائی و رشتہ جلی آبہی ہیں اور

اس وقت جہاں چناہے خود ہی امیر الامراء کو مشہور اور اس کے خلاف سفی کرنے کی اجازت دے دی ہے اور اس اجازت کے بعد مملکت خوشی اور قدر و نڈی کی مراعات برداشت نہیں کر سکتی کچھ بعید نہیں کہ اب جہاں بعض زبان سے کہہ سکتے تھے، امیر الامراء تو اس سے کام لیں:

جہاں کے مشہور پکند آیا اور اس وقت ایک خصوصی فرمان امیر الامراء کی دلاوی کا جاری کر دیا۔

نادیر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن جہاں کے اس کا موقع ہی نہ دیا، بولا: تمہیں یہ فر معلوم ہی ہو چکا ہے کہ قواؤش علی اور خلیجہ کی خسرو کی حاکموں میں مشرک ہیں اس ہم میں نہیں ہی مشرک ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہم کی کامیابی پر ماہ دولت خدا را در پانی فداؤش علی کی بھی تمہارے حوالے کر دیں گے۔

نادر تعین حکم ہی نہ ہو گیا۔ پھر دوسرے امر کے مشورے سے جہاں کے مشہور اور غیر فادار افراد اور خاندانوں کی نگرانی اور قید کا فرمان صادر کر دیا۔

ہم پر دلاؤ گی سے پہلے نادر نے کوئے کو خوربانو کے گھر پہنچ گیا اب اس معتبوب خاندان کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ شاہی عتاب نے عزیز رشتے دادوں کو اس گھر سے گریزاں کر دیا تھا۔

حقے نے بادل خواست ملاقات کا ہاتھ کیا، خوربانو بہت اداس تھی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ نادر کو مشہور اور اس کے معاہدوں کے تعاقب اور گرفتاری پر ہمارا دیکھا گیا ہے تو اس کا دل بھڑکا۔

نادر نے سوگوار اور بلول جہر انگلیوں کے مدد سے اوپر اٹھا دیا اور کہنے لگا: خوربانو اب ہم آپ کو عقیقہ حاصل کر لیں گے، جہاں پناہ دے دے کر لیا ہے کہ اگر ہم اپنی ہم میں کامیاب ہو گئے تو وہ آپ کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔

خوربانو نے دیرن اور خشک آنکھوں سے نادر کو دیکھا اور کوئی جواب نہ دیا۔ نادر نے اس کے دونوں گال غلبہ دیا، بولا: خدا سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں اپنی ہم میں کامیابی عطا کرے اس کے بعد ہم دونوں ایک ہو جائیں گے۔

خوربانو نے بے رخی سے لیکن سر ہونے میں جواب دیا: ہم نہ تو آپ کے حق میں دعا کر سکتے ہیں نہ پادشاهان اور شیر باز کے حق میں؟

”کیوں؟“

خوربانو نے جواب دیا: اگر مشہور اور اس کے خسرو بغاوت میں کامیاب دے تو آپ ناکام رہیں گے اور پھر پادشاهان اور شیر باز فتح مندی کی خوشی میں آپ کو کہیں کا بھی نہ رکھیں گے لیکن اگر آپ کامیاب ہو گئے تو پھر دونوں کی خیر نہیں۔ ہم یہ بالکل نہیں چاہتے کہ آپ لوگ آپس میں جہاد وقتال کریں۔

حقے نے حد میں نازل ہو کر دونوں کو گھیر دیا۔ آتے ہی کہنے لگی: ابھی بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جہاں پناہ خود بھی مشہور اور اس کے تعاقب میں روانہ ہو رہے ہیں؟ نادیر کی دل کی دل ہی نہ رہا، وہ جلتے جلتے کہنے لگا: ”اچھا خود پناہ ہم چلتے ہیں تم گھبراہٹ نصیب ہونے کے دن گھر چکے ہیں!“

خوربانو نے اچانک اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک عجیب انداز دل دیا تو اسے کہنے لگی: ہم جانتے ہیں کہ آپ کے دل میں دونوں کے خلاف کیا انتقامی جذبہ کا فرق ہو گا پھر بھی آپ سے یہ درخواست کریں گے کہ اگر دونوں قابو میں آجائیں تو ان کے ساتھ خدا ہم دونوں سلوک کیجئے گا۔

”ودعہ!“ نادر نے فرار دلائے جواب دیا۔ ”آپ طلب میں خوربانو؟“ پھر اس پاس کسی کو نہ دیکھ کر کچھ سے کہا: ”اب میں گستاخی کی اجازت دیتے؟“ خود پناہ نے شرمناک سر جھکا لیا اور دوسری طرف منہ پھیر کر بڑھ گئی اور اپنی آواز میں بولی: ”نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔“

نادر نے سستلے کے لئے کہا: ”پھر آپ جائیں اور آپ کا کام، کچھ نہیں جانتے خوربانو آپ دیکھ لیجئے کہ ایک ایک باغی یا بغاوت کو پکڑنا ہی پر پڑھا دیا جائے گا!“

خوربانو نے بول کر آنکھیں بند کر لیں۔ جب وہ خود پناہ سے رخصت ہو کر باہر نکلا تو اسے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ اسے جاگروا پس میں جانا ہے۔ اس نے حقے کو کچھ عذر دی دیا کہ میں حقے نے آ کر دو گئے ہو چھا۔ خود پناہ نے آپ کو کیا جواب دیا؟

نادر نے کہا: ”اب میں اس کے جواب کی کوئی پروا نہیں کہیں کہ جہاں پناہ سے ہم سے وعدہ کر لیا ہے کہ ہم سے باہر لا دے پس ہم دونوں کو دھوم دھام سے دانستہ کر دیا جائے گا۔ آپ اسے چراغ انعام کیامل سکھائے۔“

حقے نے دہانسی ہو گئی۔ آپ ہی آپ کہنے لگی: ”آپ کے گھر میں ہیں بھی اسی وقت تک کہ جب تک آپ واپس نہیں آجائے اس کے بعد میں بھی نہیں چلی جاؤں گی!“

نادر نے اس کی پوری بات شاید سنی بھی نہیں اور گھر سے باہر نکل کر گھوڑے پر

سوار ہو گیا۔

خسر اپنے ساتھیوں کی محبت میں مقرر اسے نکل کر لہجہ کی طرف بڑھا۔ نادر کا شکر تیری سے ان کا تعاقب کر رہا تھا، جس راستے سے خسر واداس کی سپاہ کا گزر ہوا تھا اس کی آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔ لہجہ کے قلعے درگوشہ کی سرکشی اور بشری کا عالم ہو چکا تھا اور وہ قلعے میں بند ہو کر بیٹھ چکا تھا جیسے خسر وہاں پہنچا اور قلعے کے دروازہ کو بند کر دیا تو بہت ہی جیتھلایا اور باہر سپاہ کو حکم دیا کہ کسی بھی طرح اندر داخل ہونے کی کوشش نہ کرے جہت اگر مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی تو خسر کی طرف سے قیدیوں کو سات دانگ شہر لوٹنے کی اجازت حاصل ہوگی لیکن ابھی یہ لوگ پس و پیش میں تھے کہ نادر بھی ان کے سر میں پہنچ گیا، خسر واداس کے ساتھی گھبرا کر دوسری طرف فرار ہو گئے۔

خسر دھماک کر چٹان کے کنارے پہنچ گیا، وہ شاد بولنے لگا کہ راستے سے چٹان پر گرنے لگا ہے لیکن خسر نے محسوس کی کہ وہ سودھرائی گھاٹ پر پہنچ گیا۔ چٹان پر گرنے لگا تھا توں پر بندہ فرماں پہرے تھا دیے تھے۔ خسر واداس کے ساتھیوں نے سودھرائی گھاٹ پر پہنچ کر ناچا لیکن اسی فوج میں نادر بھی ان کے سر میں پہنچ گیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ذہنی کشمکش پر سوار ہو کر فرار ہو رہے ہیں، نادر واداس کی سپاہ نے دریائے جہاں پر کشمکش کر رہے تھے۔ نادر نے تیر اندازی شروع کر دی جواب میں کشمکش جیسے ہی تیر اندازی شروع ہو گئی۔

یہ کشمکش تیر میں سے تیر چلائی ہوئی چل کر کون تک پہنچا گی کہ تیر انداز واداس کے ساتھ بھی برابر تعاقب میں تھے۔ سب جہاں تک کہ خسر کی تیر کشمکش سے اس کی کشمکش ریت پر پڑھ گئی نادر ان کے قریب جا پہنچا، دونوں میں سخت مقابلہ ہوا لیکن حقیقتاً خسر کی قسمت اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔ اس کے بیشتر ساتھی مارے جا چکے تھے اور اب ان کی حرکتیں خالی چکی تھیں۔ نادر نے پہنچ کر انہیں حکم دیا۔ اپنے ہتھیار زمین پر پھینک دے تاکہ ہتھیار جاتے نہ رہیں!

سب سے ادھر خوف زدہ لوگوں نے اپنے ہلے ہتھیار زمین پر گر دیے۔ نادر احتیاط کے ساتھ ان کے قریب گیا لیکن ابھی وہ گھنگو کا آغاز بھی نہ کر سکا تھا کہ کسی نے اس کی پشت پر سے دھڑکنا چاچا لیکن اس نے اسے کوئی سپاہی آ کر آگیا اور خود کو زخمی کر کے نادر کو پیچھا کیا۔

نادر نے اس حملہ آور کو فوراً ہی پھینک دیا اور حیرت سے کہا۔ "اسے یہ آپ نوازش علی یاد آ رہا ہے!"

نوازش علی کو سرسید سے جکڑ دیا گیا اور غصے سے نادر کو گھوندار ہا، کوئی جواب نہیں دیا۔

جہاں گھر لہجہ کے قریب پہنچ چکا تھا۔ گھر قندس کے دوسرے دیوانہ امیر اللہ خسر کی گرفتاری کے لئے نادر کے پاس پہنچ گیا۔

کھیل ختم ہو چکا تھا۔ جہاں گھر کا دران باغ میں خسر واداس کے ساتھیوں کی پیشی کا ہے جیسے سے انتظار کر رہا تھا۔ پھر ایک ہلکا سا شور اٹھا کہ شہزادہ خسر واداس کے ساتھی پایہ تعمیر پارک ملحقہ میں لائے جا رہے ہیں۔ جہاں گھر خانی قاون اور قاعدے کے مطابق خسر کو دست بستہ اور پایہ تعمیر باغ میں طرف سے جہاں گھر کے در و درویش کر دیا گیا اس کے دائیں طرف حسین بیگ بدیشی اور باغ میں طرف عبدالرحیم کو کھڑا کیا گیا۔ ان کے پیچھے نوازش علی اور شیر باز تھے۔ چٹان انہیں غصگی اور جلال سے گھور رہا تھا۔ خسر واداس فرار ہوا تھا اور انہیں سے آخرو جاری تھے۔

نادر احساس برتری کے ماتحت آگے بڑھا اور نوازش علی اور شیر باز کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک المیے بنی نوازش سے ان دونوں کی بے کسی اور بے بسی پر مسکرا رہا تھا۔ شیر باز کی گردن میں اس وقت بھی کبھی موجود بھی نادر کو دیکھتے ہی حقارت سے اس پر تھوکر دیا۔

پھر نوازش علی دیر بعد جہاں گھر کی معدلت گسٹری پر بیٹے کی محبت غلاب آگئی۔ اس نے باغیوں کے خلاف خود ہی اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔ "خسر کے سر پر آمدہ ساتھیوں کو گھر سے اور میل کی کھانوں میں اس کی مراد انہیں گھوڑوں پر اٹھا کر آبادی میں پھیرا جائے، اور بقید غلاموں اور باغیوں کو، کامران باغ اور لہجہ کے دروازے کے درمیان ترک کے آس پاس پھانسیاں گاڑ کر لٹکا دیا جائے!"

ہو جیو شاہی فرمان حسین بیگ اور عبدالرحیم کو جانوروں کی کھانوں میں سی کر آبادی کے پنجہ میں گشت کر لیا گیا۔ اور گشت ہی میں ان دونوں کی موت واقع ہو گئی۔

جب نوازش علی اور شیر باز کو پھانسیوں سے لے جایا گیا تو نادر بھی وہیں پہنچ گیا، اس وقت اس کی کچھ اور ہی کیفیت تھی۔ ایک طرف جذبہ انتقام تھا تو اسی جذبہ انتقام کے آس پاس شرافت، انسانیت اور خدا ترسی کے احساسات بھی موجود تھے۔

بھڑے تیر اور چپک زدہ شکل کا سپاہی آگے بڑھا اور شیر باز کے گلے میں پھنساؤ لٹے لٹے اس نے شیر باز کی طرح گردن کو ذہنی سیدھا کرنا چاہا تو وہ چنگ بڑا۔ نادر کو کھنٹا ہوا بولہ

دلے نقیب باڈو ملندرج رہے تھے۔

”ہو شیڈار! خبردار! بادشاہ سلامت کو مٹا کر پھر ادا کر رہے ہیں!“

جہاںگیر ابھی آگے واپس نہیں جانا چاہتا تھا، ناد نے واپسی کی اجازت لی تو جہاںگیر کو اپنا قول یاد آگیا۔ اسی وقت ایک فرما جاری کیا جس کی دوسرے نوازش علی کی جانتا

اد محمد باکو اس کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

نادہ تنکا تنکا ادا اس اور تنکا تنکا آگے تھے، ناد نے داخل ہوا۔ اس وقت صبح طلوع ہو رہا تھا۔

خود باکو اسے ادا اس دیکھ کر ادا اس ہو گئی اس نے مر اپا جتجو ادا بمسم آکر دوہن کر پوچھا۔

”ادا جان کا کیا ہوا؟“

نادر اس کی صورت ہی دیکھتا رہ گیا۔

اس نے ناد کو ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ہلا کر پوچھا۔ ”شیر باز کہا ہے؟“

نادہ جو کہنا چاہتا تھا الفاظ اور حسرت اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

خود باکو قرآن سے معافی کی نہ کہ پوچھ گچھ اس کے ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

گئی۔ خود باکو نے آندوں کی چھڑی سے اس کے دل پر آگے سے چلا دیے۔ وہ بے ہوش

برسات کو تقریباً گھنٹے دیکھتا رہا پھر بد وقت تمام رک رک کر کہا۔ ”خود باکو جب آپ

کے باپ کو بھانسی کے پھرتے سے کھڑا کیا گیا تھا تو انہوں نے انہیں ایک پیغام

دیا تھا۔“

خود باکو نے کسی لگی کی طرح ڈیڑھ پائی آنکھوں سے ناد کو دیکھا لیو! آپ چپ

کیوں ہیں۔ بولنے کیوں نہیں۔“

ناد نے خود باکو کے چہرے سے نظریں ہٹا کر دواؤں کی دہلیز پر گڑبگڑیں ادا کرتے

لگا۔ ”انہوں نے کہا تھا کہ عید باکو سے کہا، محبت بھی کرتے ہیں لیکن جس سانپ نے تہاوت

باپ کو گوسا ہے وہ کتا ہی حسین اور پیاری شکل و صورت کا کیوں نہ ہو، اس کا سقم نہیں

فرار یا مسکا کر تم اسے اپنے لگے کا بار بنا لو۔ تہاوت سے پادلے مزید کہا تھا کہ خود باکو اسے

جنا نوازش علی شریف تھا، باپ کی وصیت پر عمل کر کے تہیں بھی اپنی مراثت انہی کا

بیوت دینا ہو گا۔“

وصیت اور باپ کا پیغام سن کر تھوڑی دیر تک تو خود باکو مر جھکتے چپکے

”تم نہات اور استہزات کیوں دیکھتے ہو۔ یہ تو ایک جوت ہے میں ہا جوت تو کوئی ہی رہتی ہے۔ ہم ہا پکے ہیں اور جان دے کر اپنی ہا کا اعلان کر رہے ہیں لیکن تو کوئی یہ کہہ سکتا کی

معدلت گزرتی ہے کہ جہاںگیر نے اس باکو کے سب سے بڑے جوتی اور خیل اپنے بیٹے خیر

کو کوئی سزا نہیں دی“

شاہی کارندوں نے شیر باز کو خاموش کرنے کے لئے اس کا منہ دبا دیا۔

اس نے بے حواس اور نگین نوازش علی کو دیکھا وہ ناد سے نظر ہی نہیں ملانا

چاہتا تھا۔ ناد اس کے قریب گیا اور معلوم نہیں کیوں اس سے ایک عجیب سا سوال کر

پوچھا۔ ”اس کے بعد ہم آگے واپس چلے جا رہے تھے۔ خود باکو کے لئے کوئی

پیغام؟“

نوازش علی نے پیش اور معدباہی کے لئے انداز سے ادا کر دیکھا۔ پھر ادا قسار

بیروں لگا۔ ”ہا ہے، اگر تم لت خود باکو تک پہنچا دو۔“

ناد نے شریفانہ انداز میں وعدہ کیا۔ ”ہم آپ کے اس حشرے سوگوار اور عبور ہیں۔

آپ کا ایک ایک لفظ خود باکو تک پہنچا دیا جائے گا۔“

نوازش علی نے آنکھیں بند کر لیں اور چپکے چپکے کہنے لگا۔ ”خود باکو سے کہنا۔ محبت

کرتے ہیں لیکن جس سانپ نے تہاوت سے باپ کو گوسا ہے وہ کتا ہی حسین اور پیاری شکل و

صورت کا کیوں نہ ہو، اس کا سقم نہیں فرار یا مسکا کر تم اسے اپنے لگے کا بار بنا لو۔ تم اسے

کہنا، نوازش علی شریف تھا، باپ کی وصیت پر عمل کر کے تہیں بھی اپنی مراثت انہی کا

دینا ہو گا۔“

ناد نے نوازش علی کے پیغام کو خوب اچھی طرح حافظے میں بٹھایا۔ اس کا

دوب رہا تھا اور دل اندسے ملاحت کر رہا تھا کہ کاش نوازش علی سے ان لمحات میں

ملاقات ہی نہ ہوتی ہو تو۔

یا غیوں کو مرگ کے آس پاس کھڑی ہوتی، پچھائیوں میں شکا دیا گیا۔ رسیوں سے

ہوئی لاشوں کے مراکتے شانوں پر ایک طرف جھک گئے۔ جہاںگیر کے حکم سے ان لاشوں

دو دیاں سے شہر ادا سے خرد کی سوار کی گزری تھی، شہر ادا نے ان میں چھوٹا ہوا ہاتھی پر

تھا اور یہ ہاتھی ستانہ چالی چلتا ہوا لاشوں کے پیچھے سے گزر کر لاہور و دواست کی طرف

بٹتا، ہاتھی کے آس پاس تھوڑی کی نوح اس طرح چل رہی تھی جیسے شاہی سواروں کی جیلوں

کرتی ہے۔ خسر داپے ساتھیوں کے حشرے خوفزدہ ادا ہا ہوا اور دہا تھا ادا اس کی جیلوں

چپکے روئی رہی پھر وہ بے اختیار چیخ مار کے رو دی اور رند بھی ہوئی "آواز میں بولی۔" آپ کا پیغام مل گیا۔"

نادر نے ذرا دیر بعد اپنا سر اٹھایا اور بے خیالی میں سوال کیا۔ "خود بانو! اس بے ہمارے لئے کوئی حکم ہے؟"

خود بانو نے سسکیاں لیتے ہوئے جواب دیا۔ "کوئی حکم نہیں!"
نادر نے حسرت سے خود بانو کو دیکھا اور پھر آخری بار وہاں کے مددگار دیکھ کر باہر نکل آیا۔

اس کے پیچھے ہنستے بھی آگئی۔ نیز تیز قدم اٹھاتی ناد کے پاس پہنچی اور کہنے لگی۔ "میں نے تم دونوں کی ساری باتیں سن لی ہیں۔ اب کیا ارادے ہیں؟"
ناد نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لے کر نظر سے ہٹے کو دیکھا اور بے خیالی میں جواب دیا۔ "اب کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہم جیت کر بھی بازی ہار چکے ہیں۔ ہمارے ہوتے جواری کے پاس رہا ہی کیلئے جو کسی بات کا ارادہ کرے۔"

حق نے جذباتی اور اپنا تیرت کے لہجے میں جواب دیا۔ "تم جہاں جاؤ گے میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ تم کھو گئے تھے۔ شاید میں نے تمہیں پالیا ہے۔"
نادر نے سکی انداز میں "ہاں آں" کہا اور پھر یہ دونوں آگے سے آسپیس لے چلے گئے۔

ساتھ خود بانو مدتوں ناد کی واپسی کا انتظار کرتی رہی، اس کا خیال تھا کہ ناد نے ایک دن اس کے پاس واپس ضرور آئے گا لیکن وہ پھر بھی واپس نہ آیا۔ گم غم خود بانو کو قسمت کے سوا کسی سے شکایت تھی نہ گلہ اور وہ انتظار ہی میں ختم ہو گئی۔

شرف و عظمت و کرامت

شرق سے آئے ملایک مجیب و عزیز قوم کے سردار خان اعظم نے خوارزم شاہیوں
تباہ و برباد کیا ہیں اپنے چار شہزادہ تین خوارزم کے ساتھ دو ہائیے جن کے شمال ساحل پر بحر
سے تقریباً پچیس میل دور بحر زان محلہ میں تھا اور تندر کی طرف سے آئے تھے دالے و صوبہ
نقا میں پہلے دیکھا اور پھر یہاں تازہ آباد دیگر پہاڑوں کا اس میں سورج دیکھا پہاڑوں پر
بہو اس ایک پہاڑی طرف بھاگے ہوئے تھے اور یہیں بتایا کہ سرتندر اور خانانہ کو تندر
دہا، دروازہ قدرتی جیسی آسمانوں کے دروازے کی طرح تھیں اور وہاں سے تباہ
کر دیا وہ خوارزمیوں کا دشمن ہے اور انہیں دشمنوں کا ملک کر دیا ہے۔

تو کئی دیر بعد ہم لوگ یہاں جو خاصوں میں داخل ہو چکے تھے ہم کو دیا کہ کداسے کد
مشرق کا رخ کیا اور تندر سے گرد گرد کر کے کی طرف تشریف لے گئے اور یہاں امین
نصیب نہ ہوا اور وہ جیسے ہوئے ہرگز پہنچے اور یہاں مقام میں کر رہے تھے۔

یہ وہ مالدار ہیں پہلے ہی انتقال کر چکے تھے، پھر اسطرح اللہ کی جے کی طرف میری غیر
تربت میں مشغول رہے تھے، بخدا میں ہمارا خاندان اور میری قوم کا عمل تھا کہ ہم پر نہ تھا کہ
مشغول نہ میری قوم، پھر انارہ میں نہ تھا کہ وہاں کے لڑکے و لڑکیوں سے کیا سلوک کیا۔ میرے
دوڑ میں مشغول کی ان خاندانوں میں ہر چلے جاتے جن پر چین کے تجارتی قافلے کا سفر
گرد کر تندر کی بڑی شاہراہ پر چلے ہوئے جنوب کی چوٹی پر کون کے شہر تندر اور کداسے
ہو کر رہتے ہوئے ہرگز نہ پہنچے تھے، پھر ان کے سرتندر اور بخارا کی بنیاد کی تفصیل
معلوم کرتے رہتے تھے، ایک دن ان میں سے ایک ملازم میں ہمارے دونوں موٹوں
شہر میں کی برادری کی تعداد کو دیکھ کر پوچھا، خدا کے معاف کرے، میں نے جلدی سے وہاں
مائل کر کے کچھ دیکھا میں میں کچھ تھا۔

خوارزم شاہی ختم ہو چکا ہے، میں نے ان کی کوکری کر لی ہے، یہ

تھے اور دو دروازے پہنچے دالے و دلی جسے چلاک اور خوار
ہی ان کا خانہ، اعظم بنامہ کی جات میں میرے اپنے گھر سے پر سوار داخل ہوا
تخلی کے کداسے دینے قرآن پاک کے مندوقوں میں دیکھ کر اپنے گھوڑوں
کو تندر لکھا، ہمارے ملاک اور اپنی قوم و نصیب کی تکلیف میں جلا کر باغ بھاگتے
پر عبور کیا، ہمارے سپاہیوں کو قتل، جوانوں کو غلام، بوڑھوں کو چلاک،
جوان اور بوجہت مندوقوں کو انہیں میں تعظیم کیا گیا، پھر اسے کدہ اور

تو دینے والے لوگ پھر خدا دے دیں، ان سے غارت خانہ نے
تھا کہ ان جات میں میرے عزیز پر گھر سے پھر میں خطاب کیا، تم یقین کر دیکھ
ملائے ہر شے کی سفارش تندر اور خوارزم پہنچے ہوئے یہ شخص کسی اور ہی دنیا
کی مخلوق معلوم ہوتا تھا، اس نے کہا، ہمارے بادشاہ محمد خوارزم شاہ
نے میرے اُن سزاوار کو جو مسلمان تھے، اور دونوں ملکوں کے درمیان
تجارتی معاہدہ کی طرف سے آئے تھے، قتل کر دیا، میں جا دانی آسمان
کا جس پر وہ ہمارا ادھار ہے جس کا میں گھر ہے اس بات پر ناراض
ہو گیا ہے کہ ہمارے بادشاہ نے میرے چند مسلمان ملازمین کو قتل
کر دیا ہے، میں آسمان کی طرف ہوں اور یہاں اس لئے آیا ہوں کہ ہمارے
بادشاہ کو تباہ و برباد کر دوں، اس طرح جس طرف میں نے اور بادشاہوں
کو کھلیا ہے، دوست یہ تجھے تباہی خاطر تھا کہ ہر طرف سے مردوں
مردوں اور خوارزم کے مال و دیکھا کی آواز میں گونج رہی تھیں، انہیں میں
نہایت سے دوسری سے ایک دوسرے سے بھیڑا جا رہا تھا، خوارزمیوں
نے مردوں کی ان کے قریب دھنسنے داند کے ساتھ آہر و دیر کی
بعض غریبیت مندوقوں پر چھپ کر بڑے تین قتل کر دیئے گئے، یہ
لوگ مساجد اور محلات میں سفید گے تھے کچھ کھراپ خوشی اور خوشی میں
مشغول ہو جاتے، ساری روز دینے مندوقوں میں وہ بھی جا سکتے تھے، قتل
و کینہ و خورندہ کشند و مردہ قتل دینی دے آئے، تباہ و برباد،
سار ڈال ڈال اور چلے گئے۔

انہوں نے کارگوں اور ہزار ہندوں کو بیکار کر اپنے وطن بھیج دیا۔

مضبوط و بخوان چھٹی کوئی ہر نہ آیا تھا اور سچا میں نہیں تھے، انہیں

شقت سے کاموں کے غلام بنایا ہمارے، یوں بچوں کا کچھ بہت

رہ چلا کہ ان کا کیا مشہر ہوا، مجھے خان اعظم نے کوکری دے دی ہے، میں

قراقرم جا رہا ہوں، قراقرم میں کھلا دینے کی زمین ہے، خان اعظم کا خیال

یہ کہ میں تباہ و برباد ہوں، وہ مجھ سے بہت ساری چیزیں

اور درمی معلومات حاصل کرے گا، میں جا رہا ہوں لیکن نہیں جانتا کہ

کب تک آدہ رہوں گا؟

خط چھ کر میں لڑ گیا، اس مدت مجھے قید نہیں آئی، پھر میں چار سو ستون

١٤٠٠

[illegible]

”نہیں، مجھ سے کوئی وعدہ نہیں کیا!“ میں نے جواب دیا۔

عباس نے مزید بولا: ”تم مجھ کو دہلی میں زندانی کرنا چاہتا ہو، اب تم مجھ کو جانا چاہتا ہو، یہاں پہلے ہوئے تھے، حالانکہ نکل کر جا چکے تھے تو یہاں عایشا بن عمار میں تم کو کراہتے تھے۔ اب انہیں دولت کی کوئی کمی تھی، کوئی کہ جنوب مشرق میں یہیں سے تم کو قتل کر دینا چاہتا تھا، اب ان کی حکومت ختم، اور دنیا کے عظیم انسان اور گراں قدر خزانے ان کے قبضے میں جا چکے تھے۔ لیکن ان کے خزانے ختم ہو گئے، یہاں سے تم ان کے لئے تھوڑا سا کامیاب ہو کر لوٹے۔“

یعنی بدستور اپروائی سے جواب دیا۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے فکر رہو!

عباس نے ترشی سے کہا: "یہ فکر کس طرح ہوں، اب مجھے ہو تو یہ فکر لوں گا۔"

دولت پور بھگت سنگھ مستود رہے گا۔

جب میں نے اسے سمجھایا کہ اس نے جو کچھ سوچا ہے اس پر غلط ہے، تب وہ کسی دھک کہنے لگا کہ اگر ایشیا کی عظیم الشان سلطنتیں زیر و زبر ہو گئیں تو والد کے خان کا شہر اب کچھ زیادہ دور نہ تھا۔

یہاں یہ بات معلوم ہوئی کہ پیکر خان کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کی جگہ پیکر خان کا بیٹا افسانہ خان اس وقت تک نہیں آیا ہے۔ افسانہ خان کے انتقال کے بارے میں پیکر خان کے دوستوں کا خیال ہے کہ اس کی موت ہو چکی ہوگی۔

میرے قریبی اندر اس کے خلاف نفرت اور حقارت کا لالچا چھوڑا رہا۔ میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میرے قریبی کا وہ حال انتقال کا جتنا کہ اس سے دور ہے، اتنا ہی اس کا زمانہ گزرا ہے۔

جہاں میں تھیں انھیں قریب ہی بودھوں کے چھوڑ دیں کی بستی تھی ایک طرف چھوڑ دیا کہ بدویش ادھبے دھنکی سہواری بولی تھی اس سے خدا کے بدھ مت کا مندر تھا اور مندر کے کچھ دور مسطوری عیسائیوں کے چھوٹے چھوٹے گڑھے کے تھے کئی گھر تھے جن کے کچھ

[illegible]

اس غلام اور بدست ناک شہر میں اپنی جی، دھڑک اور ڈاڈو کو تلاش کرنا بہت

دشوار کام تھا۔ جی بہت جواب دے گا۔ دوسرے یہ کہ اس وقت تک یوں ہی لڑنا ہی کو تقریباً ملے گا۔ اس میں سے ہزاروں بیلا دور پڑے ہیں یہاں ہیں یہ ہمہ گنا چاہیے کہ مل جل کر رہیں گے اور اپنی اپنی سات آٹھ سال گزار کر گئے۔ ادھی اور دو شنگ تقسیم میں معلوم نہیں کس کے حصے میں آئیں یہاں سے صحت سلامت کے کرجائیں گے؟
 میں نے جواب دیا: میری طبیعت میں شربا لگ نہیں ہے، اس وقت ہمیں گئی ہوں۔

عباس سامان کی فرست نیا کرنے لگا۔ دوسرے حکم دیا کہ میں غنہ مطلق کی طرح گھر میں تھا اور ایک کی ضرورت ہے لیکن تم لوگ کچھ اس کے برعکس منصوبے بنا چکے ہو تو اس کی میں پڑا ہوں خاقان کے دربار میں ملنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں نے اس کا یہ حکم ماننے سے کوفی پیرا دیا نہیں۔
 بالآخر ہم دونوں میں پہلے پایا کہ دونوں ایک ساتھ اوغذائی کے پورے میں جاتیں انکا کر دیا اور اس سے صاف صاف کہہ دیا کہ سامان تجارت میں میرا یہ بھی لگا ہوا ہے اور نہ لینے مانکر حق سے کسی طرح بھی دستبردار نہ ہوں گا۔ عباس نے میری تجارت اور ضد میری سرت سے کچھ نہ لیا۔
 ایک کی فرست عباس پیش کرے گا۔ دوسرے کی میں یہاں ایک بار پھر عباس سے اپنی اور نہ خند کرتے ہوئے جبر مذبا لکھے ہیں یوں۔
 تب پھر مجھے خاقان اعظم کے رو بہ تہا تعارف بھی کرانا پڑے گا کہ یوں میں بدگلی کا اظہار کیا کہ اسے ڈسپے کہ اس کے ہونے والے سسر نے اس کی جگہ کہیں میرا تہا تو نہیں کر لیا ہے۔ میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا کہ میں عرض کیا خیال ہے؟

میں نے بے خوف دے جھوک صاف صاف کہہ دیا: شکر یہ تم تعارف کرنا کہ میں ہوں اور اب شاید میرا سے داپس بھی رہ جاؤں؟
 اس نے حیرت سے پوچھا: یہاں نہ کر کیا کرے گا؟
 میں نے جواب دیا: اوغذائی کی نوکری؟
 اس نے بظاہر اس اور ابوس لمیہ میں کہا: لیکن تمہیں ہمارے ساتھ داپس چلنا چاہیے

عباس گلبرگیا: لیکن میں تمہارا چاچا اور بھائی تو نہیں ہوں!؟
 "نہ ہو" اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں نے کہا: تم میری بات کی تردید میں نبوت پیش کرتے رہا لیکن مجھے معلوم ہے کہ رنگول مشتبہ معاملات میں زیادہ چھان بین کے فائل نہیں ہیں میں فرم میں رہ جاؤں۔

مقدمت کے پھیلے نور اکبر کرتے ہیں؟
 عباس ہمت بارگیا: نرم اوغذوزدہ لہجہ میں پوچھا: لیکن تم اوغذائی سے ہم لوگ آگے کے الاز کے بیچ سے گزرتے ہوئے اوغذائی کے قریب پہنچ گئے۔ ان وحشیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ آئے والوں پر گھر سحر کا اثر ہوگا تو آگ کے الاز کے بیچ سے گزرتے کیوں ملنا چاہتے ہو؟
 اب میں نے نفٹ لیتے ہوئے کہا: جیسا کہ تم جانتے ہو کہ میرا کوئی مستقل نہیں۔ کوئی کہ دورانہ زمان ہو جائے گا۔

خانہاں نہیں! میں نور ام سے یہ سڑ کر کے چلا ہوں کہ مطلق کے خاندان کو اپنی اصل مشیت سے آگاہ کر کے درخواست کروں گا کہ وہ مجھے بھی قتل کر دیں۔
 عباس کے سارے کسی فن کل گئے۔ پائل نرم پڑ گیا۔ یوں کہ تو تم پڑے ساتھ خواہ مخواہ کوئی کس نے بھی کھایا کیا بھی نہیں۔

خاقان اعظم کا پورے لکڑی کے ڈھلچے پر سمودوں کو منہ کر کر دیا گیا تھا۔ اس کا دروازہ جنوب کی سمت تھا۔ ہم اس سے اندر داخل ہوئے، وہاں چارے آس پاس لکڑی کا

ہیں لیکن قوت کر کے؟
 اس نے کہ تم میرے لئے کتوں کھونے جارہے ہو!
 عباس نے کہہ: لیکن میں نے جو کچھ کہا تھا کیا تم نے اس کا سنجیدگی سے ٹھیکر پر مرخان، تو ان باشی، دستوں کے مراد اور شانہ لطیب، جادوگر اور پاری، جوتے میں باؤں کی دودو چوٹیاں گوندہ مہول پر تھوڑا سا اوغذائی کے پلاہلے بیٹھے ہوئے تھے، ہمارے داخل ہوتے ہی ان کی حریف نظری ہمارے طرف اٹھ گئیں، ہم لوگ اوغذائی کے قریب پہنچ کر دواؤں

قبول کیلئے؟
 میں مذاق کرنے کا عادی نہیں ہوں!
 عباس کا تو حال ہی بہت برا تھا۔ کہنے لگا: "چھا بھائی! یہ بہت دیر ہے، ہم اپنے

ہم نے اپنی فرست یہ کہہ رکھا تھا کہ اس کی خدمت سے پتہ چلتا ہے بھائے ہیں اپنی باتوں میں اچھلتے کھٹے کی کوشش کی۔
 میں بطور تحفہ پیش ہے۔ اور خاندانی فرست ہماری سامنے رکھ دی اور اس میں سے کچھ
 چیزوں کے لئے یہ حکم دیا کہ انہیں اس کی خدمت میں پہنچا دیا جائے وہ ان کی قیمتیں ادا کرے گی۔
 گاؤں نے اس موقع پر خاندان کو ایک ایسا پروردہ تحفے میں پیش کیا جس پر ترائی میں ہی شکار کا
 منظر پیش کیا تھا اور خاندانی زمین میں اپنے رنگ کے شہر کو بہت سے ہزار ہا پریشانی زدہ بچاں جانتے تھے۔
 بالکل ادنیٰ پر حملہ آور دکھایا گیا تھا۔ اور خاندان بہت خوش ہوا اور اس کے بائیں طرف بیٹھی
 ہوئی تو درگاہ کیست تو بہت زیادہ محفوظ ہوئی۔ اس نے اس پروردہ کے چلے میں بہت سرائے کر رہا ہوتا۔
 منگولانے لڑکی سے کہہ کہ اس اور لڑکی نے اسی کی زبان میں کوئی جواب دیا۔ اس کے
 سونا عطا کیا۔
 ہم نے خاندان کو اس کا مطلوبہ سامان پہنچا کر برسی دولت کافی۔ اب جو سامان ہم نے اس سے لیا ہے وہ اس سے بڑی
 تھا اسے منگول آبادی میں فروخت کرنا تھا۔

میں نے لڑکی کو جو فرست سے دیکھا تو رنگ رہ گیا اس کے اعضا میں غضب کا تناسب دیکھ کے چاند سے کہہ تھا۔ میں نے ان کی خواہش پر ہر ایک فرد کے خاندان اور شخص کے
 تھا۔ یعنی چہرے پر سرور و سفیر و سخاوت کے ادنیٰ جانب، ناک اور ہونٹ کے ادنیٰ زنجیر سے سامنے دیکھ کر کہتے۔ لڑکی نے کہا تھا کہ لڑکی نے خاندان کے لئے اور منگولانے جیسے کوہت پند کیا۔
 کے اور میرے کے شفاف ہر ایک تہہ جو چھادی گئی ہو، ان دونوں کے ساتھ ہی کہاں سے بھی، بغیر ہر دوں کی لڑکی نے ایسا کرنے سے مستحکم کیا اس نے کہا کہ یہ منگول بہت اس قدر
 گیا اس لڑکی کو بہت بہت بری لگی اس نے اپنی زبان میں معلوم نہیں کیا کیا لیکن چہرے کا لڑکا ابھی تندرست نہ کرے گا، بلکہ اپنے خاندان کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرے،
 منگولانے دونوں کی بائیں گونگی کی طرح اس رہا تھا اس لئے لڑکی سے کہہ پوچھا میں
 چڑھا اس کی خفگی کا پتہ دیتا تھا۔
 اچانک لڑکی بول اٹھی، اس نے عباس سے فریادیں کی ہیں کہا، تم یہاں مت اور جواب دے کر کہہ دے گی۔ میں نے پوچھا۔
 میرے سامنے منگول کو تم سے نفرت ہو گئی ہے یہ کہانت ہے کہ تم کو تاخیر نہ ہوتے اور خاندان نے
 تمہیں امان نہ دی ہو تو یہ تمہیں قتل کر دیتا۔
 عباس بھی ایک ڈھیسٹ تھا نہایت سناٹ سے دریافت کیا، لیکن جبراً مقصور تھا۔
 لڑکی نے جواب دیا، یہ تم سے (میری طرف اشارہ کر کے) اس کا پتہ پوچھ رہا تھا کہ اسے کیا ہے؟

عباس کو فرستہ دیکھ کر ہلکا سا اس کے چہرے ہی منگول خوش ہو گیا۔
 بعد میں پتہ چلا کہ یہ منگول ہمارا خرید ہوا تھا اور جب ہم خاندان کے یوت میں گئے تھے
 کی طرف نظر آیا۔ ایک تینیس چھتیس سالہ دیلا ڈالا آدمی، سترہ سالہ عرصہ میں اس کے منہ پر شکار گاہ دے گئے تھے سے بہت متاثر ہوا تھا اور اب اپنی اتاری
 کھڑے نظر سے اچھا ہوا تھا۔ نیکو کافر جلد ہی ہر ہو گیا۔ میں اچھا کہہ رہے تھے کہ اس کی نظر میں میرے ساتھ کھڑے کی قیمت سے آیا تھا یہ اترا سر قند کے شمال مشرق میں ایک منہ بڑا
 پر ہی گڑی ہوئی تھیں۔ مجھے اچھا ہوا کہ یہ مسکراتا ہوا میری طرف بڑھا اس کے ساتھ ہی لڑکی اور یہ لڑکی اسی قلعہ دار کی بیٹی تھی، جو منگولوں کی تہہ قلعہ کے بعد اس تو ان بائیں
 بھی میرے پاس آگئی۔ میں نے پہلی ہی نظر میں دونوں کے بارے میں یہ سمجھ لیا کہ لڑکی تو اپنی بہن میں آئی تھی یہ تقریباً چار سال سے یہیں رہ رہی تھی، اس طرح میں اس نے منگولوں کی
 طرف کی ہے اور دو منگول جو غالباً گھڑت مرثاں نوشی اور عیاشی کی وجہ سے بڑیوں کا ان کو سیکھ لیں تھی، لیکن منگول اس کی زبان نہیں سیکھ سکا تھا۔
 ڈھانچا رہ گیا ہے۔
 میں نے لڑکی کو جو فرست سے دیکھا تو رنگ رہ گیا اس کے اعضا میں غضب کا تناسب دیکھ کے چاند سے کہہ تھا۔ میں نے ان کی خواہش پر ہر ایک فرد کے خاندان اور شخص کے
 تھا۔ یعنی چہرے پر سرور و سفیر و سخاوت کے ادنیٰ جانب، ناک اور ہونٹ کے ادنیٰ زنجیر سے سامنے دیکھ کر کہتے۔ لڑکی نے کہا تھا کہ لڑکی نے خاندان کے لئے اور منگولانے جیسے کوہت پند کیا۔
 کے اور میرے کے شفاف ہر ایک تہہ جو چھادی گئی ہو، ان دونوں کے ساتھ ہی کہاں سے بھی، بغیر ہر دوں کی لڑکی نے ایسا کرنے سے مستحکم کیا اس نے کہا کہ یہ منگول بہت اس قدر
 گیا اس لڑکی کو بہت بہت بری لگی اس نے اپنی زبان میں معلوم نہیں کیا کیا لیکن چہرے کا لڑکا ابھی تندرست نہ کرے گا، بلکہ اپنے خاندان کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرے،
 منگولانے دونوں کی بائیں گونگی کی طرح اس رہا تھا اس لئے لڑکی سے کہہ پوچھا میں
 چڑھا اس کی خفگی کا پتہ دیتا تھا۔
 اچانک لڑکی بول اٹھی، اس نے عباس سے فریادیں کی ہیں کہا، تم یہاں مت اور جواب دے کر کہہ دے گی۔ میں نے پوچھا۔
 میرے سامنے منگول کو تم سے نفرت ہو گئی ہے یہ کہانت ہے کہ تم کو تاخیر نہ ہوتے اور خاندان نے
 تمہیں امان نہ دی ہو تو یہ تمہیں قتل کر دیتا۔
 عباس بھی ایک ڈھیسٹ تھا نہایت سناٹ سے دریافت کیا، لیکن جبراً مقصور تھا۔
 لڑکی نے جواب دیا، یہ تم سے (میری طرف اشارہ کر کے) اس کا پتہ پوچھ رہا تھا کہ اسے کیا ہے؟

میں نے جس مسلمان سے یہ سوال کیا تھا وہ جواب دینے کے بجائے تلواریں سے
بہری صولت دیکھنے لگا۔ اس نے کچھ تاڑکر کے بند پوچھا۔ تم کہاں سے آئے ہو؟
میں نے جواب دیا۔ مہرات سے؟

اس نے پوچھا۔ پھر تمہیں مرتد اور سجنالکے امرا اور حکمرانوں کی خواتین کی تفصیلات
کیوں مطلوب ہیں؟ پھر یہاں سوال کیا۔ کیا تم جلدی تاجر ہو؟
میں نے جھوٹ بول دیا۔ ہاں میں جلدی تاجر ہوں اور اگر یقین نہ ہو تو میرے چچا زاد
بھائی عباس سے پوچھ لو۔

اس شخص نے اور زیادہ حیرت کا اظہار کیا۔ چچا زاد بھائی؟ یہ ممکن وہ تو ہمیں
ایسا نوکر بتاتا ہے؟

مجھے اندازہ ہو گیا کہ عباس میری لامعلی اور غیب میں بڑی کاٹ کر رہا ہے، میں نے
اور بدلے کہا۔ عباس میرے چچا کا لڑکا ہے وہ مجھ سے بڑا ہے، اور چھوٹا بھائی اپنے بڑے
بھائی کا بھائی کے علاوہ تو کرم بھی تو ہوتا ہے؟
وہ شخص چلا گیا لیکن اس کے جانے کا انداز بتاتا تھا کہ وہ میرے جواب سے مطمئن
نہیں ہو رہا ہے۔

دوسرے دن تک میری مشترکات خاص شہرت پا چکی تھی، مجھ سے قزاقم کے کئی
غلامی مسلمانوں نے گریہ کرید کر یہ جاننا چاہا کہ میں تاجر کے علاوہ حقیقت میں کیا ہوں، میں انہیں
یہ جواب دیتا رہا کہ میں صرف تاجر ہوں، اس کے سوا کچھ بھی نہیں، لیکن مجھے وہ دہر کر عباس پر
بڑا غصہ آ رہا تھا، یہ کیفیت یوں چپ چل رہی تھی کہ وہاں نہ ہو، میں یہاں تک
مشترک اور چھوٹ قزاق یا کاکوگ مجھ سے کمر لے کر آئے، یہاں تک کہ جب میں مسجد میں نماز
پڑھنے جانا تو لوگ مجھ سے دور دور رہتے اور مجھے دیکھ دیکھ کر آس میں اشارے بازیاں
کرتے دہشت، یہ سب میرے لئے سخت ناقابل برداشت تھا۔ میں دو دہرے کھلنے کے بعد
عباس سے مل گیا اور اس سے صاف صاف پھر دیا کہ وہ اندام میرے خلاف جو سازش کر رہا
ہے، میں اس سے لاعلم نہیں ہوں اگر میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوا تو اپنے ساتھ لے بھی چکنا ہوں
کہاں تک کہ وہ میرا چچا زاد بھائی ہے۔

عباس نہیں بڑا۔ وہ میری دہلی سے خدا بھی مر غروب نہ ہوا نہ ہیئت امینان سے بوللا
تمہیں اختیار ہے جو چاہو ہو کوئی نہ حقیقت ہے کہ تم خود م شاہی خاندان کے ایک ذہ ہو اور
میں تمہارا کوئی بھی نہیں، محض ایک تاجر ہوں اور میری اس بات کے وہ مسکندوں تاجر گواہ ہیں
جو میرے ساتھ آئے ہیں یا کہتے رہے ہیں، اور ان میں سے ایک بھی نہیں ایک جلدی تاجر کی

میں نے اس کے مطلوبہ سامان کی جو قیمت بتائی، لڑکی نے اسے چار سے حزب دہ
دیا۔ جب وہ سامان کے دروازیں جانے لگی تو میں نے اس کا نام دے دیا فنت کیا۔ وہ جواب ڈال
گئی کہنے لگی۔ نام مت پوچھو کیونکہ جیسے ہی میں اپنا نام لوں گی یہ مرضی خود سمجھ جائے گی
کہ میں تم سے ذاتی نوعیت کی باتیں کر رہی ہوں۔
میں چپ ہو رہا۔ وہ سامان لے کر چلی گئی اور میں دل میں یہ سوچتا رہ گیا کہ دیکھو
کبھی ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔

ان کے چلتے ہی عباس آیا اور مجھ پر گرم ہونے لگا کہ۔ جب اس کی تبدیلی ہو کر
تھی تو میں نے اسے دو دن سے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ جملہ سامان تجارت کا اصلی مالک عباس ہے
اور اسی سے انہیں بات کرنی چاہیے۔

میں نے جواب دیا کہ اصل مقصد تو ان سے یہ ہے کہ تم پوچھو یا نہیں؟
عباس نے کہا۔ میں ان سے اس قیمت سے کہیں زیادہ وصول کرتا ہوں
ہزاروں میل کا سفر میرے تقریر کے لئے نہیں کیا۔ ہم کمانے آئے ہیں اور مجھے افسوس ہے
کہ تم پوچھنا نہیں ہو!

میں اس سے ابھی نہیں چاہتا تھا خاموش ہو رہا لیکن اس کا چہرہ ہی ہوا
تو یوں اور سکتے تھے ہوشوں سے یہ اندازہ ضرور ہو گیا کہ وہ آہ کے ناخوشگوار دانتے
جستہ دل برداشتہ ہے۔

مجھے عباس پر دہرا بھی اعتبار نہ تھا۔ اس کے پاس سنگولی خریداروں کا نشانہ لگا رہا
انہیں خوب لوٹ رہا تھا اور اندازہ اندازہ کہ مزیجین کی مدد سے سنگلوں سے خوب
پس کر باتیں کرتا رہتا اس نے مجھے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ میں نے چند مقامی مسلمانوں
تعلقات بڑھاتے اذان سے خواہش کی کہ میں قزاقم کی پوری آپا دی میں گھوم پھر کر دیکھ
ہوں لیکن انہوں نے ایسا کرنے سے مجھے روکا کیونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ میرے گھومتے ہوئے
کا سنگولی مطلب لین گے کہ میں تاجر کے روپ میں کسی مسلم ملک کا جاسوس ہوں جو قزاقم
جاسوسی کرنے آیا ہے اور سنگلوں کے پاس جاسوسی کی مرقم ہے، یہاں مجھ سے ایک ایسا
سرنہ ہو گئی کہ اگر وہ زیادہ پھیل جاتی، تو میں خود بخود ہی غلطی کا شکار ہو کر قتل ہو جاتا۔
مجھے قزاقم میں بلا مجھے گھومتے پھرنے سے روکا گیا، انہوں نے غلطی سے یہ پوچھ لیا کہ یہاں اس
اور جس کے مقررہ گہاں گہاں رہتے ہیں، اور اس سے بھی زیادہ مستندین میرا
تھا کہ میرے تہ اور بچاؤ کے امرا اور حکمرانوں کی خواتین تقسیم ہوں اس کے لئے
آئی ہیں؟

جھگڑا خاقان کے سپہسپہنوں سے ڈرا اُن کے جا کر ایک دہرے شاندار لودت کے سامنے پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ دونوں منگول سپہنوں نے گونے اور ہاتھ پکڑ کر جیسے اُٹارے وہ جیسے ساتھ لے ہوئے جیسے میں داخل ہوئے یہ انداز سے بہت ہی شاندار تھا جیسے ایک چھوٹی سی چوکی پر چھا دیا گیا جس پر فیضی خدایا ہوا تھا۔ مجھے شہنشاہ کے یہ لودت خاقان کی حوالہ ہو گا جس میں عمر جون کو لکر قید کیا جاتا ہو گا۔ چھوڑ دی میرے لودت کے اندر صفی درکار پر وہ بلا اور اس میں سے دیکھ کر بہت خوشی منانہ دیکھتا منگول نمودار ہوا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنی زبان میں کچھ کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ اس کے جیسے ہی انہوں نے حسین لڑائی لگائی منگول نے دونوں منگولوں کو کچلے جانے کا اشارہ کیا وہ باہر چلے گئے۔ منگول نے مجھے بلے جانے کا اشارہ کیا اور خود بھی اپنی حسین محبوبہ کے ساتھ دوسری چوکی پر میرے سامنے بیٹھ گیا۔

اب میری جان میں جان آئی منگول نے ٹوکی سے کچھ کہا۔ لڑائی مجھے سے مخاطب ہوئی۔
 "فانبا تہما نام جنید ہے اور میرا بہتری شوہر لوت خان، خاقان اور غلامی خان کا بیٹا بھی ہے اور تو مان باش (رفیق دوست کا مرد) بھی مجھے بہت پڑا ہے۔"

میں نے کچھ بھی نہ کہا، میں چاہتا تھا کہ پہلے میں اپنے بلاتے جانے کی تقریب سے آگاہ ہو جاؤں اس کے بعد کچھ کہوں۔

ٹوکی نے مزید کہا میرے منگول ظہر نے تمہیں بہت پسند کیا ہے یہ کہتا ہے کہ تم (مجھے) آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن دوسرے متحد شہر لوں کی طرح ذرا جھوٹے آدمی ہو، میں نے کچھ راکر پوچھا۔ میں جھوٹا آدمی نہیں ہوں، منگول مرد کو میرے جھوٹے ہونے کا علم میں طرہ ہوا۔

ٹوکی نے منگول کو ایک نظر دیکھا، پھر مجھ سے دریافت کیا، کیا تم خوارزم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟

میرے پیرو دل سے ذہن نکلا گئی۔ میں نے گھبراہٹ میں اس کی تردید کردی۔ یہ میرا غلط ہے میرے خلاف سوجھی سمجھی اڑائی ہوئی انہوں نے۔

منگول نے مجھ سے کوئی سوال کیا۔ میں کی ترجمانی ٹوکی نے کی۔ میرا شوہر منگول پر پوچھتا ہے کہ تم کہاں کس نے آئے ہو؟

میں نے جواب دیا، میں جو کچھ چوں مناسب جانتے ہیں؟

ٹوکی نے کہا، "میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ جو حقیقت ہے اسے صاف صاف بتاؤ۔ کیونکہ سچے بول کر قتل ہو جانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی جھوٹ بول کر قتل ہو جائے۔ تم بھی اپنی منگولوں کی فطرت سے واقف نہیں ہو، یہ انہیں پہنچا کر تم سے سچ بولا گئے،"

اس وقت میں عجیب شکل میں تھا۔ اگرچہ موت تویر اُٹھ کر دیا جانا یقین تھا اور

حیثیت سے نہیں جانتا؟
 میں اس کے اطمینان سے بھی یہ بات نہ سمجھ سکا کہ وہ اپنا کام ختم کر چکا ہے میں کسی طرح بھی اپنے اس جھوٹ کو پتہ نہ ثابت کر سکوں گا کہ عباس میرے پتھر کا لڑکا ہے۔

عباس نے کہا، "میں ان کے سبھی لوگ جانتے ہیں کہ سمرقند اور بخارا کے مستند امرا اور شاہی خاندانوں کی حمایت کے لئے میرے دل میں ذرا بھی جارہے نہیں ہیں، یہ تم ان کی جستجو اور تلاش میں ہر وقت بہت پریشان اور کھوٹے کھوٹے دہنے ہو۔"

بقا میں بات کھانچا تھا۔ عباس نے یہ کچھ کر کے اور زیادہ خوفزدہ کر دیا۔ خاقان کی طرف سے مختصر قریب بلاوا آئے والا ہے، اور وہ میرے سامنے ہیں بہت سخت پرہیز کرنے والا ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ اب میرا جھوٹ، میرا ساتھ نہ دے سکے گا۔ اور میں شاید اب منگول ہاتھوں نکل کر چلاؤں!

ایک درکار جھگڑا میرے دروازے پر آکر دیا اس کے متعلق ایشیہ سابقان کے لکازر عقیق رنگوں کی حمایت میں ملک رہا یقین اور اس کے آگے دھکھوٹے جتے ہوئے تھے، اس آواز میں کہ ہم دونوں ہی دروازے سے باہر آگئے۔ عباس کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی اس میں سے دو منگول کودے اور شدید تلواریں کرت لگائے ہماری طرف بڑھے تو میرے ہو گیا کہ خاقان کے دربار میں میری طلی ہو گئی ہے، ان دونوں نے میرا نام لیا اور اپنی زبان کہا، "وہ غالباً پوچھ رہے تھے کہ وہ دونوں میں سے جنید کس کا نام ہے؟" عباس نے میری اشارہ کر دیا، ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا چھوٹے کی طرف سے جانے میں کوئی مزا محنت نہ کر سکا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ منگولوں نے میری مزاحمت کا منہ بقاء تو لیا جاتا اور یہ میرا بدترین سنگین جرم قرار دیا جاتا۔

حبیب میں ہوا تھا چھوٹے پر بیٹھ رہا تھا تو میں نے گویا آخری بار میرا تو کی طرف دیکھا اس نے مسکراتے ہوئے اس طرف ہاتھ دیا گیا گواہ مجھے ایشیہ کے لئے جدا کر رہا ہے۔

میں نے اپنے چھوٹے بان سے گھوڑوں کی لگا میں ڈھیلی چھوڑ دو اور دھڑکنا تھا ہوا ایک طرف دوڑا ہو گیا۔ ہم معمولی بچوں کو پیچھے چھوڑتے ہوئے شاندار لودتوں میں داخل ہو گئے اور مجھے اپنی طرح معلوم تھا کہ میں اساتے سے خاقان اور خانی کے حکم پہنچا تھا۔ کچھ دیر بعد مجھے خاقان اعظم کا عقلم انسان لودت نظر آئے۔ لگا۔ لگا۔ لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ میری موت کا فرشتہ چھکڑے پر میرے ساتھ ہی سفر کر رہا ہے۔

اگر چھوٹ کا نام ہوتا تھا تو تکلیف دہ اور اذیت ناک عمل تفتیش کا سمجھنا بھی شاید لازمی تھا۔ لڑکی نے میری مشکل آسان کر دی، "ہاں ہاں، دوست! بہت سے کام لو، جو کچھ حقیقت ہے پتہ چلے گا۔"

میں نے چاروں طرف سے محصور ہو جانے والے سپاہی کی طرح ہتھیار ڈال دیے اور دروغ آمیز جملے دیے۔ میرا خوارزم شاہی خاندان سے بہت دور کا تعلق ہے لیکن میرے ختمیاتی مباحثے عباس کی بد نظمی کے اسے میرے خلاف نرم لگنے پر مجبور کر دیا اور وہ یہاں میرے بوجہ ایڑا نہیں اڑھیں ہیں ان کا بیٹہ بھی عباس ہے۔

لڑکی اپنے شوہر شگول کو کچھ سنجائی دی اور پھر دونوں آپس میں بحث مباحثے لگے۔ میں بس اتنا ہی اندازہ کر سکا کہ شگول میرے خلاف تھا اور لڑکی مسیرواؤں کو دہرائی تھی۔

یہ ایک لڑکی مجھ سے مخاطب ہوئی۔ "تم بخدا اور سمرقند کے امرا اور شاہی خاندان خواہن کی بابت کچھ جانتا چاہتے تھے؟" چونکہ عاجز فکر سوال کیا۔ میں تمہارے ہر سوال کا موقع صحیح جواب دینا چاہتا ہوں۔

مجھے یہ بتا دو کہ مجھے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا۔ "میرا شوہر کومان باشی ہے اور خاقان نے تمہارا عالم میرے کے سپرد کر دیا ہے۔ اپنا تحقیقاتی ماترہ خاقان کی خدمت میں پیش کر دے گا اور خاقان تمہارا فوراً ہی اپنا فیصلہ صادر کر دے گا۔"

شگول نے کچھ کہا اور پورے کے تمدنی حصے میں چلا گیا۔ لڑکی نے کہا، "اسو من کاب تمہاس وقت تک میرے شوہر کی قید میں ہو جب تک تمہارے مقدمے کا فیصلہ نہ کر دے۔"

محمودوی ویر بعد ان دونوں نے پھلوں اور شراب سے میری ضیافت کر لی جا رہی تھی۔ انکار کر دیا۔ اس وقت مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ لڑکی نے کہا، "اگلے دن نہ کرو اور نہ ہی شگول ناراض ہو جائے گا کیونکہ اسے یہ لوگ اپنی ہتک سمجھتے ہیں؟"

میں نے کچھ بھل کھا لیا لیکن شراب نہیں پلا۔ مجھے ملوں دیکھ کر شگول نے لڑکی کے دیرینے تسلی دی کہ مجھے گھبرانا نہیں چاہیے۔

یہاں نیلے جادوئی آسمان کا انصاف قائم ہے کسی زیادتی کا امکان نہیں ہے اگر میں مجرم معاف نہ کیا جاؤں گا اور اگر بے گناہ نکلا تو مرے سے محفوظ رہوں گا۔ یہاں کسی کی سفارش نہیں منہدم لاؤ نہ دشواری۔

مجھے اپنی قیام گاہ پر نہیں جانے دیا گیا۔ اسنے خان کومان باشی کے بیٹے میں زبردستی دیا۔ لڑکی کئی بار آئی اور تسلی دلتے دے کر چلی گئی۔ اسی دوران مجھے لڑکی کا نام بھی معلوم ہوا کہ اس کا نام خیرمانی تھا جو خوارزم شاہی کا کام میں تھا۔ میں نے اپنے دیکھوں کو بھول کر اس سے کہا، "خیرمانی! کیا تم یہاں خوش ہو؟"

اس نے جواب دیا۔ "خوشی اور ناخوشی، افسانہ اور عارضی چیز ہی ہیں، یہیں تو کوحالات اور مشکلات کے مطابق دھماکا پڑتا ہے۔" پھر مجھ سے سوال کیا، "کیا تم اس زبردستی زندگی سے مطمئن ہو؟"

میں نے جواب دیا، "بالکل نہیں؟" لڑکی نے کہا، "پھر اس زندگی کے خلاف کچھ کرو؟"

میں نے بے بسی سے جواب دیا۔ "میں مجبور ہوں" اپنے دفاع میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

"اسی حال میں سب کہتے،" لڑکی نے کہا، "ان حالات میں بہترین طریقہ یہ ہے کہ کوئی تو کوحالات کے حوالے کر دے؟" مجھے خیرمانی کی شکل کی طور پر باتیں بھی بڑی پیاری لگ رہی تھیں، میں نے اس سے پوچھا، "خیرمانی! اگر خاقان نے مجھے معاف کر دیا تو مستقبل کے لئے مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟"

وہ میرا مطلب نہیں سمجھ سکی۔ پوچھا، "تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ خداحافظ بات کرو۔" میں نے جواب دیا، "اس دن یا میں، ہیں بالکل تنہا ہوں! میں یہاں قراقرم میں ہوں یا ہرات میں میرے لئے دونوں ہی صورتیں یکساں ہیں! اگر میں یہیں رک جاؤں تو کیسا رہے گا؟"

لڑکی نے جواب دیا، "تم ناخوار ہو، تمہیں ناخوار ہی رہنا چاہیے، کسی ایک جگہ پھر کی طرف بڑے دھڑا کوئی اچھی بات تو نہیں؟"

میں نے بہت سے وہ بات کہہ دی جس کا ابھی شاید وقت نہ تھا۔ "خیرمانی! میں تمہاری سے آگیا ہوں، مجھے ایک رفیق کی ضرورت ہے، ایک خوبصورت اور عقلمند رفیق! جو تمہاری بات کا مطلب سمجھتی ہو۔" کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ نکل چلوں گا تو یہ بھی ایک ہی رہی! اگر تم مجھے دینے کے آخری گناہ سے شک سے کچھ چلے جاؤ گے تو وہاں

یہاں نیلے جادوئی آسمان کا انصاف قائم ہے کسی زیادتی کا امکان نہیں ہے اگر میں مجرم معاف نہ کیا جاؤں گا اور اگر بے گناہ نکلا تو مرے سے محفوظ رہوں گا۔ یہاں کسی کی سفارش نہیں منہدم لاؤ نہ دشواری۔

جیسی یہ منگول پہنچ جائیں گے ان سے جیسے جی میں مفر نہیں ہے اور پھر یہ کہ میں یہاں خوش حال تھا
گزار رہی ہوں؟

میں نے بات بٹائی کہ میرا وہ مقصد ہرگز نہیں ہو غلطی سے تم سمجھ بیٹھی ہو، میں قرآن فقیر
کہہ رہا ہوں کہ مجھے تمہاری جیسی مشکل و مصرت اور عقل کا سامنا کرنا پڑا ہے؟

”یائیں مت بناؤ؟“ اس نے ترشی سے کہا۔ ”تہبازی باتوں کا ایک ایسا مطلب
ہے اور وہ مطلب وہی ہے جو میں نے تمہاری سمجھا ہے۔“ پھر اسٹوس سے بولی۔ ”اسٹوس تو میری ہے اور باقی کیوں جویت مانی ہے اس کے مشورہ دونوں پر خان اعظم جیکر خان بھی چلا کرتا تھا اور اب
تم یہ باتیں اس حالت میں کر رہے ہو کہ پتہ نہیں کل کی شام نہیں دیکھنا نصیب بھی ہو گی بخان خان بھی اس کے ستور دن کو مٹاتے ہوئے چلا گیا ہے؟“

میں نے ان دونوں کو مایوس نظروں سے دیکھا۔ یہ دونوں حضرات کسی اجنبی زبان میں
منگول آتما اور ہم دونوں کی باتیں سن کر واپس چلا جاتا۔ اس غریب کو غرضانی میں ہنسنا کو کرنے لگے، اس کے بعد ہندوستان سے مجھ سے ودیانت کیا۔ کیا تم واقعی خوارزم
سے یہ سمجھا دیا تھا کہ وہ مجھ سے وطن کی باتیں کر رہی ہے؟ اس کے خان کو قسرا قزم سے بڑھ چکا تھا ان سے تعلق رکھتے ہوئے؟
محبت تھی اور اس کے نزدیک یہ بات عین منصفانہ تھی کہ اس کی بیوی غرضانی بھی اپنے وطن سے
محبت کرتی ہے۔

میں رات بھر نہیں سو سکا۔ میرا خیال تھا کہ منگولوں نے رات بھر میرے روت کے کہتے ہیں کہ ”تم یہاں کس لیے آئے ہو؟“

پاسد میرا دیا ہو گا لیکن یہ معنی میرا تشرع تھا کہ کوئی صبح تک بیٹھ کر کوئی بار بار ہر نکل کر دیکھا اور
کوئی بھی نہ تھا جب اس سطلے میں میں نے غرضانی سے پوچھا کہ میں کیسا قیدی ہوں؟ جس کی یہ
دلی تک نہیں کی گئی، یہ جاہل تو کسی وقت بھی فرار ہو سکتا تھا؟

غرضانی نے دلی اور اسٹوس سے پوچھا۔ ”ہوگا کہ جانتے کہاں؟“

میں نے کہا۔ ”مجھ میں بھی خاصیت تھا کہ از کم قسرا قزم کی ہر دوسے کو مومن دم
نکل چکا ہوتا۔“

اس نے طنز یہ کہا۔ ”تم عجیب ہے کہ آدمی ہو تو یہ سمجھتے ہو کہ منگولوں کی دوسری
عقل قسرا قزم کی حدود تک ہے، تم خاقان کے قیدی ہو، چوں سے ماوراء النہر اور خوارزم تک تمہیں
کوئی بھی پناہ نہ دیتا؟“

وہی زمین اور آسمان جو چند دن پہلے تک اچھے لگتے تھے، اب دیوان و دیوان الہا
اباڑ صحران ہو رہے تھے، ماحول اور درد و تپش کی ہر سے سوگوار اور ماتم گسار نظر آتی تھی،
منگول تو ان باشتی کے میرے سامنے بھول و بھڑک دیتے۔ میں نے کہا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ بھی چلا گیا۔ میں نے خوارزم سے بڑھ چکا۔ یہ وہی دانا کیا کہہ رہا تھا؟

اس نے جواب دیا۔ ”کہہ رہا تھا اس کو جان کا جرم سنگین اور ثابت ہے اس لئے سزا
مزدوری ہے اس لئے کھلے پینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے تیرا دفتر آ کر دیکھ لیا کہ وہاں پر مہاشین ہوتا۔“

یہ دانا ڈھبے لگا اور میرا ہیٹھ ہونے لگی میری دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں
اگلے دن کے پہلے دھندلی دھندلی اور ہوم و ہوم سی نظر آ رہی تھی، میں نے خوارزم سے

سلمان نظر آتا تھا اور دوسرا جینی۔ اس چینی کی لہی میں موچھیں اور لہی دار بھی بڑی مضحکہ
خیزانی ہے ان دونوں کا تعارف کیا۔ سلمان اجنبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

محمد یونان کے خاقان کا شہر اور دوسرے پھر جینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اور یہ مشہور
ہے اور باقی کیوں جویت مانی ہے اس کے مشورہ دونوں پر خان اعظم جیکر خان بھی چلا کرتا تھا اور اب
تم یہ باتیں اس حالت میں کر رہے ہو کہ پتہ نہیں کل کی شام نہیں دیکھنا نصیب بھی ہو گی بخان خان بھی اس کے ستور دن کو مٹاتے ہوئے چلا گیا ہے؟“

میں نے ان دونوں کو مایوس نظروں سے دیکھا۔ یہ دونوں حضرات کسی اجنبی زبان میں
منگول آتما اور ہم دونوں کی باتیں سن کر واپس چلا جاتا۔ اس غریب کو غرضانی میں ہنسنا کو کرنے لگے، اس کے بعد ہندوستان سے مجھ سے ودیانت کیا۔ کیا تم واقعی خوارزم
سے یہ سمجھا دیا تھا کہ وہ مجھ سے وطن کی باتیں کر رہی ہے؟ اس کے خان کو قسرا قزم سے بڑھ چکا تھا ان سے تعلق رکھتے ہوئے؟
محبت تھی اور اس کے نزدیک یہ بات عین منصفانہ تھی کہ اس کی بیوی غرضانی بھی اپنے وطن سے
محبت کرتی ہے۔

میں نے غرضانی کے شکوک سے پر عمل کیا اور پتہ بول دیا۔ یہاں یہ درست ہے؟
محمد یونان سے میرے جواب میں جویت مانی کو مطلع کر دیا۔ جینی دانا نے اسٹوس کا
زبان کھد کیا۔ میں یونان کی شکل دیکھنے لگا۔ غرضانی کا چہرہ آفرینا محمد یونان بھی اداں ہو گیا۔ اس نے
”تم یہاں کس لیے آئے ہو؟“

میں نے غرضانی سے جواب دیا۔ ”تمہاری تہبازی سے؟“
محمد یونان نے کہا۔ ”خوارزم کی غرضانی سے؟ کیا میں کس سے؟“
میں نے پوچھا۔ ”میں جا سوں کس کے لئے؟ کوئی نہ دے گا؟“

محمد یونان نے کہا۔ ”طلانتی عباسی کے لئے، ابدا اور مصر کی حکومتوں کے لئے۔“
میں نے صاف انکار کر دیا۔ ”میں صرف تاجر ہوں، اس کے سوا کچھ نہیں۔“

”اسٹوس کو تم سے سخت غلطیاں ہوتی ہیں۔“ محمد یونان نے کہا۔ ”جب تم واقعی
مردم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تو تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اور جب یہاں
آئے تھے تو بخلا اور صحران کے امرا خاندانوں کی خواہش کی بابت کوئی جستجو نہیں کرنی
تھی؟“

میں خاموش رہا۔ جویت مانی نے کہا کہ میں نے یہاں تین سو سکا۔
کہہ کر بعد وہ دونوں چلے گئے لیکن مجھے اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ غرضانی کا مشورہ
اس کے ساتھ بھی چلا گیا۔ میں نے خوارزم سے بڑھ چکا۔ یہ وہی دانا کیا کہہ رہا تھا؟

اس نے جواب دیا۔ ”کہہ رہا تھا اس کو جان کا جرم سنگین اور ثابت ہے اس لئے سزا
مزدوری ہے اس لئے کھلے پینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے تیرا دفتر آ کر دیکھ لیا کہ وہاں پر مہاشین ہوتا۔“

یہ دانا ڈھبے لگا اور میرا ہیٹھ ہونے لگی میری دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں
اگلے دن کے پہلے دھندلی دھندلی اور ہوم و ہوم سی نظر آ رہی تھی، میں نے خوارزم سے

کیرا کی آواز میں پوچھا: "خاقان تمہارے خیال میں مجھے کیا سزا دے گا؟"
خیرسروانی نے اس پر دہلے ہو کر جواب دیا: "سزا کے موت، یا سزا میں جا کر ان کی حکومت میں کارآمد پرزے کی طرح کام سے لگ جلتے گا لیکن خاقان یہ کہتا ہے کہ اس قانونی معاملات اس کے برائے بھائی چھٹا کی خان کے ہاتھ میں ہوں وہ چاہے تو معاف کر دے سزا قتل ہے۔"

میں چپ ہو رہا کیونکہ جو کہ مقدمہ میں تھا پیش آتا جا رہا تھا اس سے یہاں تک چاہے تو یا مالک کے مطابق سزا دے دے۔
طرح لپٹے ہیں میں نے نہ تھا۔ کیا ایک خیرانی کی آواز سناؤں؟ وہی، تمہاری موت کا مجھے بہت اہم
گاہ میں خاقان کی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا
تمہاری جان بخشی کی سفارش کرے۔
میں نے بالکل سکوت اختیار کر لیا کیونکہ اب مجھ میں بھلنے کی طاقت باقی نہیں رہی کیونکہ سب کے گے۔

خیرانی اب بھی کچھ کہہ رہی تھی۔ میں نے سادہ کپڑے پہنی تھی۔ لیکن اگر میں اپنی کوششوں میں
رہی اور وہیں تھلا کر دیا تو یہ خون خرابا زیادہ دھڑکنے لگے گا۔ یوحنا سناؤں
سے کہ یہ کس طرح ہے کہ دشمن اور چالاکت، تہذیب و تمدن اور علم اور دانا کی بیویوں کو
ہم ہند لوگ سنگول نہیں ہیں بلکہ لیکن ان سنگولوں کو ہند و مزدور بنا سکتے ہیں اور ایک
دانا ان وحشی قاتلین کو تہذیب و تمدن کر دے گا۔

لیکن میرے لئے خیرانی کی ماری باتیں فضول نہیں کیونکہ میرے قتل ہو جانے کا
اگر یہ وحشی تہذیب اور تمدن کے باقوں معترف ہو گئے تو مجھے کیا۔ میرے کس کام کے۔

دوسرے دن پہلے مجھے اوغدا کی خان کے دروازے پر بلاتے ہیں۔ جہاں کیا "دیان" دو دروازے
پر ترخان اور تھان باشی بیٹھے ہوئے تھے اور پورے کے آخر میں اوپے تخت پر اوغدا کی
اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے داییں بائیں محمد یونس اور یوحنا سناؤں
میں اوغدا کی خان کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا گیا۔ یہ بھاری کپڑے کی خوش کا آواز
لیاں پیٹے ہوئے تھا۔ سر کے ہٹے ہوئے پائے بال دو چوٹیوں میں گوندھ دیے گئے تھے۔
اور محمد یونس کے برابر بیڑی اٹھایا ہو گیا خانائیں، تھوڑے دیر بعد وہ بھی کھڑے ہو گئے۔

خاقان نے مجھ سے کوئی سوال کیا۔ میں نے نہیں سمجھ سکا تو محمد یونس نے خاقان کو لڑکھنڈ سے
کی "اوغدا کی خان نے مجھ سے پوچھا تھا کہ محمد یونس پر جو الزام لگایا گیا ہے، کیا وہ صحیح ہے؟ میں نے انکار کیا۔

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا اور اس سے کہا: "موت ہے۔"

یوحنا سناؤں کھڑا ہوا اور وہ رنگ کچھ کھڑک رہا۔ پورے کے دربار پر سناؤں دارت دی جلتے گی اس لئے خاقان کو چاہیے کہ جملہ تجارتی اشیاء پر اس کا حق ملکیت تسلیم کر
جاتے۔ خاقان نے اس کی یہ بات سامنے سے انکار کر دیا کہہ کر: "موتے حق کو یہ شخص خود بھی
موتے کر سکتا ہے۔"

میں نے خاقان سے درخواست کی کہ میری چیمبر میں تھان باشی آتے خان کے حوالے

میں نے خاقان کے سامنے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ وہ تمہیں معاف کر کے ملازم رکھ لیں
وے اس طرح جا سوسے کے خدمت سے بھی نجات مل جائے گی اور ایک چوہا نکھانہ نوجوان
خیرسروانی کی حکومت میں کارآمد پرزے کی طرح کام سے لگ جلتے گا لیکن خاقان یہ کہتا ہے کہ اس
قانونی معاملات اس کے برائے بھائی چھٹا کی خان کے ہاتھ میں ہوں وہ چاہے تو معاف کر دے

یوحنا سناؤں کے برابر بھی چھٹا کی خان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھڑا ہو کر کچھ دیر تک
محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا
اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

اپنی بیوی تو لڑکھنڈ کے پاس جاؤں گی کہ وہ اوغدا کی خان کا رہا۔ محمد یونس نے مجھے بتایا کہ چھٹا کی خان کیر رہا تھا کسی جرم کو معافی دینے کا

مردی جاتیں ؟

بڑا خوش ہے کہ تم تھک کر دیئے جاؤ گے میں تمہارا پس جا کر اپنے ہونے والے خسر کو کیا

جواب دوں گا ؟

میں نے سوچا کہ اس قتل گاہ تک پہنچانے والا بھی یہی شخص ہے اور اب یہی خسوے

بھی بہار ہے، میرا خیال تھا کہ جب اس کے خیمے لپٹے کیے پرتہاں میں غور کیا ہوگا تو خور

خمر نہ ہوا ہوگا افسانہ یہ سوچا سوچ کر گھر لپٹا ہوگا کہ اس کا ہونے والا خسر احمد پرست معلوم

ہو اس پر ضرور رہ ہوگا سوچتے سوچتے میں اس خیمے پر پہنچا کہ اب بیکہ میرا قتل گاہ کو پہنچا تھا مگر

ہو چکا ہے تو خطا کا لیکن شرمسار عباس کو معاف کیوں نہ کر دیا جائے۔

میں نے کہا، "عباس! مجھے یہاں تک پہنچانے والے تم خود ہو، میرا خیال ہے میں تمہارا

خیمہ لپٹتا ہوں گے، لگا کر ہوگا ؟"

وہاں "عباس! کچھ نہ گا، " میں بھی آدمی ہوں، مجھ سے بھی غلطیاں ہو سکتی ہیں اگر

تم یہ سمجھتے ہو کہ میری وجہ سے تم یہاں تک پہنچے ہو تو میں اس کی معافی چاہتا ہوں ؟"

میرا گداز دل پھر آبدیدہ نہ بنے کبھی۔ "میں تمہیں معاف کرتا ہوں، اور اگر تم

دعا غنہ، اور تم دولت مہیا کر سکو تو میں اس مسئلے میں اپنی شہسور بھی دے

سکتا ہوں ؟"

عباس کا ہرہ مسرت سے کھل اٹھا اور اس نے جھپک کر میری پٹریوں کو کھینچ کر

دیکھ کر کہا، "مقام دولت اور نازی کی کوئی کمزورت نہیں اس میں خیف الجوش مشکوٰۃ اوتے خان کو بلاتا

ہوں تو میں کہوں تم اس کے سلسلہ کبر دو ؟"

میں نے جواب دیا، "کیونکہ وہ ہمارے زبان میں سمجھتا ؟"

عباس نے کہا، "ہاں یہ بات تو ہے تو پھر تم ایسا کر کہ کسی طرح پھر ملو کہ کو بلو اور جو

میں کہوں تم اس کے سامنے کبر دو ؟"

"میں تیرے لوگوں میں تم مجھ سے کہلوانا کیا چاہتے ہو ؟"

عباس نے چاہا کہ کہہ، "میری کہہ بات مکمل میں میرا ہاتھ نہیں ہے اور ہاتھ بعد

تمہارے سامان کا میں وارث قرار پاؤں گا ؟"

یہ ایک اتنی زور کا جھوٹا آیا کہ عباس لو کہ اگر دور جا کر عباس کی آخری بات نے

بڑے دل میں اس کے خلاف نفرت اور نفی کی آگ دوئی پھڑکا دی، میں جاننے جا رہا ہوں اور

اسے سامان کا اپنے نام منقہ کی فکر کھاتے جا رہے ہیں، جب وہ دوبارہ میرے قریب آیا تو میں

نے اسے دھتکار دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ "اولاً تمی انسان! میں تمہیں کسی قیمت پر بھی

معاف نہ کروں گا، میں تیری کوششوں سے اسے مال کو بیچتا ہوں، اگر میں اس دنیا میں بدلہ

خاقان نے میسرے درخواست منظور کر لی لیکن محمود اوتے خان انہیں نہیں

چاہتا تھا۔

مجھے پھر خرمانی کے بورت میں پہنچا دیا گیا۔ یہاں خرمانی بھی بہت مدتی

کہا کہ اور غلطی تو دہرازم ہو چکی تھی لیکن اس کا بڑا بھائی چغتای خان تعلق اس بات کے

دہشت ہے کہ اس کے قوانین کی روگردانی نہ کی جائے۔

میں نے خرمانی سے دل شکستہ لہجے میں کہا، "میں نے خاقان سے یہ درخواست

مندی کے عباس کے پاس میرا جو سامان تجارت موجود ہے اسے تمہارے حوالے کر دیا جا

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے شہر میں اس کے بیٹے سے انکار کر دیا ہے اس لئے اب تم سے

درخواست ہے کہ تم اس سے وہ سامان حاصل ضرور کرو اور بعد میں چاہے تم اسے لوگوں میں

کر دینا لیکن عباس سے میرا حصہ وصول ضرور کر لینا ہے۔"

خرمانی نے بھی کہا، "عباس ذلیل انسان ہے، میں تمہارا حصہ اس سے

حاصل کروں گی، " پھر بول چلا، "مزارے موت کا فیصلہ منی کو پتہ بتانا، دلی پرکشی گزردی

میں نے جواب دیا، "پس خدایا میرے لئے پریشانی ہوتی تھی لیکن اب

سوچ سوچ کر خوش ہو رہا ہوں کہ میں شاید جلدی ہی اپنے مرحوم والدہ کی رحمت سے طلاق

کرتے جانے والا ہوں۔"

دل کے جو تھکے پہرے ذرا پہلے مشرق سے زبردست گرد و غبار کا طوفان

میں نیلا آسمان صورت سمیت مدد پوش ہو گیا۔ میں یہاں ہی کی طرف چلا جا رہا تھا میری گود

کا فریق بھی خرمانی کے مشکوٰۃ شہر کو اٹھام دینا چاہئے مجھے ایک بلند بالا ٹیلے پر سے جا کر

گیا میرے ہر زبان کے ساتھ یہی کہانی تھی "میں نے ملو اور میرا بھی، بہت سادہ سلوک میرے

کا تشاد مجھے بھی ہو گئے تھے۔ جب مشرق سے اٹھنے والی خوفناک آندھی نے نیلا آسمان

دیا اور اس کی جگہ اترے مردن پر گرد و غبار کا آسمان بن گیا تو مشکوٰۃ کے ہوش و حواس

تھوڑی دیر کے لئے گردن اٹانے کی تقریب روک دی گئی کیونکہ مشکوٰۃ کا یہ عقیدہ تھا کہ جب

آسمان گرد و غبار میں اپنا منہ چھپالے اور آندھی کے جھکڑ چلنے لگیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ

نیلا آسمان اپنا جلال برسر ہے، اوتے خان اندھکوں اپنے اپنے مردن کو گھنٹوں میں دے

گئے اور گرد و غبار کے چھپنے کا انتظار کرتے گئے۔ اسی عام دن میں نے ایک شخص کا بیروا

بڑھتے ہوئے دیکھا جو گرد و غبار کو میرے تار اور کانوں کو دونوں ہاتھوں سے چھپاتے ہوئے

میرے طرف چلا آ رہا تھا جب وہ بالکل میرے قریب آیا تو میں نے اسے پہچان لیا یہ

تھا وہ آگے ہی تقریباً میرے قدموں میں گر گیا اور زار و قطار روٹا ہوا ہوا۔ "جنید

لے سکا تو دوسری دنیا میں تیرا دامن ضرور پکڑوں گا" تو یہ بات بھول جا کہ میں تجھے معاف بھی کرے قریب آیا اور کہنے لگا۔
 کر سکتا ہوں ۵

ساتھ ساتھ اور شان شان کرتے خوشاک جھک کر کسی طرح تجھنے کا نام بھی نہ لیتے۔ ان کی اس خاموشی سے کسی نے بھی اسے اندھیں اور اس شان شان سے اسے ختم کر دیا۔ یہ کہنے ہوئے اس اسی عالم میں نشیب کے میدان سے بہت سارے گھوڑوں کی ٹاپیں گونجنے لگیں، ہواؤں کے پھوٹنے سننے، مڑبڑاؤں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کہتا رہا۔ یہ یہاں کا شان ہے، اقرا قرم کا سارا شخص کبھی ان آوازوں کو دور کر دیتے کبھی نزدیک لے آتے، دیکھتے ہی دیکھتے ساتھ سڑکھوٹے، ٹپا باواں اپنے آسمان سے بائیں کر سکتا ہے۔ یہاں کا رونا ہی عجیب ہے، اسے شہر اور شان اور شہر ہر ہلکے قریب آگئے یہ لوگ قیل پر لوہر اڑھ پھیل گئے، تھوڑی دیر بعد ہواؤں کو چہرے پر بہت آندھیں کے آثار ہویدا ہوئے تھے تو یہ شان بھاگتا ہوا خاقان کے کورٹ میں داخل ہو گیا، اور کو کپڑوں میں جھپٹے چار گھر سوار میرے قریب آگئے، ایک شخص ان کی نگاہ میں پھیل آیا تھا، اس نے چونچ چونچ کر خاقان، عظم کو یہ بتایا کہ اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے موہنگ کے تیل گڑھی دھوئی ہے اسے اسے پہچان لیا۔ یہ تو باں باشی آئے خان تھا، چار گھر سوار بھی اپنے اپنے گھوڑوں سے تھے، اپنے آسمان کا یہ پیغام وصول کیلئے کہ کوئی بے گناہ قتل کیا جا رہا ہے، اگر اسے قتل کر دیا گیا تو آسمانی پڑے، میں نے ان کی جسارت سے انہیں جیون لیا، ان میں سے دو کو اذغائی خان اور چتر خان کو سس جس کر دے گا۔ شان کے اشارہ نے اذغائی، اس کی بیوی تو را کیست اور چتر خان خان تھے، چتر خان نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے گھوڑے کی آڑ میں لے کر اس خان اور غیرہ کو بدرجاس اور پڑتال کر دیا اور یہ فوراً ہی ہوا کے دوش پر سوار ہو کر نہیں طرح کھڑا ہو گیا کہ بین ہواؤں کے جھونکوں سے محفوظ ہو گیا۔ پھر اذغائی خان بھی ہوائے پامیر اپنے کے ساتھ یہاں آگئے، اب نہیں کوئی بھی نہیں قتل کر سکتا، اجاوا دی نیلے آسمان کی تاثیر

نہایت ساتھ ہے۔ ۱

ہی آگیا، ان لوگوں نے ہوائے پامیر کو دے دینے کی یہ عجیب ترکیب نکالی کہ اپنے ساتھ سڑکھوڑو۔
 کو دور قلعہ دار میں ہوائے پامیر کھڑا ہو گئے، ان کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ انہی میں سے اذغائی خان بھی پر خادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی، مجھے ایک گھڑا پیش کیا گیا، میں اس پر سوار ہو کر خاقان کی بیوی تو را کیست اور چتر خان کو اس حال میں دیکھا کہ ان کی آنکھوں پر سے سینے تک ایک سفید پٹی لٹائی ہوئی تھی، لیکن اب اس کی طرف لٹکا ہوا تھا۔ ایک طرف لیو جیت ساری اور محمد یونو بھی موجود تھے، لیکن اب سب میں ایک ایسا شخص بھی تھا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نوجوانی صورت شان اور لباس سے زخمت معلوم ہوتا تھا اس کی سر کی بڑی زلفیں بالک عورتوں کی طرح تھیں، لباس بھی عورتوں ہی جیسا تھا اور داڑھی میں بھی بھینچا ہوا تھا اور بھینچا ہوا تھا اور اس کا نام پانگل۔
 یہ بالکل اتفاق امر تھا کہ ان سب کے پیچھے کے تھوڑی دیر بعد ہی آندھیں کا زور

ٹوٹنے لگا اور نیلے آسمان کا ایک گوشہ صاف نظر آئے لگا۔ خاقان اور اس کے کہنے کے سوا تمام
 منگوں آسمان کے اس نیلے گوشے کی طرف سڑبھڑا ہو گئے۔ پھر جب منگل صاف ہو گیا تو مجھے پانگل کی طرف سے اس کا زور
 اور موت کے خوف سے پھر ظہر کر گیا میرا خیال تھا کہ مجھے اس جہوم کے سامنے قتل کیا جائے گا لیکن وہیں سے نکل کر وہاں آدھری بات تھی کہ میں خرقا کا کچھ نہیں قال سکتا تھا اور روز بروز میرے
 بری قوت کے خلاف چتر خان نے مجھے مخاطب کر کے کچھ کہا جسے میں نہیں سمجھ سکا۔ پھر اس میں ہر بات حق ہوتی جا رہی تھی۔ میرے دل داغ اس کے قبضے میں چاچکے تھے۔
 منگوؤں کو مخاطب کیا۔ وہ دیر تک ان سے مخاطب رہا، اپنی تقریر کے دوران اس نے کچھ بار میری طرف

اشارے کیے اور کبھی کبھی وہ محظوظ ہوا اس نے کچھ کی طرف بھی اشارے کر دیا تھا جب وہ تقریر ختم کر لیا تو زیادہ قریب ہو چکا تھا اور بہت زیادہ باتیں کرنے کے بعد اس نے نیچے پر پہنچ کر اٹھا کر خرقا کی نیلے
 چکا تو میں نے دیکھا کہ خرقا کی آنکھیں دھندلی ہو گئی ہیں اس نے انہیں نہایت ہوشیار کیے پھر
 پھر پڑے ہوئے مدام سے پوچھ ڈالا۔
 چتر خان کے بعد اذغائی خان نے کچھ کہا اور پھر خاقان عظم کے اشارے پر محمد یونو
 قرا کیست کے بہت سے رازوں سے واقف ہے۔

ابھیں ہیں اور سر قند و شادمانی کے درمیان تمام ملکوں کی عورتیں موجود ہیں !
 بہت سے دل میں کچھ امیدیں رکھ کر گئے لیکن انہیں نے پوچھا یہ شامان کیا کر رہا ہے ؟
 اس نے جواب دیا : "علاقہ"
 "کیا یہ معائنہ بھی ہوتا ہے ؟"
 "ہاں ، پیادری ، طبیب ، ساحر اور نیلے جادوئی آسمان سے ہم کلام ہوتے والی ہاتھی گر
 یہ بھی کچھ ہوتا ہے !"

"کیا یہ اوتے خان کو اچھا کر لے گا ؟"
 "کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا ؟"
 "لیکن اس نے مجھے تو بھی ہی لیا تھا ؟"
 "ہاں ! وہ کہتے تھے : اگر میں اسے لیوں تو شہر مذہبی تو یہ کبھی بھی نہیں رہ سکتا"
 "تم نے بہرے خاطر اسے ، شہر دی تھی ؟" میں چونک بڑھا : "یہ بات تم نے مجھے
 پہلے تو نہیں بتائی تھی ؟"

"اس وقت بھی نہ بتائی ، اس زبان سے نکل گئی یہ بات ، لیکن تم وعدہ کر دو کہ اس کا
 ذکر اس وقت نہیں کرو گے"
 "وعدہ !" میں نے جواب دیا میرے دل میں خیر مالے کے لئے امید کا چراغ روشن ہو گیا
 مجھے پھر سوال کیا : "کیا اوتے خان جانبر ہو جائے گا ؟"
 "شاید نہیں" اس نے دھک سے جواب دیا

میں نے دھک سے دھک سے ایک ایسا سوال کر دیا جو اس نازک اور مستور آلے میں ہرگز
 جہر و قرار دیا جاسکتا تھا ، میں نے پوچھا : اگر خدا خواست اسے اوتے خان زندہ رکھ سکا تو اس کے بعد
 تمہارا کیا منصوبہ ہو گا ؟

اس نے بے نیازی سے جواب دیا : "کچھ معلوم نہیں یہ تو اوتے والا وقت ہی بتائے گا"
 اور اس دن شام تک اوتے خان کا اشتعال ہو گیا

میں کوئی دن تک خیراتی سے نہیں ملا مجھے نہیں معلوم تھا کہ اوتے خان کے بعد اس کے
 بدست میں جانا منگول قوانین کی رو سے کیسا تھا ، لیکن ایک دن میں خیریت کے چند منگول نے کوہنہ
 گیدلین سے یہ منگولے اس کے حوالے کیے اور اس سے کہا کہ "انہیں پانی کی قراہیوں پر لینے دو
 پانی ٹھہرا لے گا"

وہ مجھے اس طرح ملی مجھے یہ انتظار کر رہی ہو ، میں نے اسے ٹھونکنے کی خاطر
 جھوٹی خسروانی ، خیراتی ، اب ہر کام جہاں ختم ہو چکا ہے پرانت واپس جانا چاہتا ہوں ؟

بیشتر تاجر اپنا سامان فروخت کر کے نئے ادب واپسی کی تیاریاں ہو رہی تھیں
 عباس مجھ سے ملنے آیا ، میں نے سمجھا کہ مجھ سے واپسی کے لئے کچھ گا ، لیکن اس نے کچھ دوسرے
 باتیں کیں اس نے پوچھا : کیا تم واپسی کی تیاریاں کر چکے ہو ؟
 میں نے جواب دیا : "ابھی نہیں کیوں ؟"

کہتے تھے : "مردست میں خود نہیں چارہا" میں ابھی کچھ دن اور یہاں رہوں گا میرے
 ہے تم اپنا سامان فروخت کر کے ہوا درگاہ میں واپس چلا جانا چاہیے ؟
 میں نے بے رخی سے جواب دیا : "میں واپسی کا ارادہ ہی نہیں رکھتا" میں یہ
 رہ جانا چاہتا ہوں ؟

عباس نے حیرت سے پوچھا : "وہ کیوں ؟"
 میں نے جواب دیا : "مجھ جیسے اولاد دینے خاندان کے لئے بہت اور قراقرم
 کوئی ذریعہ نہیں"
 اس نے مجھے تعجب سے دیکھا اور کہنے لگا : "تب پھر مجھے اپنا پیغام کسی اور کے
 دوا کرنا ہو گا"

دراصل وہ اپنے دے دے دلے خیر اس کو یہ پیغام بھیجنا چاہتا تھا کہ وہ کسی دوسرے
 ابھی سال کی طرف سال قراقرم میں اور تقریرے گا ، کیوں مجھ سے لگا کچھ بہت نہ تھا ، میں
 بھی جبران تھا کہ عباس جیسا کام یہی مزارع انسان یہاں اتنا وقت کیوں ضائع کرنا چ
 ہے

ایک دن مجھے یہ خبر ملی کہ اوتے خان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی ہے
 جیسا کہ ہوا اس کے بولتے پہنچا ، اس دن اس بولتے کا منظر بھی کچھ اور تھا ، ایک تخت پر غلیل
 منہ سے کے بستر پر اوتے خان آنکھیں بند کر کے بڑا ہوا تھا اور اس کے آس پاس بیس بائیس
 عورتیں اور لڑکیاں سگوار بیٹھی تھیں اور وہی شامان جس نے میری جان بچائی تھی اس
 بیٹھا ہر دہر کچھ بڑھ رہا تھا ، خیران بھی بہت اداس تھی ، اس نے مجھ کو روتے دوسرے
 تھے میں بٹھا دیا

میں نے اس سے دریافت کیا : "یہ اوتے خان کو ہو گیا یا آخر ؟"
 خسروانی نے جواب دیا : "شاید اور عیاضی اس کا وقت سے پہلے ہی کام
 کر رہا ہے ؟"

میں نے حیرت سے سوال کیا : "کیا تمہارے علاوہ بھی اوتے خان کی بیویاں ہیں ؟"
 خسروانی نے دھک سے جواب دیا : "کوئی ایک دو" میرے علاوہ اس کی بیویاں
 جو یاں اور ہیں ، یہ ساری عورتیں اور لڑکیاں جو اس کے آس پاس ہیں اس کی بیویاں

اس کی ویران نظریں میرے چہرے پر ٹپکتی ہیں، پوچھا، کب واپس جاسے ہو؟
میں نے جواب دیا: یہی کوئی پانچ سات دلا اور یہاں ہوں!
وہ کسی سوچ میں پڑ گئی، کچھ سوچتی ہوئی بولی: اچھا، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ دو
چار ماہ اور رک جاؤ؟

میں نے کہا: رک نہ سکتا ہوں لیکن فائدہ؟ مقصد؟

وہ کچھ یاد کرنی ہوئی بولی: لیکن ایک بار تم نے مجھے یہ کہا تھا کہ تم یہاں
مستقل رہنا چاہتے ہو، لیکن اب جب کہ میں بہت محنت دے رہی ہوں، تم مجھے چھوڑ کر بھاگ جانا
چاہتے ہو؟

میں نے سوچا کہ اب بات صاف، ہو کر لینا چاہیے، حلق میں خشکی دوڑ جانے
سے غراشی میں محسوس ہو رہی تھی، میں کھٹکھٹاتا ہوا بولا: اس وقت تمہیں دیکھ کر قراقرم میں کچھ
میں محسوس کرتے لگا تھا؟

اس نے بات کاٹ دی کہتے ہوئے: لیکن اب میں کہاں چلی جاتی ہوں اب میں تو نہیں
موجود ہوں؟

میں نے جواب دیا: معلوم نہیں کیوں، تم میری بات کیوں نہیں سمجھ رہی ہو، تم اتنی
نادان تو نہیں ہو!

وہ اچھی جگہ سے اٹھی اور پورے کے اندر دوڑا اور ہر جا کر پہنچ گئی اور مجھے بھی اپنے قریب
آئے کا اشارہ کیا، جب میں اس کے پاس پہنچی تو اس نے مجھے اپنی داہنی جانب کی چوٹی پر بٹھا دیا
اور خود میرے بائیں طرف تقریباً میرے قد میں بیٹھ گئی، میں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ
میں سے ملے چوٹی پر میرے مقابل بیٹھ جاتے لیکن وہ بدستور میرے قد میں ہی بیٹھی رہی لیکن
گئی، ہاں اب وہ بات کر دو اسی کر رہے تھے؟

میں نے کسی تمہیں کے بغیر کہا: غراشی تم جانتے ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں، لیکن ہم دونوں
کے حالات کھلاتے مختلف اور تضاد ہیں کہ شاید ایک نہ ہو سکیں؟

غراشی نے کہا: بات یہ نہیں ہے، میں اگر چاہوں تو تمہیں اپنے ساتھ رکھ سکتی ہوں
اب مجھ پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، گارڈ اعدائی کہتا تھا کہ میں دوسری شادی کروں لیکن میں نے لگا کر
کہہ دیا اور کہہ دیا کہ میں اب شادی نہیں کروں گی اپنے بچے کی تعلیم و تربیت پر وقت صرف
کروں گی؟

تم مارا کوئی بچہ بھی ہے؟

ہاں، تین سال کا!

وہ کہاں ہے؟

وہ اپنی دادی دادا کے پاس رہتا ہے، وہ اسے خواتین تربیت دے کر بڑھا رہا تھا
چاہتے ہیں؟

اچھا، اس انکشاف سے میں خوش نہ ہوں؟ تمہارے جواب پر غور کرنے لگا کہ کیا؟

وہ بہت خوش ہوا اور بہت جلد یہ اختیار کو سر لپٹے لگا، اس نے مجھے کھیر دیا، کچھ
میں اپنی عمر کی، لنگ، ہونچا ہوا ہوں کروں؟

میرے لیے کیا حکم ہے؟

میں نے کہا: تم یہیں رہو اور وقت کا انتظار کرو!

میں نے وقت کا انتظار کیا، اب بھی کوئی وقت آ سکتا ہے؟

بالکل آ سکتا ہے، وہ کہتے تھے: یہاں لوگوں میں یہ رسم ہے کہ غور تو کر کے
دو بار اس طرح بیٹھا کرتے ہیں کہ ان کا ستر ہو چوکی پر بیٹھا ہے اور چوٹی اس کے بائیں طرف، غور
کے قدموں میں، سگولوں کا اعتقاد ہے کہ دل چونکہ بائیں طرف ہے اس لیے آدمی کو کسی
سے بہت زیادہ محبت ہو اسے اس کے قدموں میں دل کے قریب ہی بیٹھنا چاہیے؟ یہ کہتے

ہے کہ وہ شادی اور گردن لٹکانا ہے۔

خدا کی کوئی بات جو مجھ کو نہ تھا، اس میں غور تو کر کے لی تھی۔

میں نے پوچھا: تب مجھ کو کب ملے گا، انتظار کرنا پڑے گا؟

ابھی کچھ ہی عرصہ تھا، اس نے دو دو گھنٹے جواب دیا: تم رستہ خانات کی جا کر
میرا میرے سامنے چند مقاصد ہیں یا توں سمجھ لو کہ چند کھانسی، دوا، اینٹیں، دودھ کے پیٹر تھم
سے کوئی نوکودہ نہیں رکھنا؟

میں نے کہا: ان کا دوا توں کی بات کہہ مجھے بتاؤ شاید میں تمہاری کوئی درد
مرکھوں!

تم میری کوئی درد نہیں کر سکتے، وہ کہنے لگی: دوسرے میں یہ نہیں جانتے دیتی
ہوں کہ مجھے ان مشکلوں سے کوئی دوسری نہیں، ان کے یہاں سے معلوم نہیں کسی بو آتی
ہے یا اگر میرے بچے کا مستقبل ان لوگوں سے وابستہ نہ ہو تو میں کسی بھی طرح یہاں سے

فرار ہو چکی ہوں؟

اور غراشی اس بات سے بہت خوش ہوا کہ میں قراقرم کو اس کا انصاف کی مرز میں بھی
کہہ سکتا، یہیں میں جانا چاہتا ہوں، تو را کہ تم میرے سپرد یہ غور دے کر کہ میں خانوں کے
بچوں کو بڑھا دیا کروں، محمد علی اور بوجت ساری، وہ دونوں نے تقریباً ایک سال پہلے

میں نے کہا: تم مارا کوئی بچہ بھی ہے؟

ہاں، تین سال کا!

کہا نہیں اپنی خدمت نہایت محنت اور ہوشیاری سے انجام دینے چاہیے، اور اس مقصد کو ذہن میں رکھ کر منگول بچوں کی تعلیم کر دے کہ جہالت اور وحشت کو آخر کار تہذیب و تمدن کے ہاتھوں مغتور ہو جائے، وہ منگول جو رحم کا نام تک نہیں جانتے تھے اب رحم اور ہمدردی کی طرف مائل نظر کرنے لگے ہیں۔

خاقان کے بچوں کو پڑھنے کے سلسلے میں مجھے ان کے پورے توجہ میں جانے کا موقع ملا، یہ سب جنگی لوگ تھے، بات بات پر آگ بگولا ہو جانانہ کی فطرت میں داخل تھا۔ میں جلد ہی ان سے عاجز آ گیا، اگر خرمائی کی طرح نہ ہوتی تو میں انہیں کب کا پیچھے چکا ہوتا خرمائی سے میں بار بار یہ پوچھتا رہا کہ آخر وہ وقت کب آئے گا جس کا میں انتظار کر رہا ہوں، وہ کہتی: "کچھ دن اور"۔

اسی طرح ایک سال گزر گیا اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ خرمائی نے میں کو دلوں کا ذکر کیا تھا، ان کا کہیں کوئی وجود نہ تھا، دراصل وہ تہذیب کا شکار تھی۔ ایک طرف نفس تھا، دوسری طرف بچہ تھا۔ اس کے دل میں معلوم نہیں کس طرح یہ سہم میں اس پر پیدا ہوئی تھی کہ اس کا بچہ بھی بڑا ہو کر جنگجو لگے گا اور قبا ئلی رسم و رواج شایرہ کی طرح معمولی صفات کے پیش نظر اسے بھی خاقان یا اس کے کوئی کمتر منصب عطا فرادے، لیکن سچے کے دلدادہ ہی جس غیر معمولی ذکاوت سے اس کی پرورش کر رہے تھے اس سے کہہ ناں بعید نہ تھا، ان سے میرا یہ کوساٹے جیسے بونٹے والی عورت تھے، میں نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ اب اس کے چہرے پر مزید اضافہ آنا چاہیے، خرمائی نے اس کے پاس آمدورفت کم کر دی، کیونکہ خرمائی میں یا اس کا قانون رائج تھا جس میں بدکاری کے مرتکب کو قتل کر دیا جاتا ہے، خرمائی کے پاس زیادہ آئے جانے سے سبکیوں، لہجہ کی گہر دقت امکان موجود رہتا تھا لیکن خرمائی یہ چاہتی تھی کہ میں روزانہ اس سے ملتا رہوں۔

پھر قدرت نے مجھے ایک ایسا موقع عطا کیا کہ میں نے خرمائی کو بھی اسی کرب اور اذیت میں مبتلا کر دیا، جس کا میں خود شکار تھا، ایک دن صبح ہی صبح اوغدا ئی نے ایک منگول سپاہی کے ذریعے مجھے اپنے پوتے میں طلب کیا۔ یہ لوگ اٹھ کر اور اچانک تو ہوتے ہی اس منگول کے خلاف ہونے والی قتل کا آخری فقرہ اس کی نفاذ کر کے سپاہی نے اوغدا ئی کے قریب ہی حاضر ہونے کا حکم میں طے کر لیا، اس سے مجھے یہ خبر ہو کر کہ وہ خود کو مصیبت کھڑی ہونے والی ہے۔

جب میں اوغدا ئی کے گھر میں داخل ہوا تو وہاں اوغدا ئی کے غلام چینی و تائی چنے و گون کا انتظام اور کرا اور یہ تیری فتنے دار ہی ہے کہ تو ہر سال میرے لئے حسین ترین عورتیں مانی بھی موجود تھا۔

اوغدا ئی نے مجھے اپنی قریب بلایا اور مجھ کی برہنہ کمرے کا علم دیا۔ میرا دل: ٹھک، ٹھک

مر رہا تھا۔ وہ بڑا موم شاس تھا۔ کہنے لگا: تو پریشان کیوں ہے؟ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم نے تجھے یہاں بٹے یا دیش میں طلب کیا ہے؟

میں نے اذیت سے عرض کیا: "جیسے جاودائی نیلے آسمان نے معافی دی ہو اسے خاقان اس طرح دکھایا اذیت پہنچا سکتا ہے۔"

"اوغدا ئی میرے جواب سے بہت خوش ہوا، یوجت سائی سے کہنے لگا: دیکھ یہ ایسی عقل کی باتیں کرتا ہے!"

چینی دانا نے جواب دیا: یہ عالم ہے اور علم عقل کو جلا دیتا ہے، اسی لئے تو میں یہاں کر یہاں مدد سے ہونے چاہیں تاکہ خاقان کے بچے فاتح اور منگولی ہیں سب مثال ہونے کے ساتھ ساتھ عقل و دانش اور علم و ادراک میں بھی دوسروں پر سمجھتے جا رہے ہیں۔"

اوغدا ئی نے کہا: "ایسا ہوگا ایسا ہی ہوگا لیکن میرا عظیم اور فاتح عالم باپ کہا کرتا تھا کہ مکاتوں اور خاقانوں میں رہنے والے فطرتاً نرم و کمزور اور بزدل ہو جاتے ہیں صرف کھو اور جیسا لوگ ہی دوسروں پر حکومت کر سکتے ہیں کیا تو یہ چاہتا ہے کہ خاقان کے بچے بڑے کچھ جیسیوں اور مسافروں کی طرح ہو جائیں؟"

یوجت سائی کہنے لگا: "مگوں کو فتح کر لینا ایک بات ہے اور ان پر انصاف اور ان سے حکومت کرنا ایک بات، خاقان انصاف کرنے کے لئے ہر جگہ تو پہنچ جیسیوں کو پھینک دیتا ہے، پھر انہیں پھینک دیتا ہے، ان کے منور کیئے ہوتے عالم اور دانا حضرات اس کا کام بدلتے والی عورت تھے، میں نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ اب اس کے چہرے پر مزید اضافہ آنا چاہیے، خرمائی نے اس کے پاس آمدورفت کم کر دی، کیونکہ خرمائی میں یا اس کا قانون رائج تھا جس میں بدکاری کے مرتکب کو قتل کر دیا جاتا ہے، خرمائی کے پاس زیادہ آئے جانے سے سبکیوں، لہجہ کی گہر دقت امکان موجود رہتا تھا لیکن خرمائی یہ چاہتی تھی کہ میں روزانہ اس سے ملتا رہوں۔"

اوغدا ئی ان باتوں سے اکتانیا اور اچانک ایک عجیب سوال کر دیا۔ مجھ سے پوچھا: "تیرے بادشاہ اپنے محلوں میں کتنی عورتیں رکھتے ہیں؟"

مجھ سے پوچھنے کی مجھ میں ہمت نہ تھی، میں نے صاف صاف کہہ دیا: "بہت زیادہ، کبھی کبھی ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ جاتی ہے، لیکن باز دیتے اسلام یہ جائز ہے!"

میں نے آخری بات اس لئے کہی تھی کہ اگر میرے پاس میں کوئی بات اوغدا ئی کی مرضی سے کہہ دیتے، تو میں طلب کیا۔ یہ لوگ اٹھ کر اور اچانک تو ہوتے ہی اس منگول کے خلاف ہونے والی قتل کا آخری فقرہ اس کی نفاذ کر کے سپاہی نے اوغدا ئی کے قریب ہی حاضر ہونے کا حکم میں طے کر لیا، اس سے مجھے یہ خبر ہو کر کہ وہ خود کو مصیبت کھڑی ہونے والی ہے۔

جب میں اوغدا ئی کے گھر میں داخل ہوا تو وہاں اوغدا ئی کے غلام چینی و تائی چنے و گون کا انتظام اور کرا اور یہ تیری فتنے دار ہی ہے کہ تو ہر سال میرے لئے حسین ترین عورتیں مانی بھی موجود تھا۔

اوغدا ئی نے مجھے اپنی قریب بلایا اور مجھ کی برہنہ کمرے کا علم دیا۔ میرا دل: ٹھک، ٹھک

یوجت سائی نے مجھ کو جواب دیا: "میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ

ہے، میں خاقان کی بے حسرتی کو راس کر سکتا ہوں۔

خیرماتی جیسے اپنے ہوش میں نہ تھی، پوچھا: کیا تم مجھے میرے وعدے والے
لوٹا دے ہو؟

”نہیں تو، میں نے اسے چھوڑا۔“ میں اب بھی اس وقت کا انتظار کروں گا جس
تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے؟

وہ کہنے لگی: اگر تم مجھے چاہتے ہو تو نہیں اس لڑکی سے پرہیز کرنا پڑے گا۔
”یہ کیوں؟“ میں نے حیرت سے پوچھا۔ کیا تم دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے؟

”نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔“ اس نے بھل کر کہی۔ ”یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔
میں نے سوچا، خیرماتی سے اب بآسانی معاملہ ہو سکتا ہے، میں نے دریافت کیا۔“

میرے ساتھ ہر بات چیت پر آمادہ ہو؟
”جی ہاں۔“

”یہاں دو کمرہ خاقان کے قلعے کو اپنے پاس رکھنے پر مجبور ہوں!“
معلوم نہیں کیا سوچ کر بولی؟ ”اچھا، کچھ سوچنے کا مجھے وقت دے دو“ پھر پوچھا:

”مجھ شام کا کھانا میرے بورت میں کھانا پسند کرو گے؟“
”کیوں نہیں، میں تمہاری دعوت کس طرح ٹال سکتا ہوں؟“

اس نے کہا: ”ہاں آنا ضرور کھانے کے بعد تفصیلی باتیں کروں گی اور شاید
کسی بھی“

وہ چلی گئی اور میں اس وقت یوں بہت خوش تھا کہ میں نے اس کمرے
میں بلب اور چالاک لڑکی کو بہت زیادہ ستایا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اب وہ میرے
آکر رہے گی۔

شام کو جب میں اس کے بورت میں داخل ہوا تو پتہ چلا کہ وہاں کچھ اور مہمان
آئے ہیں، میں نے ان کے پاس قدموں والا ڈانس شروع کر دیا اور بورت میں دن جیسے
روشنی پھیلی ہوئی تھی، اس وقت خیرماتی بہت خوش تھی اور اس کے انگ انگ سے شان
کا اظہار ہو رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے غورٹوں اور مردوں
ایک اچھا خاصا اجتماع ہو گیا۔ بورت میں مختلف رنگ و نسل کے مہمان جمع تھے، میرا اس
تعارف کرنا گیا اور بورت کے مغربی گوشے میں جو بیٹھا بیٹھا تھا وہ میری توجہ کا خاص مرکز بن گیا۔

تو مشکل تھا لیکن لڑکی اپنا طرف کے رخسار ڈال رکھتی تھی، مجھے شبہ ہوتا تھا کہ میں نے اسے نہیں
دیکھا ہے، لڑکی بھی مجھے یاد آ رہی تھی، خیرماتی نے اس جوڑے سے میرا تعارف نہیں کروایا
تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا: ”خیرماتی، تم نے اس جوڑے کا تعارف نہیں کروایا؟“

کہنے لگی: ”جی ہاں، ان کا تعارف غائبانہ کرلوں گی“ وہ بھی اس وقت نہیں تھی لیکن مجھ نہیں
اس بورت میں اس کے نہایت ایک بار اور گراما کرنا پڑے گی؟

پھر ہر آدم گھٹے گھٹے سر جھکا گیا۔ میں نے اس لڑکی کو پہچان لیا تھا، یہ روشنی بھی بری
چراغوں میں میری نگاہیں وہ بار بار مجھے دیکھ رہی تھی، شاید اس نے مجھے پہچان لیا تھا یا پھر
پہچاننے کی کوشش کر رہی تھی، اس وقت میں اپنے قانون میں نہ تھا۔ میں کسی سے کہہ سکے تھے بغیر

بورت کے باہر چلا گیا۔ باہر اندھیرا چھل چکا تھا لیکن تاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں کچھ دیر بعد
بہت کچھ نظر آنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص بورت کے اندر چلا گیا ہوا پاس سے گزرا۔ میں نے

اسے پکڑ لیا، لیکن یہ غیر اجازت پھر وہی کی طرح بورت میں چلا گیا، پاس میں جرم قرار دیا گیا تھا
جب اس شخص کا چہرہ سامنے آیا اور اس کے منہ سے صاف منہ نکلا، ”کیا آؤ زلفی تو میں نے
اسے پہچان لیا، یہ عباس تھا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور جب یہ پوچھا کہ وہ اندر کیوں چلا گیا

سنا تھا؟“ تو وہ جواب دیتے بغیر ہی فرار ہو گیا۔
میں اس وقت تک باہر ہی رہا جب تک کہ مہمان کھاتی کو رخصت نہ ہو گئے اور مجھے

اس بات کی حیرت تھی کہ خیرماتی مجھے بلانے میں نہ آئی وہ گویا میری موجودگی فراموش کر چکی تھی اسے
ایسا جگہ تصور کرتے ہوئے میں اپنے بورت چلا گیا اور پوری رات میں سے کرب و اضطراب میں

گزاردی، وہ کسی طرح بھی خیرماتی سے کہیں نہ ملتی، میں وہی دل میں رات بھر دعا مانگا
کہ اگر خدا کرے اس کے ساتھ والا مشکوں اس کا میری شہرہ ہو۔ پھر میرے کانوں میں

خیرماتی کی یہ آواز گونجی کہ ”جی ہاں۔“ میں نے سوچا کہ ”کیا خیرماتی وہ مشک اور میرے
تعلق سے آگاہ ہے؟“ وہ رات قیامت کی رات تھی، صبح جب فجر کی اذان ہوئی، میں

جاگ رہا تھا۔
دھوپ چاروں طرف پھیل گئی تھی، میں بے چینی سے خیرماتی کا انتظار کر رہا تھا۔

اللہ اللہ کہیں خیرماتی آئی تو فوراً یہ سوال کیا: ”کل رات تم کہاں چلے گئے تھے؟“
میں نے جواب دیا: ”گھر چلا آیا تھا۔“ اس کے بعد میں نے پوچھا: ”خیرماتی، میں تم

سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، کیا تم اس کا صحیح صحیح جواب دو گے؟“
”جو چھو، کیا پوچھنا چاہتے ہو، لیکن شاید جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، میں جانتی ہوں؟“

”تم کیا جانتی ہو؟“ میں نے یہ سافت سوال کیا۔

”یہاں کہ تم روشک کی بابت کچھ پوچھو گے جو کبھی تمہاری سٹیج پر تھی لیکن اب وہ ایک معزز مسئلہ کی بنی ہے!“

”یری“ انھوں نے اندھیرا پھیل گیا لیکن خرمائی کی آواز بدستور سنائی دیتی رہی۔ ”مجھے تمہاری بابت بہت پہلے ہی سب کچھ معلوم ہو چکا ہے جب میں نے روشک سے تمہارا ذکر کیا تھا تو وہ تمہارا نام سننے ہی انہیں پرجواں لگا تھی کتنا بار میرے کلمات ہی آگے نہیں اس بار سے آگاہ کروں لیکن یہ سوچ کر خوفزدہ ہو گئی کہ تم مذاہب صبر سے نوجوان ہو تو اب کوئی ایسی دوسرے حرکت کر گزرو گے، جس سے تم دونوں کو نقصان اٹھانا پڑے گا۔ تم مجھ سے عشق کر سکتے رہے اور میں بھی تمہارے عشق کو مشتق میں پیلا رہی۔“ کچھ دیر کے لئے وہ چپ ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اب وہ بھبھاتی ہو رہی ہے، افراطیاط اور سوچ سمجھ کے بعد کہنا چاہتی ہے۔

میں نے دکھ بھری آواز میں کہا: ”تم چپ کیوں ہو گئیں، سب کچھ صاف صاف کہہ دو خرمائی۔“

وہ کہنے لگی۔ ”اس دور میں“ میں اس کوشش میں لگی رہی کہ کسی طرح روشک کو یہاں سے فرار کروا دوں لیکن یہ بڑا دشوار کام تھا اس لئے میں نے تمہیں مدد دیکھا تھا سب سے چلی جاتی تُو نہیں لیکن یہاں سے رخصت کر دیتی لیکن میں آج تک اپنے اس منصوبے میں ناکام ہوں!“

میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”روشک کے ساتھ اس کی ماں بھی تو یہاں آئی تھیں؟“

”ہاں“ وہ یہاں آنے کے ایک سال بعد ہی انتقال کر گئیں، وہ خود کو اس ماحول کا نام نہ بنا سکیں۔“

یری آنکھوں سے آنسو بہتے لگے، میں نے اوپر نظر اٹھائی تو یہ جلا کر خرمائی ہو رہی تھی۔

میں نے پوچھا۔ ”تم کیوں رو رہی ہو خرمائی؟“

اس نے اپنی حالت پر قائلو جانے کی ناکام کوشش کی؛ لڑی۔ ”یہ خوشی کے آنسو ہیں“ پھر کہہ کر لڑی۔ ”میں انہیں چاہتی تھی کہ روشک کے ہوتے ہوئے تم اور عزت لڑکی کو اپنے ساتھ رکھو۔“

مجھے اس بے مثل کردار کی لڑکی سے بہت زیادہ محبت محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے اچانک ایک عجیب سوال کیا: ”جو اب تم خرمائی کے لئے کیا فیصلہ کرو گے؟ کیا تمہیں اب بھی مجھ سے محبت ہے؟“

اس کا جواب بہت مشکل تھا۔ پھر بھی اس کی بات کو منہ کھول دیا۔ ”مجھے تم سے بھی محبت ہے خرمائی!“

”بالکل، اسحق، بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ تم ایک دقت میں دو لڑکیوں سے محبت کرو؟“

میں نے جواب دیا: ”یہ بات ممکن ہو یا نا ممکن، لیکن یہ حق ہے اب میں تمہیں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔“

خرمائی نے کہا۔ ”کیوں اس، فضول باتیں اب تمہیں خود ہی یہاں سے چلا جانا پڑے؟“

”کہاں؟“

”بہر!“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ اب یہاں مزید درکار سے کار او خطرناک ہے، میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتی، تم سبے احتیاطی میں ضرور کوئی ایسا قدم اٹھا سکتے ہو جس سے تمہاری اور روشک کی جانیں ہلاکت میں پڑ جائیں۔“

میں نے اسے لاکھ لاکھ اپنی احتیاط پسندی اور محتاط روی کا یقینی دلالت کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانی۔ میں اسے یہ بات کس طرح بتاؤں کہ اب میرے دل میں روشک سے زیادہ خود اس کی محبت کا فرق ہے۔

اس نے کہا۔ ”تم فکر نہ کرنا، تم بہرہٴ دنیا، روشک کا انتظار کرنا، میں اس کو کسی بھی طرح بچھ دوں گی!“

میں نے جواب دیا۔ ”لیکن یہاں سے جا ہی کون رہا ہے؟ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ اپنی پوری زندگی تمہیں فراہم میں گزار دوں گا۔“

”اچھی تم یہاں کے ہم درد انسان سے ایسی طرح واقف نہیں ہوئے، بس یہ سمجھ لو کہ کسی دقت اور کسی بھی لمحے تم یہاں کسی مصیبت میں گرفتار ہو سکتے ہو۔“

لیکن اس دقت میری سمجھ میں اس کی باتیں نہیں آتیں۔

لب تو میں بھی سہم گیا اور دُعا کر کہیں وہ میرے ہی بدولت پر نہ گرے ہو۔

دھڑکتے دل اور تڑپتے ندرتوں سے جب میں اپنے بدولت کے قریب پہنچا تو یہ چلا کر وہ بہت سارے منگولوں کے ساتھ صدمے سے بھلی اسی پر گر پڑی تھی، 'میں نے لوگوں کو ہاتھوں سے اُدھر اُدھر مٹانا چاہا تاؤاں میرا سے کہنے سے مجھے یہ پیمان لیا اور ایک کر دہ ہو گئے پھر دیکھتے دیکھتے ہر شخص مجھے سے دور بھاگنے لگا۔ میں ان کی نظر میں محسوس انسان تھا۔ ایسا محسوس انسان جس پر نیلے آسمان کی جادوائی قوت سے اپنا جلال بھیجا تھا۔

میں قدر سہا بدولت میں داخل ہوا۔ مجھے اوقات لڑکی کا خیال آ رہا تھا۔ اندر گھپ اندر اُڑا تھا۔ میں نے کس طرح روشنی حاصل کی یہ کچھ میرا ہی دل جانتے کہونکہ وہاں کا ہر شخص مجھ سے نفور اور خوفزدہ تھا۔ جب میں مونی شیشے کے گیند دھاڑا ہوا تو وہاں ایک بچہ کی پر مجلسی آدنی اُڑتات لڑکی دکھائی دی میرے مست سے توجہ نکل گئی اور میں اس کے سر چلنے میں لگ کر بچوں کی طسوت دیتے لگا۔

علی الصباح خاقان کا آؤسی آیا اور مجھے بلالے گیا۔ اس دن مجھے خاقان کے بدولت میں داخلے کی اجازت بھی دی گئی، خاقان چند توہان یا شیلوں اور ترخانوں کے ساتھ بدولت کے دندڑ پر نکلے ہوا اور اسوسناک ملبے میں بولا، 'اسوس سے کہ تو نے خاقان کے بچوں کو پڑھایا کھلایا ہے اور گودا ہی ہے جسے ایک بار نیلے آسمان کی جادوائی قوت نے موت کے منہ سے پھینکا تھا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ اب آسمانی دیوتا تجھے سے تدارا ص ہو چکے ہیں اور رات تیرا بدولت جلال ر آسمانی سے مجلس گیا۔ ایسا کیوں ہوا؟ یہی میں نہیں معلوم، لیکن میں نے سنا ہے کہ تو نے خاقان کی بیوی سے دوستی کر رکھی ہے، میرے آدمی تحقیقات کر رہے ہیں اگر کوئی ایسی دہیسی بات ثابت ہوگئی تو تو خیرمانی کے ساتھ ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔ ورنہ تجھے دودن کے اندر ہی یہاں سے چلا جانا ہے۔'

میں خوش رہا۔ اوغدا نے چپ رہ کر میرے جواب کا انتظار کیا، پھر پوچھا، 'تجھے کچھ کہنا ہے؟'

میں نے جواب دیا، 'خاقان کے حکم کی تعمیل مجھ پر واجب ہے، میں دودن کے اندر ہی قراقزم سے چلا جاؤں گا۔'

اوغدا نے پوچھا، 'تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے؟'

میں نے رضی میں گردن ہلا دی لیکن خاقان نے میرے انتظار کے باوجود صونے کی نہیں

میں برابر اس کوشش میں رہا کہ کسی بھی طرح ایک بار میں مدشنگ کو اور دیکھ لوں لیکن خیرمانے میری درخواست مسترد کر دی، اسی صدمہ کی ہڈی میں قسما قسما سے جلد انہما نکل جاؤں گا۔

ایک دن اس نے اپنے بچے سے بھی میری ملاقات کر دی وہ بالکل منگول تھا۔ آئنگیوں پر بڑے کان اور سر سب کچھ منگولوں ہی جیسا تھا۔ اسے سینے سے پٹا کر کہنے لگی، 'اب تو میں اس کے سہا سے زندہ ہوں، صرف اس کے لئے، میرا مثلاً ہوا کہ بڑا خیر دیتے گا میری اولی کہتا ہے، اسی لئے میں اس کو قراقزم میں رکھنا چاہتی ہوں، یہ خاتون کی بیٹی ہے اس بیٹی کے سوا جو کچھ ہے معتز میں کا ہے۔'

اس دن مجھے اس کا صحیح اندازہ ہوا کہ وہ اپنے بچے کو کس قدر چاہتی ہے۔

بڑی دیر سے باؤل گھر گھر کر آئے تھے، میں بارش سے پہلے ہوا اپنے بدولت میں پہنچ جانا چاہتا تھا بدولت میں اُڑتات لڑکی تباہ تھی، لیکن خیرمانے مجھے روک رکھا تھا کہ بارش آوے تو ہوا دانی ہے، جب یہ ہو چکے ہیں چلا جاؤں گا۔ اور دندار پر بعد واقعی حوصلہ دھار بارش شروع ہوگئی ہوگئی بارش کے ساتھ دم بدم دندڑ دندڑ سے بھلی چمکتی اور بار بار اس کا گولا ہوتا منگولوں کا بہت برا حال ہو گیا کیونکہ میں نے سنا رکھا تھا کہ وہ بھلی اور اس کے گوشے سے بہت ڈرتے ہیں تقریباً نصف ساعت دندڑ کی بارش ہوئی تو ہی ایک ایک اتھا نہمت بھلی کو کی کڑھانی نے بچے کو اپنے سینے سے لگے لگے انگلیاں کا نوا میں دے لیں۔ میں نے بھلی کو زمین کی طرف لے کر دیکھا تھا اور مجھے یقین تھا کہ بھلی کہیں قریب ہی اگر کسی طرز پر ہے۔

جب پانی کا اندر بادلوں کا گرجا اور بھلی کا چمکا موقوف ہوا تو شاید سارے ہی منگول اپنے اپنے بدولت سے باہر آ گئے اور اس سمت چل پڑے چہر بھلی گرائی تھی۔

خیرمانے خوفزدہ آواز میں کہا، 'معلوم نہیں وہ کون بد قسمت ہے جس پر جادوائی نیلے آسمان کا یہ تہ نازل ہوا ہے؟'

میں اس کا مطلب نہیں سمجھا، 'اس نے پوچھا، 'بھلی کدھر گئی تھی؟'

میں نے اس طرف اشارہ کر دیا، او دھرا میرا بدولت بھی تھا۔ بولی، 'خدا خیر کرے تمہارا بدولت بھی تو اسی طرف ہے۔'

'ہاں مگر کون ہے؟'

وہ کہنے لگی، 'بھلی میں بدولت پر بھی گری ہوگی وہ لاندہ درگاہ قرار پاتے گا یہ منگول اس شخص یا خاندان کو تہایت محسوس سمجھتے ہیں، جس پر یہ آسمانی تہ نازل ہو۔'

سلاخیں مجھے عنایت کیں اور کہا۔ "تو غریب تاجر ہے یہ سلاخیں مجھے اس لئے دی جارہی ہیں کہ خاقان بھیل تھا اور اس کے گھر میں تاجسودا کے قریب پہنچ گیا وہ حقیقتاً انسانوں کے لئے ہوتے کانوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ میں پانی مانگتا تھا وہ ان سے نہیں ہوتی۔" اب میں غسارانی سے کسی طرح مل سکتا تھا۔ میں نے اپنا سامان سیتلا عیار میں لے لیا۔

آگیا اور پیش کرتے چلے گئے۔ پرامنوس کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا۔ "تم کب چلو گے؟" میں نے کہا۔ "میں ابھی رہوں گا۔" میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور کسی چکر میں پڑ چکا ہے اور کسی نہ کسی دن میری ہی طرح ڈھیرا کے ککالا جائے گا۔

خاقان کے آدمیوں نے غسارانی اور میرے معاملے کی تحقیقات کی اور میں نے گنو قرار دیا۔ جب میں تسمرا قریب سے گزرتا ہوا تو غسارانی کے سوا کوئی بھی میرے پاس نہ آیا۔

خرمانے کہا۔ "جیتا، میری بات یاد رکھا، تم شادی میں مجھ سے کام نہ لینا۔" میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہ وہ شگ کو ضرور بھیج دوں گی۔ میں نے ندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "خرمانا! اب مجھے دو شگ سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے، تم معلوم نہیں کیوں میری بات نہیں سمجھتی؟"

"کیوں؟" تم باگھو گئے ہو، ہاں تو وعدہ کر دو کہ تم شادی میں مجھ سے کام نہ لے سہی مجھے یہی بات بتانی تھی؟ اس کے بعد اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں آنسو آئے۔ میں نے غصے سے کہا۔ "اگر وہ نہیں آتا تو نہ کہے مجھے بھی اس کی کوئی بہرہ دہ نہیں ہے کیا تم کہہ کر تم گئے۔ اب تم ہی بہت لئے سب کچھ ہو؟"

میں غامووش رہا۔ میں اس سے یہ کہہ سکتا تھا کہ لٹھ مجھ سے کوئی غلط توقع نہ کیا۔ میں نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا، غسارانی آنکھوں پر ہاتھ رکھے مجھے چلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت میں تاجر تھا۔ جب میں نے اپنے نفع نقصان پر غور کیا تو ہڑت چلا خاندان کے سوا کچھ بھی نہیں ملا۔

قرہ خطا اتنے ذرا پہلے شاہراہ پریشم کے پاس یاں ادغلی کا چھوٹا بھائی تو ہی میں جان تاہر کا قافلہ ادھر ادھر کرتے چلتے رہے لیکن میں پھر کی طرح بہت ہی میں پڑا اپنے عزیز دوست کے ساتھ بڑا ڈالنے پڑا تھا۔ وہ کسی علاقے کو فتح کر کے گیا تھا۔ میرے پاس پانی کی کمی پڑی۔ میں اس کے شکر میں پہنچا اور بے تکلفی سے پانی مانگنے لگا، میں نے جیسا کہ آخر مجھے ہو گیا ہے۔

شہر سے پانی مانگا تھا وہ اپنے قبیلے الٹ کر کسی نے کی گئی کر رہا تھا۔ میں اس کے اور زیادہ قریب پہنچ گیا وہ حقیقتاً انسانوں کے لئے ہوتے کانوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ میں پانی مانگتا تھا وہ ان سے نہیں ہوتی۔" اب میں غسارانی سے کسی طرح مل سکتا تھا۔ میں نے اپنا سامان سیتلا عیار میں لے لیا۔

آگیا اور پیش کرتے چلے گئے۔ پرامنوس کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا۔ "تم کب چلو گے؟" میں نے کہا۔ "میں ابھی رہوں گا۔" میں سمجھ گیا کہ یہ ضرور کسی چکر میں پڑ چکا ہے اور کسی نہ کسی دن میری ہی طرح ڈھیرا کے ککالا جائے گا۔

خاقان کے آدمیوں نے غسارانی اور میرے معاملے کی تحقیقات کی اور میں نے گنو قرار دیا۔ جب میں تسمرا قریب سے گزرتا ہوا تو غسارانی کے سوا کوئی بھی میرے پاس نہ آیا۔

خرمانے کہا۔ "جیتا، میری بات یاد رکھا، تم شادی میں مجھ سے کام نہ لینا۔" میں نے وعدہ کرتے ہوئے کہ وہ شگ کو ضرور بھیج دوں گی۔ میں نے ندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "خرمانا! اب مجھے دو شگ سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے، تم معلوم نہیں کیوں میری بات نہیں سمجھتی؟"

"کیوں؟" تم باگھو گئے ہو، ہاں تو وعدہ کر دو کہ تم شادی میں مجھ سے کام نہ لے سہی مجھے یہی بات بتانی تھی؟ اس کے بعد اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں آنسو آئے۔ میں نے غصے سے کہا۔ "اگر وہ نہیں آتا تو نہ کہے مجھے بھی اس کی کوئی بہرہ دہ نہیں ہے کیا تم کہہ کر تم گئے۔ اب تم ہی بہت لئے سب کچھ ہو؟"

میں غامووش رہا۔ میں اس سے یہ کہہ سکتا تھا کہ لٹھ مجھ سے کوئی غلط توقع نہ کیا۔ میں نے کئی بار پلٹ پلٹ کر دیکھا، غسارانی آنکھوں پر ہاتھ رکھے مجھے چلتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس وقت میں تاجر تھا۔ جب میں نے اپنے نفع نقصان پر غور کیا تو ہڑت چلا خاندان کے سوا کچھ بھی نہیں ملا۔

قرہ خطا اتنے ذرا پہلے شاہراہ پریشم کے پاس یاں ادغلی کا چھوٹا بھائی تو ہی میں جان تاہر کا قافلہ ادھر ادھر کرتے چلتے رہے لیکن میں پھر کی طرح بہت ہی میں پڑا اپنے عزیز دوست کے ساتھ بڑا ڈالنے پڑا تھا۔ وہ کسی علاقے کو فتح کر کے گیا تھا۔ میرے پاس پانی کی کمی پڑی۔ میں اس کے شکر میں پہنچا اور بے تکلفی سے پانی مانگنے لگا، میں نے جیسا کہ آخر مجھے ہو گیا ہے۔

میں جب بھی یہ خبر پائی کہ چین کی عظیم تجارتی مرکز، شاہراہ ریشم سے کوئی قافلہ روٹشکا رہی تو مئی جس کی وہ بہت سے عباس وہاں لڑکا ہوا تھا۔ سامان تجارت کی خرید و فروخت کے لئے اس کا دور دورہ ہوتا تھا۔ پھر عباس اس کے گرد چکر لگاتا تھا۔ لیکن یہیں ایک دن اس کے قتل کی خبر پائی۔ اس کی موت کی خبر اس کے ساتھ فرار ہو کر اس ماحولیت تک پہنچی جہاں شیخ کے ساتھ عباس کو بھی موت کی سزا دی گئی تھی۔

اسی لئے مجھے یاد آیا کہ جن رات میں نے روٹشک کو خیرا فلو کے ہاں دعوت دیں دیکھا تھا عباس کو بھی پورے رات کے باہر چلنے سے روک دیا تھا۔

۴۰ خیراتی یہ قسم ہے

۴۰ غریبی کی تہم ۴۱
 وہ بہت افسردہ اور مایوس تھی، صحت بھی گر چکی تھی، تنہا دیرینک ڈیڑھ سال کا سا گناہ کرنا پڑا وہ آڑھ ہاتھ لگا رہی تھی، اب وہ وقت لے لے سچ کر دیکھ کر کہتی ہے، کبھی کبھی تو آنکھوں سے اس نے مجھے دیکھا اور پھر کبھی بڑھ کر مجھ سے بھٹ گئی۔ انہوں نے میرا ہاتھ چھوا تو میں نے اسے ہاتھ سے ہٹا دیا، جیسے کوئی نکال دیا، جیگر ۴۲
 میں نے بھی اسے ہادی طاقت سے جڑا لیا، ادا ادا ہے، اس کی پشت پر ہاتھ لگاؤں تو زخم چھڑ دیا۔ مجھے کھڑے کھڑا ۴۳
 میں نے غریب کی تہم ۴۴
 میں نے غریب کی تہم ۴۵
 میں نے غریب کی تہم ۴۶
 میں نے غریب کی تہم ۴۷
 میں نے غریب کی تہم ۴۸
 میں نے غریب کی تہم ۴۹
 میں نے غریب کی تہم ۵۰
 میں نے غریب کی تہم ۵۱
 میں نے غریب کی تہم ۵۲
 میں نے غریب کی تہم ۵۳
 میں نے غریب کی تہم ۵۴
 میں نے غریب کی تہم ۵۵
 میں نے غریب کی تہم ۵۶
 میں نے غریب کی تہم ۵۷
 میں نے غریب کی تہم ۵۸
 میں نے غریب کی تہم ۵۹
 میں نے غریب کی تہم ۶۰
 میں نے غریب کی تہم ۶۱
 میں نے غریب کی تہم ۶۲
 میں نے غریب کی تہم ۶۳
 میں نے غریب کی تہم ۶۴
 میں نے غریب کی تہم ۶۵
 میں نے غریب کی تہم ۶۶
 میں نے غریب کی تہم ۶۷
 میں نے غریب کی تہم ۶۸
 میں نے غریب کی تہم ۶۹
 میں نے غریب کی تہم ۷۰
 میں نے غریب کی تہم ۷۱
 میں نے غریب کی تہم ۷۲
 میں نے غریب کی تہم ۷۳
 میں نے غریب کی تہم ۷۴
 میں نے غریب کی تہم ۷۵
 میں نے غریب کی تہم ۷۶
 میں نے غریب کی تہم ۷۷
 میں نے غریب کی تہم ۷۸
 میں نے غریب کی تہم ۷۹
 میں نے غریب کی تہم ۸۰
 میں نے غریب کی تہم ۸۱
 میں نے غریب کی تہم ۸۲
 میں نے غریب کی تہم ۸۳
 میں نے غریب کی تہم ۸۴
 میں نے غریب کی تہم ۸۵
 میں نے غریب کی تہم ۸۶
 میں نے غریب کی تہم ۸۷
 میں نے غریب کی تہم ۸۸
 میں نے غریب کی تہم ۸۹
 میں نے غریب کی تہم ۹۰
 میں نے غریب کی تہم ۹۱
 میں نے غریب کی تہم ۹۲
 میں نے غریب کی تہم ۹۳
 میں نے غریب کی تہم ۹۴
 میں نے غریب کی تہم ۹۵
 میں نے غریب کی تہم ۹۶
 میں نے غریب کی تہم ۹۷
 میں نے غریب کی تہم ۹۸
 میں نے غریب کی تہم ۹۹
 میں نے غریب کی تہم ۱۰۰

پھر تار ہا۔ ہیجانے کہا، "متم نہ دیکھو! افسوس ہے تمہاری ہی عزت تھی، مجھے تمہارا ایسا انتظار تھا۔ آج میں بہت خوش ہوں۔"

ہم دونوں اس طرح کچھ دیر تک ہم آغوش روئے رہے، اس کے بعد میں نے اپنے گھر کے آیا۔ پہلے میں اپنے گھر میں تنہا تھا اور گھر بھائیوں بھائیوں کو گناہی تھا انہی کے لئے کہتے ہوئے تھے کہ تو اس کا طبیعت میں غیر آؤ آیات کا لیکن اب جبکہ وہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا پیدا ہو چکے ہیں، انہیں سنگول کہتے کہ برابر بائیں اور دایرے میں رہتی ہے اور اس لئے کہ وہ اس لئے کہ وہ آباد ہوگا اور اس کے دروازے سے گئے۔

دلت دیر تک ہم دور دنیا بائیں کرتے رہے، آخر زمانے میں جو داستان ساقی دانت لکیر کی طرح برکتی ہے کہ اس کا بیٹا جیوان ہو کر خاقان خضر دینے کا گدا ایک نہ ایک دن وہ سارا بڑی خوشنماک تھی، خسرو ساقی کو اس ہرم میں کہ وہ آسمانی جلال کے مستوجب انسان کو پروردگار خالق و موجد کو ان کی ذلت و حقارت سے بچا ہوا ہے، اس کا خاقان بیٹا اسے بھی فتح کرنے کا اور اس تک و خصلت کرتے کیوں لگی، بڑی اذیتیں دی گئیں اس کا ساقی قطعاً تعلق ہوا اس کے یہ وقت وہ ایک نامور خازم اور پسر جاتے گی، مرنجانی کی حیثیت سے نہیں، خاقان کی مال کی کو اس سے دور رکھا گیا اور آخر سے مجبور کیا کہ وہ خازم چھوڑ کر کہیں بھی چلی جائے، اسے حیثیت سے ایس کی پورا اور توبہ مان بانی، مرنجانی اور شاہان و قزاق عزت و تکریم کر رہے اس مصیبت میں، یں یاد آتا۔

پیشہ نے پوچھا: "دوستک کا کیا حال ہے؟"

خبر افانے جواب دیا۔ اس نے وہاں سے ذرا ہونے کی کوشش کی تھی لیکن بیکار

گئی اور اس کے سر میں کیلوں سے لے کر تھوڑے موداخ کر کے پھیل گیا۔

مجھے یہ بھی معلوم نہیں کیوں، مجھے اس خبر سے صدمہ نہیں پہنچا۔

جہاں نے عباس کو خرمست لہو چھو تو کہنے لگی کہ رات میں اس تھمیں ستانی ہوں کہ

یہ ہے کہ میری طرف سے ہے۔ یہ ہے کہ میری طرف سے ہے۔ یہ ہے کہ میری طرف سے ہے۔

بزرگ شہید



شہد کے نام گرامی اور باخون اور منتقلی نے فخر اور نام پر کاد شہزادہ میرا میں
 شہین میں آباد کیا یہ شہزادہ احمد نگر کے حکمران تھے نظام شاہ کا بیٹا اور چاند پانی کا بیٹا تھا
 نور نظامی سے محروم ہو کر شہنشاہ اور جہون کی حد تک ضرب کا دل وادہ مرتضیٰ نظام شہزادہ کی
 تعلیم و تربیت پر کوئی توجہ نہ دے سکا تھا اور شہزادہ کے حال کو یہ معلوم تھا کہ احمد نگر کے مستعین کی
 نگران میں جہن کی قدر میں بھی جا چکی ہے اس لئے انھوں نے اپنی چھٹی بیٹی باور اور اعلیٰ اور بے گناہ
 کے کو شہزادے کا ہاتھ حاصل کر دیا اب شہزادے کا لڑکپن میں مستعد بہ تھا کہ شب و روز کا امتیاز نہ
 بفرہ تھا اور اس سے لیس ہو کر شاہی محل سے نکلتے اور اپنے ادب و حق ساقیوں کے ہر لمحہ کو دل و دل کو مشاہد
 بنا کرتے تھے چاہتا تھے جہد کر خاک میں ملا دیتا اور کسی راہ گیر کی شہادت آجاتی تو شہزادہ تلوار کے ایک ہی
 وارے سے زمین پر لٹا دیتا اور اس سے اپنے زیادہ دوست و دشمن کو بے پروا کر دیتا تھا وہ گداز دور
 دور آدمیوں کو شہزادہ کے بلے سے بے دربان کی صورت آبادی میں خدا پرست اور ویرانی اور مستعد بہ ہر دم
 ہر اس کی پیشوا کو حاضر کرتی۔

پرانہ نظام کے ہر کام سے چوتھے سے پر اور باخون کا مجمع تھا اور سانس کے میدان میں شہزادہ
 اپنا ہم نشینوں کے ساتھ چنگان بازی میں مشغول تھا وہ اپنے منکر رنگ کے ٹھوڑے پر اپنے بار کو کشش کر کے
 خلیق شہزادے کی ٹھوڑی کو تیز سے اٹھاتے ہیں تاکہ وہ ہاتھ چرو گرد و عباد اور ناک کی منتظر رہے بعد
 کی تھا اس کے اوپر صاحب شہزادگی ناک کی کھڑت میں ہیں وہ اپنے دیکھ کر منک اور اپنے میں مصروف
 تھے اور ہر آدمی کے لئے کہ اللہ نے چاہا تو حضور اس بار فرد کا میرا بے پورے "شہزادہ سلسلہ کامیوں
 سے رنگ اس کے تلے کی قلعہ کا ہے چوتھے سے اپنے آئینہ نگار دد کر کے ٹھوڑی دیر بعد وہ چھوٹے
 کہنے سے پہنچ گیا اور تیز سے کوڑے سے نشانے کی مڑی اٹھانے میں مشغول ہو گیا اس بار اسے سلسلہ سات
 بار کا بن اٹھاں نہیں ٹھوڑی بار اس نے ہر کشش کی لیکن نام ٹھوڑی اور ڈولے کے بڑے بڑے چاہا گیا کہ وقت
 اس کے سامنے سے ایک فوج نے جگہ کے ٹھوڑی کو دیکھ کر کہا جاب تھا اور شہزادے کو مریت ٹھوڑا
 بھگتے دیکھا تو ایک طرف بھاگ کھان بچانے کی کو کشش کی شہزادے کے گالوں پر خوشی
 کی شہزادہ کو بھی اس نے بھگتے ہوئے توجہ ان کا قلب کیا اور تیز مڑی کے بجائے اس کو جہن کی پشت تیز
 پست کو باوجود اپنے ملا کر گئی شہزادے کے ہاتھ سے تیز چھوٹ گیا اور اس کا قاتل بھگتے ہوئے
 جگہ کے خود بھی ٹھوڑے سے کہیں صدمہ نہیں آوے اور باگرتے زور سے اور شہزادے کے ہاتھوں پر تھا
 اس کے چہرے پر لائے اور باخون سے ہوا سے کہ مریت و خواص میں ملنے کی کو کشش کرنے کی
 صاحب نے خوش آمدت کیا شہزادے اس بار کہ ہوا میں ہاتھ مار کر جیٹھا

کبھی اس پر ہاتھ لاس دقت تک بغول کی چھتر و تختیں ہو چکی تھیں اور خاندان کے چند افراد کے سوا کسی کو تلاش کر دی تھیں جس کا وہ جیسے سے ذکر سن رہا تھا۔ اس وقت ایک شراب و شباب کا لڑکھڑاتا لپٹے اپنے گھون کو جاکے تھے خیراؤسے کو سولستے دیکھ کر بھی ادب سے کھڑے ہوئے ان میں سے ایک نے فریاد کر دی کہ میں نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: خیراؤسے! کو ایک شکل خراسا نظر آئی۔ یہ نفی شاہ مدھانچ خاص بدشاہ تھا۔ نہایت حسین و جمیل، نہایت شرمیلے، نہایت چنگیز کی بیوہ اور مغول کی ماں ہیں! اور پھر میں بھی یہی ہوتی تھی کہ ایک طرف اشارہ کر سکتے اور کرتے ہوئے حیرت کا لنگہ خیراؤسے کو اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ جن لوگوں پر بہت ہرمان کر رہے تھے کیا! اور یہ چنگیز خان کی بیٹی اور مغول کی بہن مونسہ خاتون ہیں! پھر خیراؤسے سے جوت جیت ہے ان میں نفی شاہ کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے نفی شاہ خیراؤسے کو اپنے سامنے رکھ کر گھبراہٹ کر رہی تھی اسے ان خواتین کے سامنے ہر لڑکا آخر میں کیا! خیراؤسے کو اس سامنے کھڑی دیکھ کر لیکن اب وہ حال خود رہنے لگا تھا اسے ٹھان کر کہ اگر نفی شاہ مزید مغول کی مالک فرما کر بادشاہ کا بھیج دیا تو وہاں ہر ایک اسے بہت اچھا پوچھا اور حضور خود حضور بھی گئے؟

پتہ چھا ہے نفی شاہ خیراؤسے کے آگے دھا بھگا اور اسے حق کیا! بہت اچھا پوچھا اور حضور خود حضور بھی گئے؟
ناراض اور غمزہ خاتون غصے میں خیراؤسے کے قریب پہنچ گئیں اور بلیک بلیک کر دینے لگے کہ تو اس فعل کے سلسلے میں جو کچھ کہتے ہو وہ سب جھوٹ ہیں اس کا رنگ اور اسے یقین سہارا ہو کر اس کی شکایت بادشاہ کو بھیج دیا۔ تمہاری حیثیت احمد نگر کی روایا میں باپ بیسی ہے کیا اب اپنے بیٹوں کو اس طرح تسکین کر دیا خیراؤسے کے چہرے کا رنگ نفی ہو گیا اور اسے یقین سہارا ہو کر اس کی شکایت بادشاہ کو بھیج دیا۔ تمہاری حیثیت احمد نگر کی روایا میں باپ بیسی ہے کیا اب اپنے بیٹوں کو اس طرح تسکین کر دیا

خیراؤسے کی جاس سے نہایت افسوس کا اظہار کیا۔
وہیں مغولی کی ماں سے معافی مانگنے آیا ہوں اور یہ بتائے آیا ہوں کہ یہ ہے جو کچھ مجھ کو
غفلت سے چہا چہا اور اپنی اس غفلت کا تادم زندگی بھر کیتے رہے کا وعدہ کرتا ہوں! خیراؤسے!

نفی شاہ اندر کی طرف جاتا ہوا لڑا۔ بات ہے تو آپ میرے ساتھ تھے، بادشاہ اور
شہر لودھ سے پر و ہوں کیا ہوا تاہم باہم جو اس آپ نے مجھ سے کہی ہیں جن کر مغول کی ماں سے کہہ دیں
شاید اسے بھر کھاتے!

یہی معمولی شخص کا گھر نہیں تھا چکر خان کا چھوٹا سا محل تھا، وہ چکر خان جو کبھی اس کے تعلق سے مونسہ کو مخاطب کیا کہ تم انہیں بھگتو، میں اپنی غفلت پر تادم و شرمسار ہوں، میں زندگی بھر
کاسب ہے ہم خوش تھا اور مجھے بادشاہ کے مزاج میں سب سے زیادہ مونسہ حاصل تھا اندر کا ہر فرد کو بوجھ و بھالے کو تیار ہوں!

جیسے کہ میں پادشاہ دکن خوب صورت رہتی تھی وہاں دکن کے ہرے پر جانور نہایت ہی حسین اور
جانورین پر اور حراؤ اور کھڑکی کا لنگہ دیکھتے تھے میں نے ایک مونسہ سے مشق میں پہلی جانور پر مختلف دیکھا، وہ اس قدر تیز آواز میں دوتا تھا کہ وہاں سے اس کے مونسہ کو حوصلے
خواتین کو خوشیوں کے سبب سے یہی تھیں تھیں کہ کاندھے جانے کا اندازہ یہاں تھا کہ اسے گھر میں پہنچنے کی دعوت دی۔ وہ خیراؤسے کی بات ٹال نہیں سکتی تھی حوصلے کی آڑ میں مشہور لڑا دے تھیں
حاصل ہے نفی شاہ کے ساتھ کیا یہی تھیں تو ان کو تیار کر دینے میں جتنی سے تھا کھڑکی پر تھیں اور چادر
اور ہاتھوں سے اپنے چہرے چھپاتے تھیں چند آنچے اور کچھ دھڑکن کے پیچھے چلی گئیں اور ایک فرد اپنے
سے تھوڑا خاتون اپنی جگہ پر آدھ سے سہجے میں پہنچ گئیں۔

نفی شاہ کے چہرے پر ایک خفیت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، اس نے آواز میں
خواتین کو مخاطب کیا کہ مونسہ خاتون! خیراؤسے میں ان میں مغولی کی تعریف کو قشر پٹ لائے ہیں ان سے
بے حد سچا ہو کر کہتا ہوں کہ میں نے انہیں شریف سے آئیں۔

مجھے میں گئی ہوں خاتون تمہارا کٹھن میں ہے اور وہ خود بخود نفی شاہ کے گھوڑے
دوسری خاتون میں بارہا بھیجی ہوئی ہیں پر وہاں اس آئینے، شہر لودھ کی نظریاں ان میں

خیراؤسے نے شرفی سے کہا: مونسہ! اگر میں نے تمہیں پہلے دیکھ لیا ہوتا تو آج یہ خاندان اتنا
سنگڑا نہ ہوتا!

[illegible]

غیر لازمہ کتاب دیا، ہاں یہ ہیں اور میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ شعور و غفلت مٹ کر رہا، میں تم سے پتہ لواتی ہوں کہ تم کو واپس بلا چاہوں گا۔“

خاقان نے شہزادے کو غصے اور نفرت سے گھونڈ کر ہولناکیاں مردہ جو کبردار کو دیکھتے ہیں۔
سوال کیا۔ اسے کون سے ہلاک کیا؟

خبر اس نے سن کر کہ جواب دہا می ہے، اور صرف اس لئے کہ اگر میں ایسا نہ کرتا تو مجھے ایسا کہہ دیتا
مجھے بتیہ تم یہاں تک نہیں آؤ، بے اختیار ہرگز نہیں آؤ۔

معاذ اللہ! خوش ہیں، اچھے بڑے کرو، عداوتہ کھیلنے والے کسٹیشن کی ٹیکنیگز سے بچنا۔

لوگو! خاتون! میں آگ چاہوں تو تمہاری ٹوٹی مولے کو زبردستی اپنے حرم میں ڈال سکتا ہوں یہ کہیں میں ایسا نہیں کرنا چاہتا!۔

خاتون نے منہ ہی منہ کہا: لیکن میں نے بھی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے جیسے سے ذلالت کے ساتھ

شہزادہ نے بے زاری سے کہا: اسے اس فضول شخص سے معقول کا ذکر باریاد کر کے تم میری دل آزاری کیوں کرتی ہو؟

خاکوں نے ہم سب کے سر پر دو یہ اختیار کیا، بولیں: "پھر اس سے تو مسئلہ اور گہرے میں چلو۔"

آسانی سے بہا کر دوں گا۔ یہ سچو پوچھنا یہاں اور کون کون رہتا ہے ؟

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسا ہی ہے جس نے

سہرا کے لیے چلے، ان کے لیے ہمیں اس سرگرمی کے بغیر کیا سہرا لکھنا تھا؟

اور شہزادوں کے پاس ہوئی ہے، ہم حکمران لوگ جو چاہتے ہو طمانت کے ذریعے حاصل کرتے ہو اور ہم کو کرنا لوگ عقل کی نعمت رکھنے کے باوجود مجبور اور بے بس رہتے ہیں!"

شہزادے نے کہا: میں ایک اور جو اکیلوں کا! اس کے بعد خاموشی دمکے باہر کی ٹھٹھکی سے بھری گئی۔ وہاں ہنسل سنا تھا، باہر سے طہیّٰبے جو کے شہزادے نے کہا: غالباً جو کدہ دار کی بیچ و بدری کے کاغذات

تہنیتاً تہنیکاً!
اس کے بعد شہزادہ پھرتی سے باہر نکلا اور کونھری باہر سے بند کر کے ذخیرہ لگادی، لہذا اس وقت

خبر دادے نے اس سے بعد سولہ کے گھر کے کو باہر سے جند گردیا اور اس طرح بادی بادی تمام

گھر سے باہر سے بند کیا یا دودھ دیا وہ مونس کے گھر کے لکھو کے اندر داخل ہو گیا یہاں قرآن پڑھا اور دعا

دکھا تھا اور مونس اپنی پہری پر بڑھتا تو گجری مینڈ میں ڈوبی ہوئی تھی، شہزادے نے داپس چا کے گھر کے کا دودھ اڑا

اللہ سے بند کر لیا اور وہ بادہ پھر ملاسنے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ وہ پھنسنے سے زیادہ سینہ سانسوں کے درد جزیرہ سے مبتلا تھا۔ امیر، زلفوں کی سپند المی، المی، انھیں انھیں انھیں سے گزر کے دھندلے سے ہوتا ہوئی جیسے تک المی

تعلیم، اس کا ایک اہمیت پرکھتا تھا اور اس میں وہ بڑا سہارا دیتا تھا۔ یہ حکومت کے مفاد کے
 واپس تھا۔ اس کے بعد اس نے ہاؤس کی ایک نئی شقی میں سے کرناک سے انکلی اور سائینس اور پریکٹکس

سرحد کے دکن بھڑے پتھروں میں، خاندان پرانے اور مدلل کتب خانے پر ہونے والے طبعی مضبوط حصار کے بڑے ابواب سے باہر

مولانا نے کہا: لیکن تمہاری شادی تو بچا پور کے حکمران، ابوسعید خدریؓ کی بیٹی سے ہو چکی ہے۔"

شہزادے نے جواب دیا: ہاں ہوتو جو کہ ہے لیکن میری دھمکا بھی میرے پاس نہیں ہے۔ کبھی خصوصی نہیں کیا اب تک ادا کی جائے؟

موسسے ماجی سے کہا: مغز اسے اطہر کے لئے نہیں اخیال ہے دل سے نکال دو جو باور
 ہے مقلد کی کہیں اور میرا کوئی مقابلہ نہیں، اس کے مقابلے میں، میں خود کو ہمیشہ حقیر اور کمتر محسوس
 کرتی ہوں گا۔

شہزاد نے جواب دیا: میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں ایک دوسرے سے ملنے دے دوں گا؟

شہزادے نے شہزادہ آئین آباد میں کہا: "میں تم دلدلہ کو کہہ کر تمہیں میری محبت کا جواب عطا
ہے دوگا؟"

مونس نے کہا: محبت جبراً و توہر دست سے نہیں کرائی جاتی!"

[illegible]

موت نے شہزادہ کے چنگل سے بچے کو لے لیا۔ پھر اسے شہر واپس لے کر اپنے اساتذہ خانوں سے شہزادہ کا مزہ چھانڈا۔ وہ کہتا تھا کہ اسے شہزادہ کا کچھ نہیں یاد تھا۔ شہزادہ کی کات کو دھلی پڑی اور موت نے بچے کو لے لیا۔ لیکن شہزادہ نے بچہ بچھڑایا۔ اچھا ہوا اور اب وہ بچہ بچھڑا کسی قسٹ پر بھی نہ رہتا تھا۔

موتسہ و دونوں ہاتھوں سے شہزادے کے سینے پر غریبیں لگائے گی!

یہی دونوں ہیں یہ مقابلہ ہادی تھا کہ کوئی کاسیہ کیلئے چڑھا دے اور سب سے پہلے وہاں کوئی گریبا
نہروا دے نہ خیر یا جو سب سے پہلے ادا ہوئے کہ کوئی کاسیہ کیلئے چڑھا دے اور سب سے پہلے وہاں کوئی گریبا
وہاں سے جنت گمانے کی نعت قائل کہنے لگا۔ پھر اس سے معلوم ہوا کہ کاسیہ کو کھلے بندھے
خواراک نہ ہرگز تاجہ دے گبرائے کرے سے باہر نہیں گیا جو اس نے عورتی فنیف جانا ادا کرے کو فرما
تھا کہ اس سے بند کرنا۔

مختار زادہ مشتے میں پھرا دھندلے کو شیارہ ادا دھندلے کو بھلا کر دیا اس نے کہا۔
 "سوشلزم تو یہ بھی کہ نہ وہ دھندلے بھڑکے تو مجھے مجھنڈا دے ہوگی پہلے میں تعین لیں اور پھر نہلا
 جانا تھا کیوں اب میں تعین کرنے تاکہ وہ کون گدی میں ایک خدائی اور سرکش انسان ہوں اور مجھے عزت

[illegible]

مشیر اے نے مسکرا کے جواب دیا: اپنے گھر سے ہیں!

• تم کہاں چلے؟ •

مختار سے کہتے ہیں !

مونسہ جبران پریشان (اور اصرار) اپنے مان کو دیکھ رہی تھی بشہزاد نے کہا: اپنا مان کو دیکھ رہی ہو؟ انوس کہ ہاں، میں یہاں نہیں آگئی تھی، خود بخود نے مجھے تھوڑے پاس بھیجا ہے۔"

مولانا کی پریشانی پر غصہ سردی سمیٹا سکتا ہے اور وہ بارہ شمس کی کوشش کی، شہزادہ مہر کی پاس کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ہونسنے نے پروا نہ دی کہ بارہ صیحت لئے خوفزدہ ہو چکے ہیں یا نہ کیا۔ سب سے اہم یہاں کیا لےئے گئے ہیں۔

مشہور اے کہ جب وہ صرف یہ جانتے کہ میں کھن مشہور آدمی تھا ہوں، میں اپنی ایک
صرف اپنی حرمت اور عزت سے پہچانوں، تب صرف وہ لوگ ہی ان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ میں تمہیں تب ہی
چاہوں گا کہ ساتھ ساتھ جو گناہوں سے ڈرتا ہوں وہاں وہاں ہوں اور اپنی غریبی سے غریبوں کو براہی
روایت اور حیلے سے قابو پاؤں، میں خوش محسوس کرتا ہوں؟
بولنے سے پہلے یہاں ماں کاں ہیں؟

مشہور ہے کہ سما کا کچھ بڑا اور سرخاڑا چم کیا: اس میں جو عورت کا بانہ، دانام پیکر میرے
حافظہ قریب تک مہر کرنے کی کوششیں نہ کر دیں وہ نہ تم کو جسے کہ بائیں کرو، پیادہ اور عبت کہ
بائیں عبت سے کچھ بعد وہاں بیٹے آیا ہوں، سوئے میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں، میں تم پر ایسا
سب کچھ متاثر کر دے گا کہ خبر کر کے گناہ کروں گا۔ ۶۔

مولانا نے حاضر آئے ہوئے پیچھے سے کہا: خدائے لئے اس وقت تمہارا سے چلے جاؤ اور
دن کی روشنی میں آگے بات چید کرو، میرا فلاں آٹا جا رہا ہے۔

کہ تم مجھ سے سناؤ کہ وہ کی؟

مفتی شام نے انیسویں سے کہی: ان کا خیر کار ہوا ہے سے فارغ وادیم خود کھائی سے مہمات
اعلان کر رہا ہے؟

مفتی زادہ فریاد و دیر گفتگو کرنے پر آمادہ ہوئے: بولا: میں جانا چاہتا ہوں؟
مفتی شام نے اجازت سے جواب دیا: آپ جانا چاہیں گے تو کس میں جانی طاقت ہے خود کو سکھ
کیں جانے سے پہلے چند چیزیں یادیں پر مجبور کر دیا جائے تو خیر ہے؟

مفتی زادہ مفتی شام کی صورت دیکھتے دیکھتے مفتی شام سو گز اوڑھ کر اپنے مکان میں چلا گیا۔
پندرہ ماہ کے میں بعض اوقات اذان کھنکاس کے لئے دہائی جان میں جاتا ہے، یہ سب معاملہ ہونے کے ساتھ
بھی پیش آیا وہ حسین ہے، خیر معلوم ہے اور جو شخص بھی اسے ایک نظر دیکھ لے گا، دل و جان سے حاضر
جائے گا، آپ سے کوئی بات بھیجنا نہیں چاہتے، وجہ یہ ہے پہلی بار ہونے کو دیکھا تھا تو پہلی ہی نظر میں اس
کے اسیر ہو گئے تھے، دیگر خان کی موت کے بعد میں نے اس کو سنے کے لئے کہا، وہاں آیا اور شاید اس
اس موت کے ہونے کو بھی ہمارا جانب ملاحظہ کر دیا، میں نے اس کو سنے کے لئے کہا، وہاں آیا اور شاید اس
کوئی ہے لیکن یہ مزید کہیں گے کہ وہ ہمارا خیال رکھتا ہے؟

مفتی زادہ گفتگو سے اس کوڑ میں خاموش رہے، وہ اتنا مفتی شام کہتا رہا، پھر ایک دن میں
ایک نہایت خوشگوار اور اہلک موت پر آپ نے بھی ہونے کو دیکھ دیا اور ہمارا خیال ہے کہ ہمارا طرز
آپ میں اپنا دل پار بیٹھے اور اسی اضطراب اور بے چینی میں آپ سے یہ سارے امور سنا سکے، ان
مرد و بیویوں نے؟

مفتی شام کے سامنے گو گنگن کی طرے باختر میں تو بیٹھے لیکن شہزادے کا وہ بے اختیار خاموش
رہنے پر مجبور کئے ہوئے تھے

شہزادہ کا جواب دیکھ کر فکر پریشانی کے پورے بھی کر اچانک مفتی شام نے سوال کیا: کیا شہزادہ
ساحب! آپ بے نیامی کر لیا آپ ہونے سے واقعی مشتعل نہ رہے؟

شہزادہ نے جواب دیا: کیا جہودوں کی طرے باختر میں تھے اس جگہ میرا آنا یہ بات جہودوں کی
کس ہونے سے واقعی مشتعل کرتا ہوں؟

مفتی شام نے کہہ: مفتی قوم میں کرتے ہیں لیکن اس طرے جہودوں کے، نہ ان میں اس معر میں ایک
بمعاہدہ اعلیٰ نہیں ہوئے؟

شہزادہ نے بے قراری سے جواب دیا: آپ اپنے ظرف اور دماغ کی بہت بھلی ہے؟
مفتی شام نے پوچھا: کیا آپ ہونے سے خزا کر رہے ہو؟

شہزادہ نے جواب دیا: یہ بھی کوئی چیز نہیں ہے، میری دل میں سے شادی کرنا چاہتا ہوں
مفتی شام نے کہا: میں توئی کے دل کو آپ کو کرنا چاہتا ہے، میرا یہ کس طرف آپ سے محبت
ہوئی تو کچھ مجھ میں نہیں بتاتا؟

شہزادہ نے بے چارگی سے جواب دیا: وہ جواب دیا: میں توئی کے دل کو آپ کو کرنا چاہتا ہوں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

شہزادہ ایک دم چرخ پا ہو گیا، بولا: میں یہ قبول کرتا ہوں، میں نہیں سنا تھا، میں ہوں تو کس کو پتہ ہے؟
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

شہزادہ اندر ہی اندر اشد غم کی آگ میں جل رہا تھا، بولا: مجھ کو اس بزرگوار کو دیکھ جاتے دے؟
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

شہزادہ ٹوڑا ٹوڑا کر پڑا اور دیواری طرف بڑھا، مفتی شام نے کہا: نہیں شہزادہ! آپ میں
وہاں سے جھٹک کر کیوں شہزادہ کے پاس آپ باقاعدہ مکان کے اس دروازے سے دایسے جاؤں جس سے

وہ شہزادہ کے لئے مکان میں داخل ہو، وہ مکان سے باہر نہ چھٹکے کہ طرف بڑھ کر جواب دے
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں
مفتی شام نے کہا: ایک دم ہمارا دل چاہتا ہے، لیکن میں آپ کو خود دہائی کے کتب ہونے کے مجرموں

مصلحت نے جواب دیا۔ اس وقت میرے ہاتھ میں ایک پراسا سما ہے اور یہ یاد رکھو کہ اگر تم نے میری
 جگہ نہ کی تو کسی رعایت کے بغیر سوئے سے زخمی کرو گے؟
 ستمبر زادے نے کہا کیا قیامت قسمت ہے کہ کسی قدر لڑائی ہے؟
 مونس نے کہا اس وقت میں خود بھی جان پر کھیل جانے کا بہت پرکھی ہوں، تم مجھے اپنے اہل طاعت اور
 دولت کے ذریعے کوڑا چاہتے ہو، ایسا ناممکن ہے؟
 اس وقت بہت قامت مصاحب نے کمرے کا دروازہ کھول دیا اور گھرایا جھک کر سے میں داخل
 ہو گیا، قبلہ عالم و منصب پر دست چڑھایا اور کمرے میں لڑکا کا پیچھا پھڑ پھڑا دیکھ کر اسے کہنے لگا کہ
 ستمبر زادے! میں کہتا ہوں کہ آخر تو کیوں نہ راجا رہا ہے؟ تو کیوں حواس باختہ ہو رہا ہے؟
 بہت قامت مصاحب نے جواب دیا، ستمبر زادے! باہر حضور والا کے پورے گھرانے کے ساتھ آؤ تو مجھے
 ہیں اور بادشاہ کے حکم پر بلاؤ عالم کو گھرانہ لے کر لے جاتے ہیں؟
 یاد رہے ہاتھ سے جاتے جو دینی اور دنیا کی گھڑائی کی تحویں تھیں تو ستمبر زادے کے پاس ہی جاتے رہے۔
 ستمبر زادے بہت قامت مصاحب کے ساتھ باہر نکلا، وہاں بادشاہ کا ایک مصاحب خاص تھا جس کا نام سہا جیوں
 کے چارہ شہزادے کے نام پر بادشاہی لئے کھڑا تھا، بادشاہ کے مصاحب خاص نے ستمبر زادوں کی یہ حضور والا
 کیا ہے یہ بادشاہ ہی میرے ہاتھ میں دے دیکھ کر کہہ رہے تھے؟
 شہزادے نے اپنا ہاتھ پیرا شہزادہ کی طرف بڑھا دیا اور بکلیت پیرا نہ چھینے لگا، بادشاہ نے لکھ
 مونس از جہاں شہزادے! یہی ہو کر کیا ہے؟ سننے میں آیا ہے کہ تم میرے چھوٹے بھائی کی لڑائی سے شاد ہو کر لے جا رہے ہو؟
 میں ہنسنے پر ہنس رہا ہوں، بلاں بھیج کر بلاؤ وہ دیر پر بلاؤ شہزادہ شہزادہ کی طرف اشارہ کیا یہ میرے بھائی
 بکلیت میں بکھو گیا تھا اس میں کھتا تھا۔
 یہ ستمبر زادوں ہمارا اہل شاد اور دھندلا اور ہنستا تھا، اچھا سنو، غلامیو! یہ کمالک اور سہروردی
 اس کے حاکموں اور بدخواروں نے ہیں اس کے خلاف جھگڑا اور ایک دن اس نے خدا سے فرستے ہیں، سہروردی
 مار دینا کا منصوبہ بنایا، سہروردی خان ہمارے منصوبے سے واقف تھا اس نے ہنسی خوشی سر کرتے ہوئے سہروردی
 ملنے کو کہا، لیکن بادشاہ نے ہم پر پیغام بھیجا کہ میں جانتے ہوئے بادشاہ کا پیچھا ہر ایک یہاں کی کمرے آؤ
 یہ وہ امن ہو، بادشاہ نے خود بادشاہ کو گناہ و مصلحت دیکھے ہم اپنے اس فعل پر آج تک شہزادہ ہیں اور کاد و بار
 سلطنت سے تقریباً پانچ سالہ کیجئے ہیں اور تم میں وہ داد اور امیر کی بیٹی کو ستانے پر کمر بستہ ہو، بڑے اہل حال و صول
 کرتے ہیں، ماس خاص حاضر ہو اور اگر تمہیں اس حکم کی تعمیل میں کوئی کٹاں آئے تو ہم نے اپنے جان نثاروں کو
 حکم بھی دیدیا ہے کہ تمہارا سزا موت ہے، وہ جو چاہے کہ اس کا جواب کوئی اختیار کریں، یہاں تک کہ وہ نصیب
 میں کر سکتے ہیں؟
 شہزادے کو فخر تو بہت آیا لیکن اس خطرناک درباری شاہی کے آگے سر جھکا کر جی چڑ گیا اس نے خود

پیشا کے حوالے کر دیا، بہت قدر مصاحب کو گھر واپس جانے کی اجازت کی اور کہا، بادشاہ نے تجھے طلب کیا ہے
 جس مصیبت میں کیوں پڑا، تم واپس جاکے میرے دوستوں اور جان نثاروں کو یہ خبر سناؤ کہ بادشاہ نے
 ایک معمولہ مصاحب کو کھیل پر اپنے بیٹے اور لی علی کی گھڑائی اور اس کا فرمان عداد کر دیا ہے۔
 بادشاہ نے شہزادے کو دیکھ کر کہہ دیا اور نفرت سے کہا: تمہاری لڑائی کے ایک قریب میں ہیں جو تمہارا
 کوچہ گلی، زمان مظلوم ہو کے سوگ میں مبتلا ہو چکا ہے، چند روزہ سال سے غارت گشتی کی زندگی گزار رہے ہیں اور
 کاروبار بکلیت لے بیٹھا، ان کے حوالے کر کہا ہے اور تیری بہت کہ میں مظلوم کو انہوں نے ڈاکو خانے کی
 سوسختی کر رہا ہے؟
 شہزادے نے جی بڑا کر کے جواب دیا، میرا آپ کے مظلوم میری جتنی سے شادی کرنا چاہتا ہوں؟
 بادشاہ نے کہا، آخر کیوں؟ تیری بیوی نے جاوڑ میں خراشتا کر رکھی ہے؟
 شہزادے نے زبانیہ لفظاً افسار کی، بلکہ یہ بادشاہوں اور سہروردیوں کا ایک ہی بیویا ہے۔
 گور بسو کر نا چاہیے؟ کیا اس میں ان کی قیام نہیں ہے؟ کیا ایک بادشاہ یا سہروردی سے کو
 ایک ایک بیوی پر کھڑا کر کے اپنا شہزادہ قرار دیا اور اپنی غلامی میں کرنا ہے؟
 بادشاہ نے ہنسنے سے اپنے چہرے پر لکھ دیا کہ اس کی اس شغل بادشاہوں کا تاب و تلک شہزادے
 نے گردن جھکاؤ، بادشاہ نے ہنسنے سے کہتے ہوئے کھڑا ہوا، انا قلت! ہم تجھے مان کر دیں گے، تجھے شغل کر دیں
 ہم ایک ایک ہم بادشاہ ہیں تو اس کو ایک ایک عالم شہزادے اور شہزادوں اور اعزات کا سہن نہیں ڈرو یا
 بکلیت اس قیامت قدرت سے دور ہوا، وہ دیکھ کر کہیں ہم تجھے اپنے ہاتھ سے زشت کر دیں۔
 حکم پڑے ہی سہروردی بادشاہ کے سامنے سے ہٹ گیا، محل سے نکلنے وقت اس کا بھائی شاہ کے سامنے
 ہلکا سہروردی سے دانٹ پیتے ہوئے کھڑا تھا کہ سہروردی کو کابو تو میرے معاملے میں پسپائی اختیار کرنا
 میرے اور دنیا و دیر ہوا جوئے کے لئے تیار ہو چکا، وہ بادشاہ کا معاملہ تو میں اس کا بھی کوئی کٹاں لگاؤں گا!

حالت دیکھی کہ اپنی شاد و کشتار کر دی، میں وہ بھیہ گون میں داخل ہو تو کچھ سیر و سب کا بہرہ جھک
 نماؤ، وہ ایک ایک کے سامنے لگتی شاد ہو کر تھیں کرنا، بائیکا اندر سے وہ خود میں لڑنا تھا، ہاتھ بٹک
 کاٹاں فیضیہ بناری بھوکاؤں کے معاملے میں کسی بھی عورت ہارنے کو تیار نہیں ہے، یہ بہت سوچ کے
 اور زیادہ پریشاں ہوا، اگر شہزادہ کا دربار ہے اور اس کی نظام ستارہ کی دائمی کینت کا کوئی کچھ نہیں
 کہیں سے کس وقت کہ اسے ملے گا، وہ شہزادے کو کھل کر اس کا کٹاں تھا، اپنی شاد و بھری میں یہ بڈل
 اس کا کٹاں بھرت خود دیکھ کر اس نے اس میں بہت ہی محسوس کی کہ شہزادے کو کسی بھی تدبیر سے
 دوست بنالیا جاوے!

مونس نے کہا، تم معلوم نہیں کیا سب سے پہلے اگر شاد ہی دستہ دوار بہت سے ہیں تو شہزادے

مصدق میں ضرور کلاب ہرجا ہوا چلو سے پاس جو کچھ بھی چٹا سے لے کے یہاں سے کہیں اور چلے جائیں گے
سوچنے سے اندر دیکھ کر حکومت ہندوار ہوا۔

فتح شاہ سے جواب دیا: مہاراجا کو میری کہیں نہیں لگتا بادشاہ ایک کونے سے صبح کر رہے ہیں۔
ہاں میں یہاں ہوں اور مجھے شہر کے سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اب اگر میں بادشاہ کا کہتا ہوں
مگر انھیں بھی اپنا دشمن بنالوں گا اور دشمنی بادشاہ کی جتنی بہت زیادہ نقصان پہنچائے گی۔ قریب ہجرت
کرنا بھی حکمت نہیں۔ پتا ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ اگر یہاں سے دے گا تو بادشاہ کی طبی پر میں ہجرت بادشاہ کے حوالہ
کرتے کی؟

مولہ نے سرعزیز غیب مشکلی میں ہاں کیسی ہے، آخر میں کون کا چاہیے؟
فتح شاہ نے جواب دیا: بادشاہ کہتے ہیں کہ میں تم سے فوراً شاہی کرکوں کی طرح یہ قسمت
چلتے ہوں؟

مولہ نے چونک کے ایک لمحے کے لئے فتح شاہ کو دیکھا اور دیکھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی
بادشاہ کی ایسا پردہ دونوں کی شاہی ہو گئی اور اس شاہی میں تصویر دیر کھلے بادشاہ نے ہم
شرکت کی ڈان بنی ہوئی مولہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس نے اپنی جتنی فکر اور اس
بادشاہ اپنے بیٹے میرا حسین کو یہ جتنا چاہتا تھا کہ مولہ بادشاہ کی بیٹی ہے اور اس
خلاف کوئی قتلہ استغاثے سے پہلے شہر اندر کے کو اس کے نتائج سے ضرور خبردار ہونا چاہیے
شہر دہلی میں سفر اندر اپنے اوپاس میں مہندوں کے کہ کون فتح شاہ کے پاس پہنچ گیا اور اسے
بیٹھ کر طلب کر لیا فتح شاہ اس میں تیز لے لے کر دیکھ کر وہ کہتا نہیں کہنا چاہتا لیکن اختلافات ہیں
دیکھنا تھا کہ شہر اندر کوئی نہیں دیکھا کہ وہ؟

فتح شاہ دیکھ لے دیا سے جنگ میں پہنچا فتح شاہ نے ہم تیار انداز میں فتح شاہ کا خرمن
کیا اسی طرح کے جوئے کیا۔ مہاراجا مبارک، شہر کے بادشاہ نے مولہ کو اپنی بیٹی بنالیا ہے گویا اس
بڑی ہیں جو چلو سے اور میرے بہنوئی ہو؟

فتح شاہ نے مہاراجا سے جواب دیا: یہ بھی دیکھنا مال کی عزت افزائی اور کمر گسری ہے
انھوں نے اس ناچیز کی شاہی میں شرکت فرمائی اور مولہ کو اپنی بیٹی قرار دینے کا اعلان فرمایا
شہزادے نے کھنڈ دہرائے جھوٹے ختم ہم دونوں کو ایک دوسرے کے دشمنی دار کی حیثیت
ملا جائیے کیا تم مجھے مولہ کے پاس سے چلو گے تم مجھے شاہی میں نہیں بلایا اس کی جیسے کہ شہزادے
نہیں کیونکہ اس وقت تک نہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ مولہ بادشاہ کی بیٹی بننے والی ہے لیکن اب تو مجھے پتا
ہے مولہ کے پاس سے چلو؟

شہزادے کے خزان کا یہ فتح شاہ کے سے سرست فرما تھا اور اس وقت شہزادے کو

بھگتے پاس لے جایا کہ مولہ شہزادے کو اس وقت گواہ میں شہزادے کو داخل ہوتے دیکھ کر گھڑی لپکیں
فتح شاہ نے دھڑکی سے اعلان کرنا شروع کر دیا مولہ شہزادے سے نے تمھیں اپنی بہن کہہ دیا ہے۔
بادشاہ کے اس اعلان کو نہایت غرت اور قدر و قیمت کی نفرت دیکھتے ہیں چینی کی رو سے تم بادشاہ
کی بیٹی قرار پائی ہو؟

مولہ کو ان باتوں پر یقین نہ آیا۔ وہ مذہب شہزادے کو دیکھتی رہی
شہزادے اس کے قریب کھڑا ہوا کہ میرے دیکھنا اور اب یہ مشکل کہا مولہ تعجب شاہی
درمیں مات مبارک ہو۔ فتح شاہ نے یہ بات بھی خاں و خیمہ جیت گئے۔ تم نے مجھے شکست دیدی اور
کہ میں نے اپنی پوری زندگی جیسا کہ اسی اور نہ لگائی کا کہتا نہیں دیکھا اس سے اس شکست اور نا کامی
میرے دل کی کہ نہیں روح تک کو کھٹا کر دیا ہے، غیر یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے اگر تم پسند کر دو
جیت جی میرے پاس ایسا ایسا ہو کر رہے جس سے میرے نا کام اور نا کامی دل کو سہارا مل سکا ہے۔
فتح شاہ اور مولہ جیت اور ڈو سے شہزادے کی بغیر بات کا انتظار کرنے لگے پہلے نے
فتح شاہ نے کہا: تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

شہزادے نے احتجاجی سے ایک دھماکا لگا اور اس کے ایک کونے میں بندھ جاتی تھی
کہ کہ ہاتھ میں سے لے لیا، یہ میں مولہ کے لئے لیا ہوں، یہ مال اور کچھ بھی یہ دونوں چر میں خود
دیکھ کر دینا چاہتا ہوں۔ پھر انھوں نے مال ہاتھ مولہ کے ہاتھ کی طرف بٹھایا اور لگاؤ ہاتھ میرے پاس لگاؤ
کچھ میں خود رہے ہاتھ سے تمھاری تنگی میں پہنچا بیٹھا ہوں؟

مولہ کو ہاتھ آگے بڑھانے میں ناکام ہوا فتح شاہ بھی مذہب سے کھیلنے کے قابل نہ ہوا پہلے
نے ہجرت اور سے کیا، مجھے اپنے اس عمل سے یقین ہے کہ اگر مولہ کو حاصل نہیں کر سکا تو لاگو کے طور پر ایک
مال اور کچھ بھی دینے میں ضرور کامیاب ہو گیا میرا خیال ہے کہ دونوں کو اس حقیر سرست حاصل کرنے میں
ان میں سے پہنچا ہوا ہے؟

مولہ کا سخت طلب بھی نہیں تھا اس کی فتح شاہ نے مولہ سے درخواست کی کہ اس میں
مولہ کو اس خواہش کو کہ نہیں کرنا چاہیے اور اپنے اس عمل سے اگر شہزادے کی قسم کی لپکیں حاصل کرنا
ہو رہے ہیں تو ہمیں حرام نہیں ہو سکتا ہے؟

مولہ کا روتا ہوا ہاتھ شہزادے کی طرف بٹھا اور شہزادے نے نہایت مہربانی سے اس کی
تنگی میں ہاتھ دیا اور ہاتھ میں شہزادے کی شہزادے کا چہرہ خوش سے ہٹا تھا۔

شہزادہ ایک جگہ کی حیثیت سے مولہ کے پاس بہت زیادہ حاضر رہا دینے لگا یہی ہو سکتا

گڑھی کا تختہ اپنے ذہن میں مسکتا بناتا نہ دیکھوں گا، مجھے سون نہیں ملے گا۔

صلابت خان نے عرض کیا: آپ نہ گھر نہ کریں!

صلابت خان شہزادہ کو ساتھ لے کر فلیٹ ہو گیا، اس کے جانے ہی بادشاہ کے پیچھے ہوئے
دوستگیر بادشاہ پہنچے اور شہزادے کے لئے کاغذ مسموم کیا اور دیر تک اور دوسرے شہزادے کے تلاش میں
سرگرداں رہے، مگر صلابت خان کو پکڑ لیا اور اسے گڑھا دھک دھک شہزادے کا پتہ معلوم کرنا چاہا لیکن
صلابت خان میں کوئی معمولی آدمی نہ تھا، فلیٹ اور تھا اور جب تک وہ فلیٹ دار تھا اس کی حیثیت بہت
مستحکم تھی اس نے بادشاہ کے خیمہ پر واروں سے کہا: کیا تم پر مجھے ہو کر بادشاہ کا تختہ آؤ نہیں
دیا، میرا اس کا اب بھی دفاع اور ایک قتل خونین ہے، ضرور ہے کہ میں تم دونوں کی طرح عقل و خرد
سے عاری نہیں ہوں، باپ، بیٹے کی جنگ ہے اور ہم شک خواروں کو کسی کی حمایت کی غلغلہ
میں جھڑجھڑ کے حصہ لینا چاہیے کیونکہ ہمارا دونوں ہی سے واسطہ ہے گا اور ہم دونوں ہی
کے شک خوار ہیں!

شہنشاہ نے اس پر غور کیا، ان کی بات ان کی بات تھی، وہ واپس گئے اور بادشاہ کو مطلع
کیا اور شہزادہ کہیں نہ دیکھ سکا، اس کا کہیں جہ نہیں!
بادشاہ نے شہزادے کے قتل اور تلاش میں کوئی بھی چالاک اور جھڑجھڑ سے دوندے
اور شک آدمی بھجوا دیئے!

باپ، بیٹے کی جنگ کا گویا اعلان ہو چکا تھا، شاہین شہزادے دار و درجن میں تقسیم ہو چکے تھے،
ایک حصہ بادشاہ کا حامی تھا، دوسرا شہزادے کا، مددگار بادشاہ کے آدھے شہزادے کو قتل کرنے کے لئے
تھے اور شہزادے کے مددگار اسے چھپانے میں لگے ہوئے تھے، شہنشاہ اور دوسرے سب سے سارے مددائے
بڑے کے اندر بیٹھے تھے، شہنشاہ اب بار بار یہ سوچتا کہ شہزادے کے مخالفت نہیں مولیٰ میں چاہیے تھی،
خوشی کا شہزادہ کسی حد تک آڑے تھا، جہاں میں چل کر چلا دیا، لگتا ہے اور دوسرے تو خیر بہت ہی سختی
وہ بہت زیادہ اچھی آدمی ہے بہت زیادہ اچھی صورت اور شہزادے کے خلاف نہیں لڑتا، کہہ سکتا کہ وہ کسی کا آدمی
چھپ گئی، یہ مگر غارت ہو گئے مستقل خطرے میں لگا دیا، قابل اور جوان لگتا تھا اور کہہ سکتا تھا
یہ شہزادہ اور وہاں سب کے کسے خلاف ہو جائے شہزادے کے ابا بھائیوں کی طرف سے دھڑکاؤ تھا، ان

فکروں نے اسے آہستہ آہستہ بدلتا خرد کر دیا، کبھی کبھی تو وہ یہاں تک پہنچتا کہ اصل نے بے فکری
اور دولت ہے، اگر وہ دونوں پر کسی شخص کو حمل ہوں تو وہ شہزادے کے ذہن کی گڑھا دھک ہے، ایک
میں لڑائی مل سکتی ہے، نہ ہی کوئی ملزم ہو سکتی ہے کسی کسی نے مولیٰ سے عشق اور اس کی حضور یا ان
کی ماہ میں چھپنے والی مشکلات اور سخا ہے پہلے سے ہی آتی اور اس میں بھی ہونا یکن تیر کر کے

ان کا تھا اور شہزادے کی دشمنی مولیٰ کی جانب سے تھی، بہت سوت مولیٰ سے اس تیر کی کوٹھوس کے لئے
موسلا دھار بادشاہ جو یہی تھا اور باوروں میں لاتی ہوئی کھلی کی جنگ اور باوروں کی کھلی گرت
نہ ایک طرف ان کا تھا، اس میں اور عاشقانہ موسم میں دونوں کے جذبات نے غلغلہ لایا اور وہ ایک دوسرے
اور اپنے خیمے میں بیٹھے، اس میں دو گئے موسلا دھار بادشاہ نے انہیں اپنے دھاروں میں چھپا لیا۔
مولیٰ پر بھی اس موسم میں جذبات غالب آگئے اور وہ مذہبیت زدہ آدمی کہنے لگی تھی: ہم
موتے ہو، اتنے بدلے ہو کہ میں تیر کی کوٹھوس خود بھی اس میں نہیں چھپتا
خفیہ شہزادے حیرت سے جواب دیا: یہ تھا اور ہم ہے مولیٰ اور ہم کا طعنہ تو لفظان کے پاس
میں تھا:

مولیٰ نے کہا: تم مجھے باوروں سے نہیں بھلا سکتے، میرا دم نہیں، حقیقت ہے ایک واقعہ
اور حقیقت ناخوشگوار واقعہ، تم بہت زیادہ بدلے کے ہو تھی اور اس میں تیر کی کوٹھوس نہیں سمجھ سکتے
خفیہ شہزادے نے بروستی اپنے برابر چھپا لیا، بولا: اس میں اور عاشقانہ موسم میں ایسی خبر عاشقانہ
بہتر رہا میں ابھی نہیں بخش!

مولیٰ نے دھک دھک پر بھی بڑے قریب سے دھار ہے تھے، بالکل لایا لگتا، جیسے آگ کے مجھے بند
کے باوروں کا چھپا لیا، دیا گیا ہو تھی نے شہزادہ کا ہاتھ ہاتھ سے لیا اور اسے ہاتھوں پر رکھ لیا، ہاتھوں پر
بہتر چھپا لیا: ہاں تو جب تک تم مجھے میرا بڑے شکرگوں میں نہیں مہیاں سے چلنے دے دوں گا
مولیٰ نے کہا: خفیہ شہزادے اس کی آواز سن رہا تھا: خدا اسے نہ لے تو کیا اور جب ہم دونوں کی شادی نہ

ہوئی تھی، اس وقت میرا چھپا لیا کہ تم نے کیا اب وقت بیکار ہوا محسوس ہوتا ہے
خفیہ شہزادے ساتھ نہیں رہا، کیا دوستی تو وہی نہیں ہے؟
مولیٰ نے اس کی گود میں سر لٹا دیا، لپٹی بکھر گئی، اس نے خود کو بالکل نہیں ہونے دتی ہوں
خفیہ شہزادے نے بھی: اگر تم وہ عیسوی کر لے تو میں وحدت چاہتا ہوں اور ساری کامیابیوں
خیر ہو کہ تمنا نہیں چھٹا چاہیے جب تک میں موجود ہوں، تم خود کو تنہا اور بالکل محسوس کر سکتی ہو؟
ان میں اور دوسروں نے مولیٰ کو محسوس نہیں کیا، بادشاہ نے کام نہ لینی تھی، خفیہ شہزادے
میں کہیں باوروں کیل چکے، وہی بے درنگتہا کہ کوئیں گرم گرم دونوں کو ہلکے کر دے!
مولیٰ نے جواب دیا: مجھے بالکل تو نہیں لگتا، میرا جانا تو سی جڑی بات ہے جسے آرمی
نہت زدہ ہوا!

خفیہ شہزادے کی اس وقت مولیٰ پر جھڑجھڑ بن کا وعدہ پڑا تھا، اس نے وہ نتیجہ کی بات
میں کوئی نہ کوئی عیب نکال کے غور کرنے کی اس نے باقی کی عیبیں دیکھ کر اس کی آواز بھانجے نظر آئے،
انہیں مولیٰ نے پہلے دیکھا اور وہ شہزادے کی طرف سے تھی، اس نے سیٹھ سے کہیں نہیں دیکھا، آگ کوٹھوس دیکھا
سے جھٹکا لگتا، شہزادے میں داخل ہو گئے، اب انہیں کی شادی نہیں ہو سکتی، کھڑا ہوا لگنے والوں

ہماری چھٹی سہ ماہی پندرہ سو سے فراموشی کے بعد شمار نامکمل سے کہا۔

متم ہوا یہاں سے کہ وہیں تو تھیں اپنی بوی شگیم کہ چکیا بولہ، وہ وہاں اور انگوٹھی میں سے ان دونوں کے لئے تھیں وہی ہتھ میں ایکے حایس عاشق اور نا کام اور حاشو ہر چہ اس لئے جو کچھ تھیں وہ لفظ ہر اول سے یہ مقدم نہ ہوتا۔

مولانا نے خواجہ شمس الدین عظیمی سے بیعت کیا اور ان کے ساتھ رہا۔ مولانا نے خواجہ شمس الدین عظیمی سے بیعت کیا اور ان کے ساتھ رہا۔ مولانا نے خواجہ شمس الدین عظیمی سے بیعت کیا اور ان کے ساتھ رہا۔

موت کے بعد ہمارے گھر سے گزرتے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب سچ ہے۔

اس کے لئے کہ وہ ایک اور ملک سے بھی کچھ لوگ لے کر آئے ہوں گے۔

[illegible][illegible]

مونس نے اسی آواز کی دو آوازیں ایک دوسرے سے نظر میں نہیں ملا رہے تھے۔
 ہوتے دو مکان میں داخل ہوئے تو پھر چلا ہوا آواز ان کا سب گھر لے کر چلا گیا۔
 تباہ و برباد ہو چکے۔ مونس نے ڈیڑھ گھنٹہ تک کھڑے کھڑے کھڑے اور پھر گھر کے
 میں بے قصور ہوں۔

مونس نے جواب دیا: ”مجھے معلوم ہے کیونکہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے میرے سامنے چھاپتا ہے۔“

موت نہ کرنا تھا۔ وہ ہمیں غفلت میں کر گیا۔ ہمارا سب کچھ بے عکاسی

[illegible][illegible]

مولانا ابھی تک نہیں آئے تھے تو شہزادے نے مولانے سے پوچھا کہ کیا مولانہ کچھ ایسا بھیج سکتا ہے
 شہزادہ بھیجے گا اس سے میری پہچان ہو جائے گی مولانا نے مولانہ کے پاس سے بھیجوا دیے اور وہ نے مولانا کے پاس
 مولانہ نے فرست دیا کہ مولانہ نے فرست دیا

[illegible][illegible]

مفتی شاہ کو باندھ کے شہزادے اور کونسے کے تدبیر و دھولہ دیا گیا اور شہزادے کے ساتھیوں کو
سزا حاصل ہو گئی۔

[illegible]

کے لئے حورس کو مہربان پرگادیا اور اسے فتح شاد کو مخاطب کیا اور فرمایا کہ جو کہ وہ ہے حورس کو خود سے
 کیا تم نے اور اس سے میری جتنی بھی کیا اس فتح کو میرا حسین انصاف کہ وہ جیتا ہے اس لئے کہ تم نے
 خوش بادشاہ کے یہ شہر و شہر اور مودار اور کاخ اور

فنی شہر محمود اسیے ہیں سستا اور دیکھتا اور ایشیہ اس سے کہ مولانا کو مخاطب کیا کہ مولانا
مولا نے جواب دیا اور وہ مولانا سے کہ مولانا

شیراز سے ایک آدمی اور دو بزرگ آدمی آئے کہ یہاں کھولنے سے حاصل ہوگا

گئے جواب دینا اس کا انتظام ہو جائے گا میں بادشاہ تک جانے کے لیے رہے گا۔

مولانا کو فتحی کی قربت پر بادشاہ سے خوش نہیں ہوئی تھی اس کی باتوں کے جوہر میں جرات دینے سے مولانا نے بے ہنگام تہنیتیں دی تھیں وہ فتحی کو کہنے شستا جا رہی تھی کہ مولانا تم پر کیا ظلم ہوا ہے اور شہزادے سے میری غیرت کو کتنا زہن پہنچاؤ کہ وہ اس کو اب یا تو زندہ رہوں گا یا شہر اوارہ۔ لیکن فتحی نے ایسی کوئی بات نہ کی تھی۔

فتحی مولانا کو چھوڑ کے بادشاہ کے پاس پہنچا بادشاہ نے اسے فرما دیا اچھا اپنے مدد پر مدد طلب کیا پھر بادشاہ فتحی کو یہ بات ہے کہ تم کو یونان لے کر گئے ہو یہ کیا بات ہو گئی؟

فتحی نے مولانا کی خاموشی کو بابت کوئی بات نہ کی اس لیے شہزادے کی لڑائی مارائی کہا لیکن سنا ہی، آخر میرا شہزادہ نے دوکر کہا۔ حضور دلا! میں اتنا سلفس ہو گیا ہوں کہ میں دشنام کی فکر میری جان ہی سے کے لئے گی!۔

بادشاہ فتحی کو سمجھا تاہا اور اس کی دشت خرابی سے کہ اس کو جتنی رقم بھی ملے انکار نہ کیا جائے یہ ملکہ تو اس طرح بامانی حمل ہو گیا لیکن مولانا اس حد سے کہ بعد کر دوا دیا اور چوٹی چوٹی گئی۔

بادشاہ کو کسی نے خبر نہ کر دی کہ شہزادہ میرا حسین سے قتل کر دینے کی سازشیں کر رہا ہے۔ بادشاہ کی فحش سے بری حالت تھی اس نے نہایت مضبوط دامن سطر سے کام لیا اور اپنے صحابہ میں اور

کاگر اوروں سے میرا حسین کی بابت اس باتیں کرنے لگا جس سے لوگ سلفی سے کچھ بھیجے کہ بادشاہ کا بیٹہ کی جدائی میں بہت تیرا ہوا ہے بادشاہ کو یقین تھا کہ شہزادے کو چھوڑ دینے میں صلاحیت خان کا کیا ہے اور

بات ہے چنانچہ اس نے صلاحیت خان کو طلب کیا اور اس سے کہنا سنا دیا کہ باقی کرنے لگا اور دو بعد اس نے صلاحیت خان سے کہہ صلاحیت خان: اگر شہزادہ میرا حسین اب بھی اسی طرح دو روئے ہو تو ہم سر

جان کرے۔ تم سوچنے چلو کہ اس کی دھن کو اب کسے آنا چاہیے یہ کہ اور بادشاہ سلفی سے آگیا چکے ہیں اور چاہے ہیں کہ ان سلطنت میں ان حسین سے حوالے کر دیں۔

صلاحیت خان نے دبا دینے کیا حضور نے اس ناچیز کو کسی نے طلب فرمایا ہے؟

بادشاہ نے کہا حضور نے کی طرف سے ملے ہو کچھ کیا کر اس کا مطلب سمجھ گئے ہیں نہیں؟

صلاحیت خان کو کہنے وقت تو تھا نہیں جواب دیا شہزادہ ایمان دانا ہے، اور سلطنت کی کم اس کے حوالے کر دینا سلطنت کے خلاف ہے اس نے اس ناچیز کی داسے میں حکومت کی باگ دوڑ چھوڑ کر

اپنے ہی ہاتھ میں رکھیں یعنی ان حکومت بہتر شہزادے کے ہاتھ میں دیا جائے تو مناسب ہو گا؟

بادشاہ نے کہا: پہلے تو ہم اس کی دھن کو لانا چاہتے ہیں تاکہ میرا حسین کچھ دن حبس و غم نہ کرے؟

دل میں آج بھی حسین اور وہ یہ جاننے کی کوستش کر رہا تھا کہ صلاحیت خان کی خاموشی اور مرموزہ لہجہ کی باتوں ہوسکتا ہے کچھ اور صلاحیت خان سے مراد تھا یا اور عرض کیا: لیکن حضور دانا شہزادے کہاں؟ وہ تو کہیں روپوش ہو چکا ہے اسے حضور کے سخیلے کی غیر مسلم طرح پہنائی جائے؟

بادشاہ نے جواب دیا: ہمارے ہاتھ میں تو کچھ نہیں ہے یہ کام بھی نہیں لوگ کر سکتے ہوں۔ صلاحیت خان نے عرض کیا: مجھ کو کوشش کرنے کا اور کچھ اور اس کام میں ہر ماورائے گاہ؟

شہزادے سے صلاحیت خان سے بادشاہ کے بیچنے کی خبر بھی تو بہت خوش ہوا اس باب کے تذکرہ جیسا کہ مدافعی ماننے لگا یہ کہ قلعوں کے ٹھکانے سے لگا لیا اور یہ بخت کے تیز و خیر کی حکمت سے

اس کی عمارت بند ہونے لگا بادشاہ نے شہزادے کی لپٹ سے اپنے پیچھے ہٹ کر کہا: ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے تیرا ہے؟ ہوسکتا ہے کہ میرے بیٹے اسے شغال میں کچھ ایسی باتیں کہیں ہوں جن سے بچے اپنے پیچھے ہٹیں میرا میں نے تو نے تو سوچا ہوتا کہ تیرا بیٹا ہوں اور باپ اپنے بیٹے پر غم کس طرح کر سکتا ہے؟

میرا میں نے تو نے ہوئے کہ حضور کو بعض غلط قسم کے مدافعیین نے قتل کر دیا تھا ورنہ حضور کی نام نوری و شفقت پوری سے یہ ناچیز عجب بھی طرح واقف ہے؟

بادشاہ نے کہا: غالی تیرا بادشاہ فتحی شہزادہ کی طرف سے؟

شہزادے نے کوئی جواب نہ دیا۔ بادشاہ نے کہا: فتحی شہزادے کی بیوی ہمارے وقار اور بے چینی خان مرقوم کی بیوی ہے اور اسے جہنم بھی بھیج دیا ہے اس میں اس غم اور غم کو اس نے فتحی شہزادے کو ہمارے بہت تیرا ہے

فریب کو دے دے؟

شہزادے نے بادشاہ کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا: یہ ناچیز تو خود کو حضور کا دانا نام تصور کر رہے ہیں اور حضور جہنم کے اس وقت اپنے دست مبارک سے قتل فرادیں تو ناچیز کچھ لگا کھستے مدافعی میں

حضور دانا کی خان میں جو قتل خان اور وہ اپنے بیٹا ہوتی ہیں حضور دانا اس کی تدبیر فرمادے ہیں؟

بادشاہ نے اس کے سر پر چارے چپٹ لگادی۔ لہذا تم جیسے خادم درگاہ مل گئے ہو، چنانچہ

جانب امیر کاظم ہم تو نہیں مزارتے کی بابت سوت بھی نہیں سکتے۔

فتحی شہزادہ کو کچھ یہ خبر مل گیا کہ اپنے بیٹے میں سلاطین ہو گیا ہے تو بہت گھر گیا اس نے مولانا کو اس عجب و غریب دانے کی خبر سنانے سے نہ بے جا دے؟ اب کیا ہوگا؟ بادشاہ نے ناقابل اعتبار ہونے میں

لگا دیا ہوا؟

مولانا نے جہم رنگ سے کہا: نظام و مبادی اور سلطنت انیش روگ قابل اعتبار کس طرح

دیکھتے ہیں تو نے ان کی صحبت میں شہزادہ مدافعی کے بھی نہ کھتہ نہ سمجھا۔

فتحی شہزادہ بہت زیادہ اداس تھا، اب اسے باور یہ تھا کہ اس سال بے شک شادی

نہیں کی جاوے گی فتحی کی سہیلیوں کی معافی ان شخص نہیں تھا شہزادہ تھا، ولی عہد جو مکر کے مستقبل کا

مکران اس نے مولانا سے بوجھا ان حالت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ایک شخص اور خطبہ شخص ہاوس میں بیٹھا ہوا تھا اور چہرہ ایک جیسے ردال میں جھپڑا رہا تھا یعنی
نے سر کوئی میں مولیٰ کو مصلحت کیا کہ بادشاہ اس کی منہ بولی جیستے ملتے تشریف لائے ہیں۔
مولیٰ نے اس کا کھڑی ہو کر بادشاہ نے اس کے قریب پہنچنے کے لیے اسے دھکیلا اور
اور بے اختیار اسے سینے سے لگا لیا مولیٰ نے سینے سے لگ کر دھکیلا اور وہ گریں لگی، لیکن اس طرح
جیسے لڑکیاں شوہروں کے گھر جانے کے لیے روتا کرتی ہیں۔
بادشاہ نے فنی شاہ کو شادیا اور خطبے میں مولیٰ سے بات کرنے لگا، اس نے پوچھا
بہن! مجھے کوئی تکلیف؟

مولیٰ جواب کے بجائے روئے لگا، بادشاہ نے پھر پوچھا: مجھے کوئی تکلیف؟
مولیٰ نے بھرائی آواز میں جواب دیا کہ کوئی ایک تکلیف ہو تو باقی دون جیسے نہایت
نے جیسے دکھ دیتے ہیں، میں سب کو کیاں کروں؟

بادشاہ نے سوال کیا: کیا مشہور آدمہ میرا بیٹا آیا تھا؟
مولیٰ نے جواب دیا: وہ اکثر یہاں آتا رہا ہے اور پریشان کر کے بھلا جاتا ہے۔
بادشاہ نے جیت اور انوس سے کہا: وہ آخری باکب آیا تھا؟
آج ہی اور کال دیو پریشان کر تا ہے! مولیٰ برابر روئے جاری تھی۔
• وہ کیا کہتا تھا؟ •

• کہ تھا، میں اس سے شادی کروں! •
تخت، دماغ، آوارہ! بادشاہ بڑبڑایا: بیٹی ہم نے اسے مان کر دیا ہے لیکن
اس کا اعلان ابھی نہیں کیا، مغرب کر دیا جائے گا۔

مولیٰ نے درخواست کی: میں یہ حضور والا سے یہ گزارش کروں گی کہ مجھے یہاں سے
بکھیر دیا جائے، ورنہ احمد نگر کی زمین قریبی خوشنوں کو جہنم کر دے گی! •

بادشاہ نے کہا: مت گھبرا، بیٹی دوست مجھ پریم جلدی ہے تیری یہیں خوشنوں کو جہنم کرنے
تیرے باپ چنگیز خان کے حق مارے جو دینی اور دنیوی اعتبار سے تیرا بھائی ہے، یہی اس کا تیرے کہ ہوا
کار و سلطنت کی طرف دل ہی اٹھ نہیں ہوتا اور دنیا حق نظر آئے ہے، ہم جب بھی دیکھا کہ طرف
دھڑکے میں تول اجاٹ چو جائے! •

مولیٰ رو کر دینی آدمی اور بادشاہ اسے تسکین دیتا رہا۔

ملنے وقت بادشاہ نے اسے ایک بڑے پیرے پتھر دیا کہ مولیٰ! تو مجھ کو خبر دے
کہ جو چیز دوستوں اور نداد عزیزوں کا دل چاہے سوچ لیا ہے، اب تجھے کسی کو بھی اس کے ظلم کو بردہ
نہا نہیں بننا چاہیے گا! •

مولیٰ نے درخواست کی: میں حضور والا سے ایک درخواست کروں گی حضور والا میری

شہزادے نے بے بااں خوشی کا اظہار کیا، بولا: مولیٰ! یہی آپ کے ابا ہر خدا
بہن میری بیوی ہے اور خوش قسمتی سے آپ کا گلے اس کی آغوش میں حاصل ہے جس کی
تھاری کی برابر عینوں کرنا دیتا ہوں، تمہارے بغیر میری زندگی ناقص و نامکمل ہے! •
مولیٰ کے پاس ایک ہی جواب تھا: ایک ذرا صبر، کچھ توقف و انتظار! •
مشہور آدمہ، اپنی پھیلی سختیوں اور غلطیوں پر شرمسار تھا کہنے لگا: مولیٰ! میں
زیادتیان کی ہوں، ان پر شرمسار اور نادم ہوں کیا تم مجھے معاف نہیں کر دے گی؟ •
مولیٰ کے چہرے پر اذیت اور دکھ کی ہر سہاگن ابھری اور اس نے سر دھاکہ پھر
تیرا کیا بولی! اب انھیں بارہ دلا میں تو میرے، جو گڑھ لگا سو گڑھ لگا جو ہو گیا اس کی تکان دلاؤ
تے کس طرح ہو سکتی ہے؟ •

مشہور آدمہ نے کہا: لیکن میں خود کو مجرم اور گناہگار ہی سمجھتا ہوں اور اندر
احساس گناہ اور ندامت تک مجھے پریشان ہی کرتا ہے کہ مجھ تک تم مجھے معاف نہ کر دو گی؟ •
• یہ فیصلہ باتیں ہیں! • مولیٰ نے کہا: اگر میں زبان سے نہیں معاف نہیں کر دوں گی تو
سے دل کا رپ خور ہے ہی نہ ہوگا! میں اپنا رپ تو کس سے معاف مانگ کر رہی نہ رہی
نہیں میں کس کی؟ •

شہزادے نے اس کا ساتھ ایک بار پھر پوچھا یا اب تک مولیٰ نے ایسا نہیں کرنے دیا
شہزادے نے انوس سے کہا: کاخی یہ فیصلہ تم نے پہلے ہی کر لیا ہوتا تو آج اسے
رپ اور بے حیائی سے واسطہ نہ پڑتا! •

مولیٰ نے جواب دیا: یہ رپ تو انسان کا مقدر ہے اگر یہ نہ تھک نہ ہوتا تو کس اور
دکھ کا سامنا کر پڑتا! •

مشہور آدمہ دیاں کچھ دیر اور تھک اس کے بعد دیاں چلا آیا، ایک سے یہ اقلید
تھا کہ کچھ انتظار کے بعد آخر مولیٰ اسے مل ہی جائے گی، اسے عرصی اور ناکامی سے سخت
اور مدہ ان کی تیری سے تیری قیمت ادا کرنے کو ہر وقت تیار رہنا تھا۔

مولیٰ کو اور زیادہ تنہائی محسوس ہونے لگی وہ خود کو شہت سے اکیلا محسوس کر
لگی، بلکہ میری گور ورنیک آئیں یہاں دینی آدمی اور دل کا لوجہ تھا کہ آسروں کا دیا ہوا ہے کہ جد
پکا ہونے کا نام نہ لیتا تھا کہ لگ بھگ ان اور نگرانی چند روز بانوں کے تھے تھی تین دن دربان ہو کر
زیادہ مستند تھے مشہور آدمہ جب بھی اندر آتا تھا انھیں آجاتا، وہ دونوں میں آجاتی کہلائی کہ
کو دھک سکتے اور کہ جیت مغرب ہو چکی تھی حرکت کی تھی۔

اندھیری رات میں اتنی سناہ، مکان میں داخل ہوا تو وہ تنہا نہیں تھا اس کے ساتھ

دہائش کے پاس خاوند اور خوں اور بھائیوں کی بدلتھری گردیں ایہ بھائی اسی گنہگار ادا ہوئی
ہوئے چاہئے کہ کوئی اسے عہدہ نہ کرے

بادشاہ نے جواب دیا یہ کام ہی انجام پائے گا

مولانا نے دوسری درخواست کی: شہزادے کو میری وجہ سے کوئی سزا نہ دی جائے
بادشاہ نے چونکہ کے مولانا کو دیکھا ہی تھا: یہ کیوں؟ اس میں تو کوئی مفاد نہ تھا۔
نہیں۔ وہ مہارنے کے بڑے خاں شہزادے کے مدرسے میں جہازم تھے زیادہ میں کہ اکثر
اسے سزا دینا چاہیے کہ تو اس سزا کے جواز میں نہ ہو۔ بہت کانچن کے دے باہر سلطان زمین اچھا سفر
خدا کے دوسرے دے جاز دیں گا اور اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ سے طلب کروں گا

بادشاہ نے شفقت سے مولانا کے سر پر ہاتھ پیرا دیا تو شہزادے نے غرت کیسے مٹا دیا
میں ہمارے اچھے فیصلے کا شکر ادا کروں گا

بادشاہ نے عمل دہائی کی اور شہزادے نے بادشاہ اور مولانا کے درمیان ہونے والی بات بھند کی
بابت دریافت کی اس کا کہنے سے کوئی خاص جواب نہیں دیا مولانا کو شاید پہلی بار یہ آفت ہوا کہ
بادشاہ اپنی شہزادہ پر اعتبار نہیں کرنا آفت سے مولانا کو دوسری آفت سے گھبرا گیا دوسری
خوب چاہتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان بڑھ کر رہے والی طرح ان دونوں کا مقصد سب سے
جو چھوڑ رہا ہے اسے جلد ہی چھوڑنا چاہیے۔

بادشاہ نے علامت خان کے نام سے تمام بیک اور میرزائی کو طلب کیا اور اسی
سے نہایت خوش اخلاقی سے جیسے آپ آگے دیر اچھا آدمی کا میں ہوں، اس کے بعد بادشاہ نے
کہا: ہم لوگ میرا حین کو تو تیرا گورنر ہے میں کاہل نہیں ہے، وہ احمد گزادہ عہد ہے،
ہمارا کوئی دوسرے نہیں۔ پس دفت بھی دھت ہے جو کہنے میں میرا جی سے کہو، ہمارا عہد میں نہ
کرتے اسے کوئی نہ ملے کہنے کا وہ باطل سلطنت کا ہم یہاں ہے یہ کہتے کہ بادشاہ کی انھیں
ہو گئیں وہ وہ نے دیکھا میرا آواز میں کہ: میزان حین ہمارا جیتا ہے، یہ ہیں اس سے عشق کی حرکت
محبت ہے لیکن اس کا یہ حرکت کہ میں دیکھنے تک نہیں آتا میں میری گفتار سے کہ مصباح میں
پاس پر دفت ہو جو دہتا ہے ہم لوگ حکومت کے اعلیٰ ہو میرا حین کو سمجھا جھاکے ہمارے ہمارے
جہاز دیکھنا چاہئے ہیں، اسے جیسے لگے کیا رکھا جلتے ہیں؟

قاسم بیک اور میرزا تھے بادشاہ کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور وعدہ کیا کہ وہ
شہزادے کو مانتا ہے کہ بہت عہدہ دیا وہ حاضر ہوئے ہوں گے۔

شہزادے دن دردن شہزادے کو لے کر حاضر ہو گئے، بادشاہ نے شہزادے کو لگے

اور آئندہ اس سے اپنی دہائی اور شہزادے کی پشت پر تیرا رہا شہزادہ میں وہ دہائی میں رہا
بدلتھن انکسب یہ مسئلہ دیکھ کر ہوا۔ حاکم پر جو اس میں بدلتھن کو کہنے کے دل میں تھے کہ بادشاہ
نے شہزادے کو اپنے ملک سے نکال دیا اور وہ ایک شخص کو لے کر نکال دیا اس نے جیسا کہ شہزادے کو
نکال دیا دیکھ کر اس میں بہت رنج ہو گیا آخر حاکم پر شہزادے کی حکومت کرنی ہے ان دونوں بادشاہ کا قیام
عارف فیضو سے مسئلہ کیسے چھوڑ دیا اس پر اس نے جواب دیا کہ شہزادے نے شہزادے کو نکال دیا
کہ اس کا تعلق چلے دن، اسی طرح ہے وہ میرا نہیں ہے وہ تو ملک کے حکام کے جائز ہے۔
اور ملازمت چلنے کے لئے جائز ہے

شہزادہ باپ کی جہاز میں بہت خوش تھا رات کو بادشاہ نے شہزادے کے قرب و دور
تک موجود رہا، بادشاہ نے شہزادے کو سوجانے کا حکم دیا اور خود نماز پڑھنے لگا بادشاہ نے دیر
تک نماز پڑھی پھر وہ شہزادہ باپ کے تقریر سے بہت متاثر ہوا اور دیر تک قیام کرتے کے بعد
سو گیا، کانی پر نہیں گیا، بادشاہ کو شہزادے کے سوجانے کو تھیں ہو گیا اور وہ بیٹے کے اٹھنا دیکھنے
کو کھڑے ہوئے دیکھ کر پھر اس نے شہزادے پر تو لگ ڈال دیا اور وہ کھڑے ہو گیا اور شہزادہ
گری بند میں سو گیا اور اچھا اس کے بعد بادشاہ نے شہزادے کی جہاز میں چڑھ کر شہزادے کی جہاز
سکی حق رہنے اور اس کی سہری کے آس پاس چھائی رہی اور سب کے سب اس کے ہاتھوں میں
چلے گئے اس میں آگ لگا دی اور چھائی سے بھاگ کر تقریر سے نکل آیا چہرے کا درد ادا
باجت بند کرنا اور عمارت لہذا میں وہ لوٹنا ہو گیا۔

سارے کرے میں دھواں پھیل گیا اور میرزا جیسے شہزادے کی ناک میں داخل ہوا
قولے کھانسی آئے تھی اور اس کی آنکھ کھلی گئی، وہ دیکھ کر اٹھ بیٹھا اس نے اپنے آس پاس بہت
ساری چیزیں جلتی ہوئی دیکھیں، سارے کرے میں دھواں پھیل گیا تھا، وہ میرزا سے گور کے
دور آئے کی طرف بھاگا اور اسے کھلنے کی کوشش کی لیکن وہ تو باہر سے بند تھا شہزادے نے دروازہ
پر کھنکھائی کی باتیں کر دی اور نور زور سے مٹنے لگی لیکن یہ آواز میں عمارت لہذا اور ناک میں نہیں
پہنچ سکتی تھیں۔

نقی شہزادہ بادشاہ سے رخصت ہوئے اسے تقریر کے قریب سے گزرا، اس نے چہرے
کے اندر آگ لگی دیکھی اور درد عارضے کے پیشے اور شہزادے کے کچھ جہاز روئے گا، اس میں بھی
نہیں، اسے شہزادے کا یقیناً یہ حرکت یاد آئے گی، وہ دیکھا ہمارا وہ اسے ناک پھینکا اس کے
انھیں میں کوئی اسے دیکھ کر مٹا تھا پھر اس نے جیسے دوسرے ملکات دانا نکالے پھر اسے اور بادشاہ
نے اس طرح کہ شہزادے کو بالیدے کے لئے اسے دھت پڑی کر تھا چاہئے تو نقی شہزادے نے اس کا ہاتھ
کھینچ کر دیکھیں پھر سوچا کہ اگر اس وقت شہزادے پر احسان کرے گا تو شہزادہ اس کو گزرتے

مفتی شاہ باہر نکل گیا اور اس کے جانتے ہی جاسین جی اس کی تنگی تلو اور چلتے بادشاہ کے خرم میں داخل ہو گئے ان میں سب سے بڑے شہزادہ تھا بادشاہ گھر آئے شہزادہ شکستہ میں آئے جڑھا اور تلوار کی نوک باپ کے پیٹ کو مار کر بڑھا، بادشاہ کو گھر لے کر لیت گیا اور یہ کھیلوں سے توار سے سے پیٹ بولنے کا کوشش کی۔

شہزادے نے تلوار کی نوک پیٹ پر دھک دی اور دانت چبنا ہوا بولا: جی جی جانتا ہے کہ تلوار اتنی زور سے زیادہ مار کر دوسری طرف نکل جاتے ہے!

ہلہ اور گروہ بادشاہ نے کھیل کھیل کر دانتوں سے شہزادے کو دیکھا اور تھک کر اس کو فرمایا کہ کیا: مردود اور عفات شدہ فرزند! ہم چند روز بہن ہیں تو ہمیں قتل کرنے کیوں غلاب تلو نہ کرنا مول لینا چاہتا ہے، اگر جی جی آئے تو دم کو رو نہ کر جو ہمیں مائے گھر گروہ، ہم تجھ سے التجا نہیں کر رہے شہزادے نے اپنے دادا شاہ صاحبوں کو سکھ دیا: بادشاہ کو عمامہ لپیٹا اور سے تپتے خاتم میں پہنچا یا جانتے ہے!

پست زانیت مصلحت جیسے گھر تھا اور نہایت بے لوثی سے بادشاہ کا گریہ بکھرا اور اس طرح بھٹکا تھک چکا تھا کہ حکم میں سے گیا شہزادے نے بادشاہ کو حجام میں دھک کر کر میں سے دروازے بند کروئے اور آؤ یا خور کو حکم دیا حجام کے تمام سوراٹ تک بند کر دیئے جائیں اور قہر میں آگ دھلا دی جائے یہ ماضیت کسی ناست کا نہیں کیا گیا، حکم میں پائی کا ایک بوتل بھی نہیں جونی چاہیے حجام کے گروہ نے جواب دیا: ہر شے اور پانی کی ایک بوتل بھی نہیں ہے!

بہن جانی کی جھڑپوں میں ایک جہاد کی تھی شہزادہ حجام کے دروازے سے کاڑھ لگائے بیچنے چلیے باپ کی آؤ میں شہزادہ، سفلی کی ہرے چہرے پر شام کی سیاہی ہے وہاں چھوٹی ہوئی باپ کی آؤ دلا رہی اور فریاد پر وہ بھونک کر بولا: آؤ تو تم کے گھر سے لکھا تو ہے یہی صبرا ایک دانے کے دیئے کا کوشش نہیں کر لگی ہے!

یہ وجہ کہ وہ آؤ درج علی اور ۹۹۹ ہر جگہ کے وقت شہزادہ باپ کو جتنا جھٹکا وہاں ہی ہوتا کرتا، سخت سنبھالے جاتا، مفتی شاہ اسے باپ کے بولنے کیے کے مصائب پہنچ کر تھا۔ شہزادے نے قہر کو کر گارہ نفر دے سے بیٹھ کر بولے کہ میں تمہارا احسان نہ کر سکتا ہوں جو تو نے کیا مفتی شاہ نے جواب دیا: گھر میں ہی آؤ یہ تو بہن پر کس تو میں دروغ نہ کرنا!

شہزادے نے قدر سے سخت کے بعد فرمایا: اور وہ مولیٰ کہیں ہے؟

مفتی شاہ نے کہا: مجھے یاد ہے وہ بلا ہے، ایک تھا ساجی اس کا گو د میں سے حضور باپ باپس مجھے کو آواز نہیں دے رہا کہ اسے وہ ہیں حضور کو نہ مہر پر ہی پر ہیے مولیٰ کیا؟

سکتا ہے!

شہزادے نے فرمایا اس مسئلے میں خود مولیٰ کا کیا خیال ہے؟

مفتی نے جواب دیا: وہ تو یہی کہیں ہے کہ وہاں پہنچے مجھے نہیں دے گی!

شہزادے نے کہا: یہ تو اچھا ہے کہ اس طرح نہجے کہ پرورش شاہی میں ہوگی جو نہجے کے مسئلہ کے لئے بڑھکا چھرات ہوگی!

مفتی شاہ چپ ہو رہا شہزادے نے کہا: تم مولیٰ کو میری طرف سے بلانا کہ میں میری سجدہ و پرکرت لیتے آؤ! اور!

مفتی شاہ نے بھرتے کے لئے مڑ کر لائیں اور ان کے میں چھپنے لگی، اسے اس وقت مولیٰ سے اپنی عزت کا بیچنے کا ارادہ ہوا۔

شہزادے نے فرمایا: تم چپ کیوں ہو گئے؟

مفتی نے جواب دیا: معلوم نہیں کیوں، آؤ داخل میں چھپیں کہ وہ لگی ہے!

شہزادہ ہنسنے لگا۔

مفتی شاہ نے گھر چائے پر دست تمام مولیٰ کو شہزادے کے کمرے سے مدعو کیا۔ مولیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

مفتی شاہ نے فرمایا: مولیٰ! تم نے کوئی جواب نہیں دیا!

مولیٰ نے کہا: میں کیا جواب دوں تم نے جو نہجے کر دیا ہے، کیا میں اس سے دھکا کر دوں؟

مفتی شاہ نے کہا: نہیں میں تو یہ نہیں کہہ رہا، ممکن ہے کہ انوس بیت ہو یا ہے یہ کہنے کہ میں نے مولیٰ کو نہیں بدھ میں نے کوئی نہجے کا کوشش کی لیکن مولیٰ گنگ کر کر دیا تھا

بجلی مفتی نے فرمایا: مولیٰ! کیا تم نوا اہن ہو گئیں؟

مولیٰ نے جواب دیا: نہیں تو یہ!

مفتی نے کہ سے فرمایا: پھر تم مجھ سے دو گروں بھاگ رہی ہو؟

مولیٰ نے جمل کو جواب دیا: میں آؤں تو تم خود ہی دوسرے کے قتلہ گئے دے لے رہے ہو اب اس سے دو گروں دے پناہ پھر ہے!

مفتی شاہ نے کہا: شہزادہ میری سوسے گا، اس وقت تک ہم دونوں خوب اچھے طرح لپٹ لپٹ کئے دیکھیں دلیس!

مولیٰ نے دل چلے انداز میں کہا: "رو نہ رو، تم میں میں گروں نے ہی ہو دوں وہ میں ملے ہوا ہو گا، احمد لڑکی سن کر کہتا ہو گا، در تم میرے درو یا، کہے ایک دام مصائب دہ"

جائے، رو نہ رو، تم میں میں گروں نے ہی ہو دوں وہ میں ملے ہوا ہو گا، احمد لڑکی سن کر کہتا ہو گا، در تم میرے درو یا، کہے ایک دام مصائب دہ"

اور مفتی شاہ داخل رو دیا۔ وہ ایک کونے میں جا کے دیر تک رو نہ رہا۔

آخری رات مفتی شاہ سو نہیں سکا لیکن مولیٰ سوئی تو وہی اس کے چہرے کا امین بنی مفتی

فتی شاہ نے بیچ کر دیا۔ مولانا یہ کیا ہے؟

مولانا نے ہنس کے جواب دیا: آگ کا جھنڈا ہے۔

• ہذا ان مت کرو۔ مجھے بتائی کیوں نہیں کر سب کیا ہے؟ فتی شاہ بیچ رہا تھا!

مولانا نے حقیر آمر پہلے میں جلا کے جواب دیا: بانی کے مسند میں تم نے میری آبدلوی

نہی! اس وقت میں نکھارے اختیار میں تھی لیکن اس سیاہ قرین سامنے کے بعد میں نے نکھارے

سہارے کا خیال دل سے یک لخت نکال دیا کیس میں نے تمہیں یہ نہیں بتا دیا تھا کہ اب میرے

دعوات کا منہ تم نہیں کر دو گے، میں خود کروں گی!

شہزادے نے خوشامد کہہ: مولانا اگر تم ہر انہیں تو اپنے شوہر ہی کا خیال کر دیا خود

آگ سے بچانے کی کوشش کرو! اپنے بچے پر رحم کرو!

مولانا نے غصے اور صدمے سے بھری ہوئی آواز میں بیچ کر جواب دیا: مہزادے! یہ

مغصہ جو تیرے برابر کھڑا ہوا ہے، میرا تو نہیں ہے، یہ صرف مصاحب ہے، یہ میرے بڑے

باب کا مصاحب تھا، اب میرا مصاحب ہے۔ پہلے میں ہی اسے شوہر سمجھتی تھی جب تک کہ یہ معلوم

ہو کہ یہ غصہ مین مصاحب ہے تو میں نے اس کے شوہر ہونے کی غلط فہمی دل سے نکال دی! پھر

اس نے اپنے بچے کو دونوں ہاتھوں میں سمجھال دیا، بولی: زادیرہ بیچ! معلوم نہیں کس کا بیچ ہے۔ تیرا یا

تیرے مصاحب کا؟ ان نے بیوقوفوں کے بچے کو جنم دینے پر بھی ہنسی تھی، لیکن چونکہ اس میں ہر خون

میں شامل ہو چکا ہے اس لئے میں یہ بھی بھول گیا کہ اسے اسے بیوقوفوں کے حوالے کیا جائے!

پھر اس نے بچہ کو ہوا میں اٹھال کے آگ میں جھونک دیا، روٹی ہوئی اس کو ٹھٹھے کا بیج، جگہ

بیکش کا لالہ ہے! اس کے بعد خود بھی جھنڈ کے کنارے ٹھہری ہوئی سسکیں لیتی ہوئی بولی: تم

آگ کہتے ہو، درخت ہوتا ہے جیسے رخسان جیسے عزت مند امیر کی بیٹی کو یہ عزت کیوں چھوٹا تھا! تم

دونوں مجھے یہ عزت کرنے کا دوا کر رہے ہو، اگر تمہارا دھواں سہا ہے تو آگ میرے بچے میرے ساتھ آؤ!

یہ کہی ہوئی خود بھی آگ میں جھلا گئی، آگ کی شعلے ہاں بیٹھے کو آنا ناہم کر گئے۔

فتی شاہ کھڑے سے آؤ کر پھر کر بیٹھ گیا۔

شہزادے نے فتی شاہ کو دہن بھورا اور پست قامت مصاحب کو مخاطب کرتے ہوئے

کہا: کیا اب باطل تھی؟ عزت کیا ہے؟ کیا یہ حکومت اور اختیار ہے بھی تیری کوئی شے؟ عجیب

دعوت تھی۔ بڑی! میں تو اسے اجڑی ہوئی ملکہ بنا کر رکھتا ہوں!

شہزادہ اپنے مصاحبوں کو ساتھ سے واپس ہوا، اپنے قامت مصاحب نے فتی شاہ کی

دعوت اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

اور حضور دالا یہ فتی شاہ یا کیا یہ ساتھ نہیں چلے گا؟

شہزادے نے رحم دلی کا مظاہرہ کیا، کہا: یہی حال اسے ہو رہا ہے، دو لے لے کر اپنے بیروں

آؤ بیٹھنے دو!"

کھلے جھک کا سبب بن گیا، دانت کئی بار کچھ دو یا لیکن مولانا کی آنکھ میں کھلی بھوری آنکھ کو چھڑا کر
اندھیچھو گوردھیلے گرد و رنگ ہشتاد ہا جب وہ آخری بار پہنچے کہ جب کر کے نہا ہوا تو اسے
محسوس ہوا کہ مولانا جاگ رہی ہے کیونکہ اس نے فتی شاہ کو پاس آنے دیکھ کر اپنا ادھ گھسٹلی
آنکھیں بند کر لی تھیں۔

فتی شاہ نے کسے آواز دی: مولانا!

مولانا نے کوئی جواب نہیں دیا، فتی شاہ میں چپ ہوا، صبح دوں چپ پا چ

ایک دوسرے سے الگ تنہا، اجنبی اجنبی سے رہے، فتی شاہ نے گھر سے نکلنے ہوئے

دندھی ہوئی آواز میں کہا: مولانا! میں دوپہر بعد شہزادے کے ساتھ آؤں گا، تم اس وقت تک

نہا لیجے کچلے ہیں لینا!

مولانا نے کوئی جواب نہ دیا، فتی شاہ نے زور دے کے پوچھا: مولانا کیا تم نے

میری بات سنی ہے؟

مولانا نے کھوئی کھوئی آواز میں فتی کو دیکھا اور مستحضر ہوا۔

فتی شاہ کے چلنے جانے کے بعد اس نے ایک دہان کو پھینک ڈیا۔ وہ چلا گیا اور

دہان سے کہا: حرم مکان کے اندر آنے کا راستہ بھی بند کر دیا۔

اس نے کھوکھلی قہقہہ کر دی، دہان جھلا جھلکا کر اسے اس بار ہی کھڑا کر گیا، مولانا نے

سے اس کی طرف ہن (سوئے کے سیکے) کی ایک جھمیلی چمکی اور کہا: دیکھو وہ جیسے ہا

تھیں نظر آ رہی ہیں، تم کھار کے مجھ مطلع کر دینا اور خود کو بھی مل جانا!

دوران ان عجیب و غریب احکام کو تو جو اب جیت سے مستعد رہا۔

مولانا نے اس دن وہی کپڑے پہن لئے، شہزادے کے دلے دن چیتے تھے، ساتھ میں اپنے

بچے کو بھی اچھے کپڑے پہنا دیئے اور دونوں کا انتظار کرتے تھے۔

دوپہر کے بعد چھ بجے گاؤ کے قریب آگے دو دہان نے کھار لگائی: جن کا انتظار تھا

آ رہے ہیں!

مولانا جیسے تیار بیٹھی تھی، دہان کو حکم دیا: اب تم جگ جاؤ!

دہان فوراً آگیا، مولانا نے جلدی جلدی صبح کے جھلا جھلکا کر دینا آگ

دی اور خود پیچھے کھلے کے جھٹ پر چڑھ گئی اور دہان نے فتی شاہ اور شہزادے کا انتظار کرنے

مکی، خشک گلیوں پر آگ کو بہت جلد و درنگ چھلا دیا۔

شہزادہ فتی شاہ، اپنے قامت مصاحب اور بعض دوسرے آدمیوں کے ساتھ

مکان کے سامنے پہنچا تو اپنے اندر مولانا کے درمیان آگ کا چھوڑا جائل دیکھا، دھواں دیر سے

لے لے سہی کی غلیں چکر آگئیں۔ اچانک ان کی نظر میں جھٹ پر کھڑی ہوئی مولانا پر پڑ گئیں۔

گفتگوی بزرگ و نشی

فنیقی بینادی طور پر ضائع اور تباہ رہتے۔ یہ پیشے اور دھنات کے
سابقہ معنی کے خلاف ۱۲ سلی اور سو فی کچھ سے اور نہ دولت و عین کی بنیادی
بن لینا جواب نہ دیکھتے تھے۔ ان کے شہروں میں کچھ سے کا خاؤں کی ہمتات
تھی اپنے مال کی منڈیوں کی تلاش میں یہ قدر دراز علاقوں کی سیاحت کرتے
رہتے تھے۔ بحیرہ روم کے جزائر اور داخلی علاقوں کے علاوہ یہ ہندوستان اور
جنوبی بحر اوقیانوس کے افریقی ساحلوں تک تجارتی دھنات مالا کرتے تھے۔
کامیاب صنعت کاری، تجارت اور ہزاروں کی دھن سے یہ لوگ اپنے ہمدر کی
دولت مند ترین قوم شمار کیے جاتے تھے۔ دولت کی اوس نے انہیں بہت
زیادہ چالاک اور عیار بنادیا تھا۔ اس ماہ میں، مطلب براری کی خاطر یہ بھڑک
اور عجز و فریب سے بھی باز نہ آتے تھے۔ دولت کمانے میں ان کا کوئی بھراب
نہ تھا اس سلسلے میں نیت حق ترکیبیں سوچتے اور اس پر عمل درآمد میں ذرا بھی
چکچکاہٹ نہ محسوس کرتے۔ بحیرہ روم کے بیشتر جزائر انہیں کے تسلط میں تھے
اور بن جزائر پر انہیں جزوی تسلط حاصل تھا اس پر پوری طرح قابض ہو
جانے کی تدبیریں سوچا کرتے تھے۔ یہ چالاک اور ذہین قوم اس بارے سے بھی
واقف تھی کہ کامیاب تجارت اور ہزاروں کے لیے ضروری ہے کہ اس کے
پس پشت ایک طاقتور فوجی نظام بھی موجود ہو جو تجارت اور ہزاروں کی
بشت مٹا ہی کرتا رہے، انہوں نے اس ضرورت کو بھی پورا کر دیا اور ایک بڑی
مہم کی قوت وجود میں لے آئے۔

ان دنوں فنیقیوں کا جزیرہ سسلی پر جزوی قبضہ تھا۔ سسلی کے
مذہبی کمانے کو وہ اکس بنیں یہ لوگ ایک مدت سے آپاد اور حکمران تھے کہ ان

ان کا وطن نہیں تھا، یہ فنیقیوں کی نوآبادی تھی۔ ان کا اصل وطن تو قرطاجنہ
تھا۔ جزیرہ سسلی کے جنوب میں بحر روم کے اس پار، افریقہ کے ساحل پر
قرطاجنہ آباد تھا۔ اندر ہی قرطاجنہ ان کا مستقر اور مرکز تھا۔ ان کی
فنیقیوں کی اسم فنیقیں اور انہیں سے بحیرہ روم کے جزائر، ہندوستان اور دیگر



سے پاک ہوا جا رہا ہے۔

اس گھسیانی ہوئی ششکست خوردہ قوم کا ایک جہاز بنائیس کی ایک قہرے غیر آباد ہند گاہ پر ننگر انداز ہوا اس چھدری آبادی کے لوگ ساحل پر اس لیے جمع ہوئے تھے کہ ان بھگدڑے دولت مندوں کا ایک نظروہ بھی دیدار کر لیں، فنیقی تاجر ہنس ہنس کے ادب ساتھ بلا ہلاکے ان سے باتیں کرتے تھے۔ مقامی آبادی کے لوگ ان کے حوصلہ اور قوت برداشت سے بہت متاثر ہوئے تھے ان کے کچھ لوگ فنیقیوں کے جہاز پر پہنچ گئے اور جہاز میں مختلف قسم کے سامان کا ذخیرہ دیکھ کر ہیراں رہ گئے خوش نما، دل کش اور آرائش و زیبائش کو چاند نگاہ دینے والے سامان کی زیارت نے ان مقامی نامرین کے دلوں میں جذبہ طبع بیدار کر دیا۔ فنیقیوں نے غیر معمولی کشادہ دلی اور سخاوت کا مظاہرہ کیا کسی نے شیشے کا مہربان، نالکا لوہے جڑن و چراہدہ مہربان کوئی قیمت دینے بغیر اس شخص کے حوالے کر دیا گیا کسی نے اپنی جگہ پر بند کی تو یہ بھی بلا قیمت اسے دے دی گئی کچھ لوگ بھی کی دل کش اور منقش ماحیاں لے گئے۔ اس اور دوش کا بڑا شہر ہوا اور آبادی کا بیشتر حصہ خود توں اور بیکوں سمیت داخل کر جہاز پر پہنچ گیا یہ سب حرص و طمع کے ماسے لوگ یہاں تک پہنچے جہاز میں داخل ہوتے تھے کہ اپنی قسمت اور اپنے اپنے حصے کی چیزیں کوئی قیمت ادا کیے بغیر لے کر ہنسی خوشی واپس آجائیں گے لیکن وہاں ان کی بد قسمتی کوئی اور ہی ناٹاشا دکھانے پر تھی ہوئی تھی۔

چالاک اور عیار فنیقیوں نے جب یہ دیکھا کہ آبادی کا بہت بڑا حصہ ان کے جہاز میں داخل ہو چکا ہے تو انہوں نے جہاز کا ننگر اٹھا دیا۔ مقامی لوگ تھوڑی دیر تک تو کچھ سمجھ ہی نہ سکے لیکن چند راعتن کے بعد ان کے کان کھڑے ہوئے۔ ساحل پر کھڑے ہوئے غریبوں اور دوستوں نے ننگر اٹھاتے اور ساحل سے دور ہوتے ہوئے فنیقی جہاز کو دیکھ کر حیران و شرمندہ کیا اس شور و غل سے فنیقی قہرے کہیں کسی ترحیب کا جہاز ان کا بھیجا نہ کر سکے، انہوں نے چند مقامی آدمیوں کو جہاز کے کمرے پر کھڑا کر کے ملازمت اور اخلاقی سے درخواست کی کہ وہ اپنے غریبوں اور مسکینوں کو جلا کر مصلحہ کہیں کہیں ان سکون وطن اور ہم قوم افراد کو سمندر کی ہوا کھلا سکے اور جتنے تحائف دے کہ بہت جلد ساحل پر آتا رہیں گے۔ جھوٹے بھلے سادہ لوح لوگوں نے فنیقیوں کے

اوقیا لوس کے ساحلی مقامات پر بخارانی سامان برائے فروخت بھیجا جاتا تھا۔ ساری دنیا کی دولت و فضل و کفر فطرت و پہنچ رہی تھی۔ جس سے فنیقیوں کی خوشحالی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ یہ ۲۳۰ قبل مسیح کا واقعہ ہے۔ سسلی کے کوارکس میں قراطہ جہ کی حکومت کی طرف سے اہل کر برتہ نکراں تھا۔ قرب و جوار کے علاقوں کے لئے جو سامان تجارت قراطہ جہ سے کوارکس کی نو آبادی میں بھیجا جاتا اس کے لوٹ بیلے جانے کا ہر وقت خطہ نگار متانتاً کیونکہ سسلی کے مشرقی حصے میں کیزو اور مغربی کنارے بنائیس کی حکومتیں دونوں ایسا ہر کی مدد سے اپنی بحری قوت میں اضافے کی کوششیں قراطہ جہ سے بخارانی جہاز میں کیزو اور بنائیس کے بیڑوں سے پہنچتے تھے کوارکس کی ہلالی خلیج میں داخل ہو کر کون کا سامان لیتے۔ کوارکس کے حکمران اہل کر برتہ نے اس مستقل و درجہ سر کا یہ علاج حدیثت کیا کہ کسی طرح پرورد سسلی پر ہی قبضہ نہ کر لیا جاتے، قراطہ جہ کی بالادست قوت نے اہل کر برتہ کو فوجی کارروائی کا اختیار بھی دے دیا لیکن ان کی قسمتی سے سسلی کی مشرقی سیرا کیزو کی حکومت نے اہل کر برتہ کی طرف سے منتر لائے والے خطرات کی بو قبل از وقت ہی محسوس کر لی اور طاقت و جمہوریت پرورد سے فوجی امداد کے طالب ہوئے، جمہوریت پرورد نے ان کی درخواست منظور کر لی اور جب فنیقیوں نے جنگ کا بگن بجا یا تو سیرا کیزو کی حمایت میں جمہوریت پرورد کی فوجی مداخلت نے نہایت فیصلہ کنی کر دیا اور فنیقیوں نے میدان اپنے ہاتھ سے نکلے دیکھ کر صلح کی درخواست کی، ورنہ انہوں نے ششکست خوردہ فنیقیوں کے سامنے نہایت شرمناک اور جاہلانہ شرائط صلح رکھ دیں۔ قراطہ جہ کی حکومت نے مدعوں کے پاس معاہدہ صلح کے لئے جن لوگوں کو بھیجا تھا ان میں کوارکس کا اہل کر برتہ بھی شامل تھا فنیقیوں نے کوارکس صلح نامے کے ذریعہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ جلد از جلد کوارکس کی نو آبادی چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے جائیں اور اہل کر برتہ نے اپنی کمزوری کے پیش نظر وہیوں کا یہ حکم مان لیا۔

کوارکس کی ہلالی خلیج میں فنیقیوں سے خالی جہاز پہنچنے لگا اور اپنے ہم قدموں کو لے کر قراطہ جہ واپس جانے لگے۔ بحر و دم میں منتظر گتے ہوئے سیرا کیزو کی بنائیس اور جمہوریت پرورد کے طاقت و درجہ کی خبریں کوارکس کے ہاجرین کی شخصیت کا نظارہ ہنس ہنس کر ادا بھی بھیجی و ذلت آئینہ قبضہ نگار کر کے رہے، انہیں اس بات کی خوشی تھی کہ سسلی ان عیار ادا چالاک تاجروں کے دہ

خبر یا خواہش کی طرف بہ حرف تعین کر دی۔

کئی گھنٹے بعد ان پر یہ تلخ حقیقت منکشف ہوئی کہ قیدیوں کا جہاز کہیں دسے بغیر تیزی سے قضا جہز کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہے انہوں نے یہ خواہش ہو کر شور مچا اور داد مل چکی تو جہاز کے ملازم نے انہیں گانٹ دیا اور دسکی دی کہ اگر انہوں نے اپنی زبان بند نہ کی، اور یہ دستور شکنی کرتے رہے تو وہ جبراً انہیں پھر دم سے حوالے کر دے گا۔ قیدیوں کی خوش اخلاقی ان کے دلوں اور چہروں سے رخصت ہو چکی تھی اور ان کے چہروں سے ایک عجیب سی بے رحمی اور سنگ دلی عیاں تھی۔

لگ بھگ تاروں نے ایک جگہ جمع ہو کر اس نئی اور ناگہانی اقتصاد پر صلابت مشورے سے متذرع کر دیے۔ انہوں نے ایک سب سے زیادہ عمر رسیدہ شخص کو اپنا شامیہ بنا کے جہاز کے ملازم کے پاس بھیجا۔ بلکہ اس طرح جیسی ناک واپس ستر بہتر سالہ بوجھا اپنے کانہ سے پرکانی چادر ڈالے سر جھکا کے ملازم کے کنارے پہنچا، جہاز کے جہز فنیقی کسی ناگہانی خطرے سے پیش نظر اپنی تلواریں اور ہتھیار اپنے ہاتھ میں لیے، ملازم نے لوہے کی لٹاکی پکڑ رکھی تھی، اپنے سر پر ستر بہتر سالہ بوجھے کو دیکھ کر ملازم نے ناگواری سے سوال کیا: کیا بات ہے؟ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

بوجھے نے خوف زدہ ہاتھ میں بوجھا میرے ہم قوم، بوجھے میرے ہیں کہ انہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟

”قضا جہز“ ملازم نے سے نیاز ہی سے جواب دیا۔ اپنے آباؤ اجداد کی سرزمین پر، جہاں تائنت دیو کی کا مندر ہے اور جہاں مقدس بیرسا کی چوٹی پر کرت دیوتا ہم سب کا انتظار کر رہا ہے؟

بوجھے نے ذرا سکوت اختیار کیا، وہ کسی ذہنی آرمیں میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا، اپنی پابست سے سوال کیا؟ انہیں ہمارے دل کب داپہ پہنچایا جاسکتا گا؟

ملازم ہنسنے لگا۔ بولا: کیا تمہیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ آزادی شہر کا دیوتا بل کرت تم سے سخت نالاغ ہے۔ تم لوگوں نے جمہوریہ بھارت کو مہر میں جھڑے بنے گھر کیا، اہل کار بدولت بنا کر دیے، ان کو اور اس سے بے رحم سموریا، ہم نے اپنے قیمتی مکان اور سامان دیں چھوڑ دیے، وہاں ایک

معاہدہ صلح کے طفیل جتنے نقصانات اٹھائے پڑے ہیں، کیا ان کی تلافی ہو سکتی ہے؟ یہاں وہ نقصانات پوسے کیے جاسکتے ہیں، اگر کمزور نہیں، انہیں بدرجہ جمہوری یہ انکار اقدم انتساب پڑا ہے، اس سے ہمارے نقصانات کی کسی حد تک تلافی ہو جائے گی؟

بوجھے ادا وحشت سے تیز تر سرائیں لینے لگا اور اس کے ناک کی ٹوٹ کرش ہوئی، تقریباً دوپاسی آواز میں بولا: ”میرا وطن، میرا گھر، میرا خاندان، کیا اب میں ان میں سے کسی ایک سے بھی نہ مل سکوں گا؟“

ملازم نے جواب دیا: ”شاید نہیں کیونکہ ہمیں خود بھی یہ نہیں معلوم کہ کہاں ہے، تمہارے مالکان دنیا کے کس کس خطے میں پائے جاتے ہیں اور تمہیں اپنی نظیریں زمینیں کہاں اور کس کی قسماً میں جڑنا ہیں؟“

بوجھے نے برقریزہ ساطاری ہونے لگا، خوف، باؤس اور مذلت کا لہرہ، ”دھکم“ آواز میں بولا: ”دیوتاؤں نے ہمارے آئندہ دژن کے لئے جو فرائض اور امتیاز مقرر کر دی ہیں، ان سے کوئی کس طرح اور کہاں سبھاگ سکتا ہے؟ پھر بھی کیا یہ شرافت کا تقاضا نہیں ہے کہ تم ان فیصلوں سے مطلع کرو جن کا تم نے ہمیں مستحق قرار دیا ہے؟“

ملازم نے لا پیر دانی سے جواب دیا: ”مگر طاجیک کی مجلس اقتدار ہی کوئی فیصلہ کر سکتی ہے، لیکن اتنی سی بات تو ہم بھی جانتے ہیں کہ تم سب کو ایک مذلت کا دن غلاموں کی طرح کسی دس بیلاڑ میں یک جا پڑے گا، کیونکہ ہم کسی طرح اپنے نقصانات کی کسی حد تک پوری کر سکتے ہیں؟“

بوجھے کی آنکھوں کے رانے تکیاں سی آواز لگے، ”انتہائے پاس اور احساس ذلت سے دل ڈوبنے لگا اور جہاز، ابا بانی جہاز اور جہاز کا سردار، سالانہ گھوڑا ہوا محسوس ہونے لگا۔ وہ پوری قوت سے چخا: ”ہاتھ میرا دل“ ہاتھ میرا کتہہ ہاتھ میرے آباؤ اجداد کے قبرستان، کیا میں بہر دوایں میں مردوں کا آف آف آف؟“

اس دلدور آواز میں بھی ملازم کے لئے تفریح اور لذت کا عنصر موجود تھا وہ ہنسنے لگا۔ وہ اس عجیبوہ احساس اور یاس زدہ بوجھے سے شاید کچھ کہتا بھی لیکن، بوجھے ابے ہوش ہو کر گر گیا اور ملازم حیرت سے اس بزدل اور کم چہشت بوجھے سے پراسوس کرنے لگا۔

دھوکے سے اپنا غلام بنا ڈالا تھا۔

پیر ماسی جوتی پیر مل کمر دیوتا کا شاندار جنت رکھتا تھا، اسی مندر کے دوسرے حصے میں تاریخت دروڑی براہمن تھی۔ شام سے ذرا پہلے وہاں ایک زبردست اجتماع ہوا، اپنے ادھیہ مہاراج کے ساتھ لوڑھے تو بھی وہاں جانا پڑا۔ مندر کے آس پاس بڑے بڑے درختوں کی قطاریں تھیں، انہی کے جھنڈ میں مل کمر دیوتا اور تاریخت دیوتی کا مندر تھا۔ لوڑھے کے ڈسے یہ خدمت کی گئی کہ وہ معزز حاضرین کو پانی پلا تا رہے، ان معززین میں اعلیٰ سربراہ بھی اپنے بیٹے یعنی بال کے ساتھ شامل تھا۔ یعنی بال اس وقت آٹھ سال کا رہا ہو گا۔ پل کمر بڑے کو اس سے بے دخل ہو جانے کی ضرورت میں جوئے علی اور ذلت آٹھنی تھی، دل پر اس کا زخم تازہ تھا اور یہ اس وقت تک مندر میں نہیں ہو سکتا تھا جب تک وہ خود بھی جمہوریہ رو کا ذلیل اور بے شمار نہ کہلے گا۔ پیر ماسی کی نواسی بندرگاہ سے لاسے جانتے والے غلاموں کو یہاں بطور خاص رکھا گیا تھا اور ان سے کمتر درجے کی خدمت سے کر یہ قضا جاتی تاہم اسے نفس کو تکلیف دینا چاہتے تھے، یہاں اس بوڑھے کو بہت سے ہم وطنوں، دوستوں اور عزیزوں کے چہرے نظر آتے ان میں چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے جو اپنے قضا جی آقاؤں کی جوتیاں منجھالے مندر کی بیڑھیوں کے نیچے کھڑے تھے۔ مندر کی سیر جیوں پر دروڑوں طرف بچاری عورتیں معززین شہر کا ہر کھلف اور دل کش مسکراہٹوں سے استقبال کر رہی تھیں اور سرور سے ادھر وہ سمیڑیاں مندر لاد رہی تھیں، جنہیں تاریخت دیوتی کے نام پر چڑھا گیا تھا۔

اس بوڑھے کو جب بھی موقع ملا اس نے اپنے ہم وطنوں کو سرگوشی میں یہ یاد دلایا کہ انہیں یہاں مستقل نہیں رہنا ہے، ایک نابیک دن واپس فرار جانا ہے کیونکہ یہ چار مسیروں کا وطن نہیں ہے، ان کا وطن تو یہاں سے دور بحر روم کے آس پاس سسلی کے مغربی کنارے پر ہے، اس نے اپنے ہم وطنوں کو بتایا کہ وطن کی خوشگوار اور مطلوب ہوائیں ان کی یادیں آوارہ درگردار ہوں گی اور دین کے لوگ ان کی یادیں آج بھی بھڑکتے ہوں گے، اس نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ رات کے پچھلے پہر ہم خوشگور میں اس نے اپنے دورافتادہ ہم وطنوں کو روئے اور سرسکیاں بکھرتے سنا ہے۔ اس نے اپنے ہم وطنوں کو یہ یاد دلانے کی کوشش کی کہ قضا جنت کی ذلیل سرزدن میں یہ مکر دھوکا ہونا بھی

قضا جنت کے باڈر میں جہری غلاموں کو بیچ کر جہازوں نے جو کچھ کھایا اس کے حصے بچے میں، بڑی اچھین پیش آتیں کیونکہ یہ لوگ اپنے حصے میں ایک دوسرے سے زیادہ کے خواہش مند تھے۔ اگر قضا جنت کے چند بڑے لوگ وقت مداخلت نہ کرتے تو شاید خون خرابا ہوتا۔ انہوں نے آپس میں لڑنے بھگڑنے والوں کو یہ کہہ کر ڈانٹا کہ تمہاری یہی ناقصا قیام ہی تو تھیں جنہوں نے ہمیں کوہ اس چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

جہاز کے ملاح نے کہا: میں اپنے حصے کی رقم میں زیادہ کا مطالبہ اس لیے کر رہا ہوں کہ ان غلاموں کی اسیری اور تجارت کا منصوبہ سب سے پہلے یہ ذہن میں آیا تھا اور شہر سے آئے غریب اس معاملے کا شکر اور عمل کار میں رہا ہوں۔

شہر کے محافظ نے ملاح سے اتفاق کیا اور اسے غلاموں کی نقل و حرکت میں سے چوتھائی کا مستحق فراہم دے دیا۔ بوڑھا اپنے ساتھیوں کے ہمراہ باڈر میں مہر کے کنارے کھڑا ہو کر ہمارا ہوا تھا۔ اس کے سامنے اور اس پاس کی قوم کے نوجوان لڑکے لڑکیاں، جوان اور بوڑھے مرقہ عسرت بنے یک دم تھے۔ بوڑھوں کی قہقہے جہت کمرنگ رہی تھیں کیونکہ ان کے بارے میں یہ تاثر یہ تھا کہ یہ لوگ اول تو کام کے لائق ہی نہیں رہ جاتے اور جو کام کے لائق رہتے بھی ہیں تو ان میں باقی جانے والی قنوطیت اور ابوسی انہیں اس لائق نہیں رکھتی کہ وہ اپنے ذائقہ دل میں، نکل اور مستعدی سے اٹھام دے سکیں قہقہے لگاتے والے اس کے قریب آتے اور بھڑکیوں زدہ چہرہ دیکھ کر آتے بڑھ جاتے، ان کا خیال تھا کہ یہ بوڑھے لوگ کوئی بڑے مالک اور اہم کام کے لائق نہیں رہ گئے، بوڑھے نے اپنے سامنے سے گزرنے والے کو اہم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: لوگو! مجھے خرید لو میں نہیں اس بات کا یقین ہوں کہ میں تمہیں عقل و دانش کی باتیں بتاؤں گا!

ایک ادھیہ عرصے جسم سے مالک نے بوڑھے کی درخواست پر غور کیا اور اس کا مول تول کرنے لگا۔ بات طے پا گئی، سودا ہو گیا اور بڑے سے اس ادھیہ عرصے شخص کی غلامی میں چلے گئے۔ بعد میں خریدنے والے کو بڑے پریشانیوں اٹھانا پڑیں کیونکہ بڑے میان کا بیشتر وقت وطن کی طرف منسوب رہنے اور بین کرنے میں گزر جاتا تھا۔ ادھیہ سے دست پائے تو چپکے چپکے فیصلوں کو کوستے بہتے جنہوں نے اس کی قوم کے بہت سے لوگوں

پسند نہ کرے گا کیونکہ یہاں اس کے عزیزوں اور بزرگوں کی قبریں نہیں ہیں
عالم میں اس نے ایک بچے کو منہ کی نیچلی سیڑھی پر سسکیاں بھر کے
یہ بچے چین ہو کر بچنے کے پاس پہنچا اور اس کا سر اذہا پر اٹھانے کے لیے چلا۔
تم مدھیوں رہت ہو؟

بچے نے ترخ ترخ مسوچی آنکھوں سے بوڑھے کی طرف دیکھا اور فرما
سے جواب دیا۔ کیا تم اپنی غلامی پر قانع ہو گئے ہو؟

بوڑھے نے گھبرا کر جواب دیا۔ نہیں تو۔ غلامی پر کوئی حساس اور
عزیزت مند انسان آخر حسن طرح قانع ہو سکتا ہے؟

پھر تم مجھ سے رونے کا سبب کیوں دریافت کر رہے ہو؟
بوڑھے کو سرشار کر دیا۔

بوڑھے کچھ دیر تک اس عزیزت مند بچے کو دیکھتا رہا پھر بولا۔ میرے
ابھی خداداد میرپٹے تک ہیں (اس خوش فہمی میں جتنا تھا کہ اپنے غلام ام دلت

میں) میں سب سے زیادہ حساس اور عزیزت مند شخص ہوں لیکن تجھ سے دل
اور تیرا بائیں من کر میرا یہ چند رات گت گیا۔ پھر خوشی اور خیر کے جنب سے
ہم ہیں جب تک تیرے جیسے سمجھ دار اور عزیزت مند بچے موجود ہیں میری فکر
نہیں ہو سکتی۔

بچے نے کہا۔ میں اپنے بزرگوں کی عقل مندی اور حوصلے کی اقتدار
غلامی کے دن گزارا ہوں اب دیکھتا رہے کہ تم لوگ کب اور کس طرح ہمیں
سے نکال لے جائے میں کامیاب ہونے ہوں!

بوڑھے نے سرساری سے کہا۔ ہم یہاں سے نکل بھی گئے کی کوئی
تو ضرور کریں گے لیکن اگر محنت کی دہلیز پر کھڑی ہوتی ہماری عمر یہ خون

نہ دین تو تم ہم پر ہر من بھی دیکھنا ہو کہ زندگی کو لبا کرنا ہم فانی انسانوں کے
اختیار میں نہیں ہے یہ دینا توں کا کام ہے حبیب ہم کر دیو تاؤں کی سرزمین

چلے جائیں تو اس وقت یہ تمہاری دسے داری ہوگی کہ تم اس ظلم و جبر کی سرزمین
میں ہمیشہ کے لئے رہو یہ تو نہیں یہاں کی رنگینیاں اور دکھائیاں ہرگز ہرگز غلامی

قانع نہ ہو جائے دیں اور تمہیں زندگی کی ہوائی قیاق سانس میں یہ یاد رکھنا
تم قرطاج کے باشندے نہیں ہو اور تمہارا اس سرزمین پر عارضی قیام ہے

ایک، دو ایک دن یہاں سے چلا جانا ہے!

بچے نے پھر سر جھکا لیا۔ وقت زدہ بچے میں بولا زمین اپنے باپ،
اب اور وہیں پھاڑوں کو سن طرح بھٹکا سکتا ہوں یہ میری زمین نہیں ہے میری وطن
نہیں ہے میں اس جگہ سے کس طرح محبت کر سکتا ہوں؟

معدومی دیرینہ ران غلاموں کو شراب کی مٹراجوں اور کپڑوں کے ساتھ
دل محنت دیوتا کے دو بہ رو پیچنے کا حکم دیا بھیجا۔ ان میں بوڑھا بھی شامل تھا۔

بوڑھے کے دلوں کا اندھوں پر شراب کی مٹراجوں کے ڈھکے دی گئیں اور وہ آنکھوں
میں محنت دیوتا کے دو بہ رو پیچنے کا حکم دیا بھیجا۔ ان میں بوڑھا بھی شامل تھا۔

اور صحت کی تھارت سر چٹھائے دے رہی تھی اس تھارت میں لوگوں کا اندھام
اور زیادہ شدت پیدا کر رہا تھا۔ اس مجمع میں اس نے اہل کربرۃ اور اس کے

آئندہ نواہل بیتے اپنی بال کو کھڑے دیکھا اہل کربرۃ بھی کسلی میں اس کے
پڑوس کے کوہ اس پر محنت کر رہا تھا۔ اس وقت وہ بہت آگاس تھا۔

اور فکر من چہرے سے بیکر پے کندھ دینے کے شہرہ و احاس نے ڈھکے کی بیکر کی سی پھیلنا
دی تھی۔ میں کربرۃ کے ایک طرف اس کے کاٹھ سے کاٹھ ملنے لڑھے

کا دھیر عمر آقا کو اتھا اس نے ہاتھ کے اشارے سے بوڑھے کو قریب بلا یا
پھر یہ لوگ، لوگوں کے جوم اور دھوپ کی تھارت سے بچنے کی خاطر حذر کے اس

چہرے میں چلے گئے یہاں دل محنت دیوتا کا بیت دکھا تھا۔ صراحتی مردوش لڑھا
ان کے ساتھ، دو قدم پیچھے چل رہا تھا۔ برق خانہ ان کے بعض دو سرے عزیز

بھی اہل کربرۃ کے چہرے تھے۔ ان کے پیچھے چند غلام قربانی کی پھیر دیں
بکڑے حکم کے منکر کھڑے تھے۔ اہل کربرۃ کے حکم پر ایک پھیر کے چاروں پر

ایک دسے سے باندھ دیے گئے امد اس ہڑت ہوئی بے میں پھیر کو دل محنت
دیوتا کے ذہنوں میں ڈال دیا گیا۔ بعد پھیرنے سے سر بیت اور پیروں سے خشن

کو گھسنا شروع کر دیا۔ اس طرح وہ آٹھ کی کوٹش شہرہ تھی لیکن پیروں کے
باندھنے سے بچنے کی وجہ سے وہ آٹھ نہیں سکی۔ اہل کربرۃ دو قدم آگے بڑھا

قربانی کے گڈاٹے کی ایک طرف سے پھیر کا سر انگ کر دیا۔ خون کی دھار آٹھ
میں محنت دیوتا کے قادیوں کو رنگین کر کے لگی۔ اس کے بعد اہل کربرۃ نے

بوڑھے کے کاٹھ سے مٹراجوں لے لیں اور بیکے بعد بیکے دونوں مٹراجوں
کی شراب دیوتا کے جسم پر آٹھ لگی۔ ان مٹراجوں کے دوران تھا پھیر کی

باپ کے قریب ہی موجود رہا۔ دیوتا کو پھیر کی قربانی دینے اور شراب میں شہلا

اس نے اتنا بڑا علاقہ گھیر لیا کہ قطار جزا داد اس کے حاکموں اور تاجروں کا
 ہر ایک کو خطے میں پڑ گیا۔ بغاوت زدہ علاقہ اہل کربرتہ کی تحویل میں دے
 گیا۔ اہل کربرتہ نے افریقہ کے زور پوں کو فروغ میں لے لیا۔ اور مقامی اور
 باہر کا ہتھیار اور قیران گاہ سے متصل لے گیا وہ دونوں دیکھنے کے قدرتی
 دروازے بن گئے۔
 اہل کربرتہ نے اپنا ایک ہاتھ دیوتا کے قدروں میں اور دوسرا ہاتھ
 بیہودہ کی طرف پھرتے ہوئے رکھ دیا اور قسم کھائی کہ "میرے میں کرم
 شہر کے دیوتا ہیں نئی زمین اور نئے شہر عطا فرما اور مردم کو تباہ و برباد
 دینے کی قوت دے" یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھیر گئی۔ پھر اس نے اپنے
 اپنی بال کا ہاتھ قربانی کی جھیر پر رکھ کر حکم دیا "یہی بال! قسم کھا کر
 کو تباہ و برباد کر سکا تو میرا عہد کو برباد کر دھاتے گا۔"
 یہی بال نے ایک نظر پاپ پر ڈالی، جذبات سے بھر پور اس کے چہرے کی کیفیت
 خود اس کے چہرے پر طاری ہو گئی "اس کے گردن کی تہاڑی اور بربادی میری زندگی کا نصب
 اور اہل قراط جنت کی شہر رومی میرا مقصد ہوگا اگر میں اپنے عہد سے
 قواسی بل کرمت دیوتا، تمہیں اٹھاتا ہوں کہ مجھے تباہ و برباد کر دو۔"
 اہل کربرتہ نے اسی جگہ اپنے بیٹے کو اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ وہ مرد و عورت
 نئی زمین کی تلاش میں عفرین مدائن ہو جائے گا کیونکہ کوہ اگر کسی کو کھو
 دینے کے بعد کسی اور کو آبادی کی دریافت اور اقتدار ضروری ہو گیا ہے
 نے بیٹے سے دریافت کیا۔ "یہی بال کیا تم اس سفر میں بھی میرے ساتھ
 پسند کر دے گا؟"
 یہی بال نے تاخیر میں گردن ہلائی۔ چنانچہ بوڑھا اس عہد دیوتا کے
 غصے سے برداشت کر رہا تھا۔
 اس عہد دیوتا کے کچھ دلوں بعد لوٹے پرانسی کی گرائی میں ایک
 خوفناک بغاوت نے جنم لیا یہ بغاوت آنا کاننا پھیلتی چلی گئی یہاں تک
 اس میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جو غیر افریقی ہونے کے باوجود قراط جنت
 فوج میں ملازم تھے اور انہیں ماہ بہ ماہ عطا فرمائی گئی تھیں اور وہ
 غریب کاشت کار اور دست کار بھی بغاوت میں شامل ہو گئے جو قراط جنت
 کو بھاری محصول ادا کرتے کرتے تنگ آچکے تھے، یہ آگ آتی تھی سے

بندہ سولہ دن اور آدھ روز پیش رہنے کے بعد وہ ایک پتھر تلے
 کی قندو میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اس دن میرا کی پوتی پھر
 زمین کے بیت ثابت کا کوئی میلہ جو رہا تھا اور آبادی کے بیشتر لوگ
 زمین میں ایک اتحاد بن کر گنجان بارے تھا اور مختلف قسم کے بڑے بڑے
 ہاتھ پر رکھ رکھا تھا۔ انہی میں وہ قاردار حمار دیوتا بھی تھیں جو ایک وسیع
 زمین پر پھیلی ہوئی تھیں اور جنہیں اند کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا وہ مکان
 قراط جنت کی دیوتاؤں کی اولاد میں ہوا بارے میں داخل ہو گیا اور اسے اس جگہ کا سرسری
 دیکھنے کے لیے بھیج دیا۔ فیصلے تک پہنچنے میں فلا بھی مدد دینے لگی۔ اس کا فیصلہ یہ تھا
 کسی بھی طرح خطرناک قاردار حمار دیوتا میں پناہ لینا ہے، خواہ اس

کوشش میں اس کا جسم جھپٹا ہی کیوں نہ ہو جائے، موت تو ہر طرح اس کے
نقاب میں تھی۔ اگر یہ کہاجاتا تو قتل کیا جانا یقینی تھا اگر خلد دار جھپٹا دیں
میں کوئی نہ ہر بلا کر اسے کاٹ لیتا، تب بھی موت یقینی تھی لیکن اگر خوش نصیب
سے چھڑی کے کسی کپڑے نے اسے نہیں کاٹا تو نوکیلے کانٹے اسے زخمی کر
کے ہو رہاں ہی کر سکتے تھے اور وہ کچھ اذیت بھیل کر زندہ تو رہ سکتا تھا۔
مہا کھلنے پینے کا مسئلہ تو اس پر اطمینان سے خد کیا جاسکتا تھا۔ اس فیصلے
کے بعد وہ تیز تر قدم اٹھاتا ہوا خلد دار جھپٹا دیں کی طرف بڑھا لیکن میں
اس وقت جب وہ بارے میں داخل ہو چکا تھا اس نے اپنے پیچھے کسی کے
بھاگ کر آنے کی آہٹ محسوس کی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور پلٹ کر دیکھا ایک
گیارہ باہ سالہ لڑکا اس کی طرف دوڑتا چلا کر آیا تھا۔ پناہ سوس بڑھا گھر آیا اس نے
نشوونما سے زمین کا جائزہ لیا وہاں ابھر توھر مختلف کچم اور دن کے پتھر بھرے
ہوئے تھے اس نے فوراً ہی فیصلہ کر لیا کہ یہ لڑکا جیسے بچا اس کے قریب آئے
گا وہ اسے کسی پتھر کی بھر بھر دھڑ سے ہلاک کر دے گا کیونکہ اگر وہ ایسا نہیں
کرتے گا تو یہ لڑکا اسے گرفتار کر دے گا لیکن یہ لڑکا جیسے بچے قریب ہوتا گیا۔
پناہ سوس پوڑھے کا جوش اور غصہ ٹھنڈا پڑنا گیا کیونکہ یہ لڑکا دھڑی پناہ سوس کی حالت
گوار تھا۔ حواس کچھ مہرے پہلے پیر سا کی جوتی پر پرل کرت دیوتا کی سیڑھیوں پر
بٹا تھا۔

پوڑھے نے لڑکے سے کہا: "غیبی کتنے بیری تلاش میں ہیں۔" یہی ہے ان
خلد دار جھپٹا دیں میں چھپ جاتے دو!"

لڑکے نے کہا: "آؤ میں تمہیں ایک ایسی جگہ چھپا دوں کہ تم آرام سے
روپوش رہو اور موقع ملنے ہی وہاں سے نکل جاؤ۔"

پوڑھے کی جان میں جان آئی اور خدائے شامل کے بعد لڑکے کی بات
مان لی۔

لڑکے نے اسے خام مال کے اس گودام میں چھپا دیا جہاں گھر والے
شاؤنادر ہی جایا کرتے تھے اور اس گودام سے مال نکالتے اور رکھنے کا کام
اسی لڑکے کے دستے منتقل لڑکے کے پوڑھے کو یہاں چھپا دیا اور دست یقینی
دلایا کہ اسے کھانا پینا نہیں ملتا رہے گا لیکن اگر کسی وقت ناخن ہو جائے تو پوڑھا
اسے معاف کر دے کیونکہ ایسا کسی خطرے ہی کی گھر میں ممکن ہوگا۔

ایک دن جب یہ لڑکا گودام میں داخل ہوا تو پوڑھے نے اس سے چند
سوال پوچھے، سب سے پہلے تو اس نے لڑکے سے نام پوچھا میں نے
اس کا نام تو پوچھا ہی نہیں؟"

لڑکے نے جواب دیا: "قلی، لڑکوں پر نام خدا اس ہے۔"

پوڑھے نے دوسرا سوال کیا: "اس گھر میں اور کون رہتا ہے؟"

"گھر کا مالک، اس کی بیوی، ایک لڑکی اور ایک لڑکا بھی تھا جو چھپ چکی
ہوتی ہوئی تھی۔"

پوڑھے نے ذرا پریشانی سے سوال کیا: "لڑکی کی عمر کیا ہے؟"

"ابھی کوئی دس گیارہ سال!" لڑکے نے جواب دیا۔ "کیوں؟"

پوڑھے نے حکمرندی سے پوچھا: "تمہیں وہ لڑکی اچھی لگتی ہے؟"

"ہاں اچھی کیوں نہیں لگتی؟" لڑکا ان سوالات سے پریشان تھا۔ "کیوں؟"

"کیا وہ لڑکی بھی نہیں پسند کرتی ہے؟"

"تمہیں پسند کرتی ہو لیکن یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے
بڑھ کر نہیں کرتی۔"

پوڑھے کے کان کھڑے ہوئے پوچھا: "تم دونوں آپس میں بے تکلف
ہو چکے؟"

"ہاں خاصے بے تکلف ہیں اور اس لڑکی کے طفیل میری اس گھر میں
دونوں یا غلاموں جیسی حیثیت نہیں رہی اب میں اس گھر کا ایک فرد سمجھا
جاتا ہوں!"

پوڑھے نے خوف زدہ انداز میں پوچھا: "تم نے اس لڑکی سے یہ اذکر
نہیں کیا؟"

لڑکے نے جواب دیا: "زیادہ تر سی لڑکی تمہیں ہے، وہ بیری باتیں کسی
لڑکے نہیں بتاتی؟"

پوڑھے نے غصے سے کہا: "میرے سوال کا جواب دو، تم نے اس لڑکی
سے یہ اذکر تو نہیں کیا؟"

لڑکے نے کسی قدر ہچکچی کر جواب دیا: "نہیں!"

لیکن جمعوت اس کے چہرے سے جھٹک رہا تھا۔ اس نے دانواری کا دھڑ
نے کر لڑکے کو سب کچھ بتا دیا تھا۔

لوڑھے نے غصے اور غلطی سے کہا: "مجھے تم نے یہ بہت بُرا کیا تم نے مجھے میرے دشمنوں کے حوالے کر دیا۔ میں نے تم پر اعتقاد کر کے زندگی کا بہترین قریب کھایا ہے!"

وہ کھانے پینے کا جو سامان لوڑھے کے لیے لے گیا تھا۔ لوڑھے نے اسے نفرت سے دایں کر دیا۔

لڑکے نے جھک کر لوڑھے کے پیر پکڑ لیا، روتا ہوا بولا: "میں اپنی غلطی پر غور نہ کر رہا ہوں، مجھے معاف کر دو۔"

لوڑھے کی ہمتیں بھینک گئیں، بولا: "فلبی! تم میرے بہتے ہو میرے دھن کے بیٹے، میں تم سے کس طرح نفرت کر سکتا ہوں، تم نے لڑکیوں کی سادگی، بہت بڑی غلطی کی ہے اور اس غلطی پر میں تم سے نفرت نہیں، تم بھرا منوس کر سکتا ہوں!"

فلبی نے بڑی کوشش کی کہ وہ کچھ کھائی لے لیکن پتا نہ چلا اپنی قدر اور ان کا میرا ترک کام نہ رہا۔

لوڑھے کا خدمتہ بالکل صبر نہ نکلا، اسے اہل کر برز کے آدمیوں نے خام مال کے گودام سے برا کر لیا۔ فلبی خاموش تماشائی بنا اس کی گرفتاری کا منظر دیکھتا رہا۔ زلیخا اس کے پاس کھڑی تھی۔ جب اہل کر برز کے آدمی پناہ دے کر لوڑھے کو تانگوں سے پکڑ کر کھینچے ہوئے گودام سے باہر لے گئے تو اس کے کپڑے سے خون کا فورا پھوٹ رہا تھا۔ اہل کر برز گودام کے باہر کھڑا اس انفار سے سے لطف اندوز رہا تھا۔ اس کے قریب داہنی طرف ایسی پال کھڑی تھی۔

سبا ایون نے لوڑھے کو بے مددیت سے اہل کر برز کے سامنے ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیا۔

اہل کر برز نے پوچھا: "اس کے کپڑے سے خون کیسا بہہ رہا ہے؟"

ایک سپاہی نے جواب دیا: "جب ہم لوگ گودام میں داخل ہوئے تھے تو یہ خطرے کا منہ اندازہ رکھ کے خام مال کے نیچے چھپ گیا تھا، ہم اسے خام مال میں بیٹھ چھپ کر تلاش کر رہے تھے، اس تلاش میں ہمارا بھلا نہ ہوا اس کے کپڑے میں آگ لگی اور جب ہم نے فیرا کھینچ کر باہر نکالا تو اس کی اتنی خون میں تر تھی!"

تکلیف سے بڑھا ہوا لوڑھے نے حاضرین کو دیکھا، پھر اس نے فلبی پر

اس کا ڈر دیا اور کرب سے چلا آیا۔ "مجھے اس کا غم نہیں ہے کہ میں گرفتار کر لیا گیا اور کچھ دیر بعد از موتیں دے کر ہلاک کر دیا جائے گا۔ منوس ہے تو صرف اس بات کا کہ میں ابھی تک کے آجینوں کی زمین میں دفن ہو جاؤں گا۔"

فلبی نے زلیخا کو شکایت سمیر نظروں سے دیکھا اور آہستہ سے پوچھا: "کیا اس کی تیر ہی تم نے کی تھی؟"

زلیخا نے معصومیت سے جواب دیا: "ہاں، کیونکہ تم اسے یہاں کب تک چھپائے رکھتے، ایک نہ ایک دن تو یہ پکڑا ہی جاتا ہے، میں سوچا یہ خبر نہ دے دے تو میں خود ہی کیوں نہ دے دوں کیونکہ اس طرح تم مجھ سے وفادار نہ رہا کرتے؟"

فلبی نے خاموشی اختیار کر لی، لوڑھے اب بے وقوف نہ رہا تھا، "معصومیت کی غلطی قابل معافی ہے لیکن جو لوگ جوان ہو کر بھی اپنے آپ کو ابدی کی زمین کو بھلا دیا وہ بڑے دیوانوں کی لعنت سمجھے جاتے ہیں۔"

اہل کر برز نے نہایت عجیبگی سے لوڑھے کا مقدمہ فیصلہ کر دیا۔ تماشائیوں کے جھوم میں اہل کر برز نے دو گھڑ سواروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑوں کی دوپا اقبال جتانگوں میں لوڑھے کی ایک ایک ٹانگ باندھ دیں، اہل کر برز کے حکم کی فوری تعمیل ہوئی۔ اس کے بعد دو لوگوں سوار اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اہل کر برز کے دوسرے حکم پر دو لوگوں کھڑے سوار یکساں رفتار سے متوازی چلا گئے۔ لوڑھے کا پتھر دن اور کنگرہ سے گر کر کھاتا ہوا جسم ہو جان ہونے لگا تقریباً ایک ڈلاٹنگ کے بعد دو لوگوں گھوڑوں نے اچانک دو مخالف سمتوں میں چھٹا کر متوزع کر دیا اور ایک جھٹکا سے لوڑھے ابدی محضوں میں تقسیم ہو گیا تماشائیوں پر خوش بین خوشی سے نعرے لگاتے گئے۔

فلبی آگاس اندر چپ چپ گنگ رہا۔

زلیخا نے پوچھا: "کیا تمہیں اس واقعے سے کچھ چھپا ہے؟"

فلبی نے جواب دیا: "اس سے میں خوش بھی نہیں ہوا۔"

اس وقت زلیخا کے باپ نے فلبی کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا: "فلبی! تمہارا بہت بہت شکر ہے۔ اگر تمہاری مدد شامل حال نہ ہوتی تو یہ بڑھکھکھی بھی ہو جاتا۔"

فلبی نے کوئی جواب نہیں دیا اس کے کان میں لوڑھے کی آواز اب

بھی گھر سے رہی تھی۔ مصروفیت کی غلطی قابل معافی ہے لیکن جو لوگ جوان ہو کر بھی اپنے آباؤ اجداد کی زمین بھلا دیں، آٹا پر میں دروہاؤں کی لعنت بھیجتا ہوں۔“

زیلعز کے باپ نے فلیی کو تلسی دی اور اسے یقین دلایا کہ اگر وہ اہل قزاقانہ کا کسی طرح دفاع نہ کرے گا تو اسے بہت جلد یہی حقوق حاصل ہو جائیں گے جو اسے حاصل ہیں۔

زیلعز اس کی خاموشی سے پریشان تھی۔ محبوب اس کا باپ چلا گیا تو اس نے غصے سے کہا: ”اب تمہارا یہی وطن ہے اور تم اسی زمین کے باشندے ہو۔ تمہیں اس عقار پورے کے انجام پر غمگین نہیں ہونا چاہیے!“

فلیی اپنے غصے اور صدمے کا بڑا اظہار نہیں کر سکا۔ بمشکل جواب دیا: ”زیلعز! تم نے جو کہہ کیا، اگر میرے علم میں لاکر کہیں تو زیادہ اچھا ہوتا۔“ اس واقعے کے کئی ماہ بعد اہل کرمرہ اپنے خاندان اور جاں نثار احمقوں کے ساتھ اس جہاز میں چلا گیا جو ایک نامعلوم دنیا کی تلاش میں جا رہا تھا۔ اس میں

زمین کی جستجو میں جو کوؤ اور اس کا بدلنا بن ہو سکے۔ اتحادی بندرگاہ کے ایک چورے میں سیر و سفر کے دیوتا کے دروہہ قربانی پیش کی گئی اور عود و عنبر کی خوشبو میں پختہ ہونے والے شہر سے غیر و سلامت سے منزل مقصود تک پہنچنے کی دعا پیش مانگیں۔ اس کے بعد پچاس چلے۔ نیلے چتر حرکت میں آ گئے اور اہل کرمرہ کے جہاز نے پانی میں حرکت شروع کر دی، ساحل پر کوہ پر سائی مقدس جوتی اٹھیں اور اے کرمرہ رہی تھی، جہاز نے اتنا لہا کوہ پر اس کے سامنے ایک چتر دکھایا اور پھر اس سمت میں روانہ ہو گیا۔ جہاں دوسرا ساحل کے درمیان سورتا ہر دروہہ غریب ہو کر رہا ہے، بحر الکرہ اور سووے کے درمیان۔

ساحل پر کھڑے ہوئے عام شہر اور دوسرے شہروں کی نظریں جہاز کے ستونوں اور چوکوں پر پڑی ہوئی تھیں جو کوہ پر لمحہ مختصر اترنے چاہتے تھے اور یہ مختصر ہوتے ہوئے دھبے کی شکل اختیار کر گئے، پھر یہ دھبے بھی سمندر کی دھمکتی لہریں چھو گئے۔ اس وقت فلیی ایک ایسے جہاز کا تصور کر رہا تھا جو اپنے چتر چلے، چاروں طرف کی آبادیوں میں لے جاتے گا۔ اس کے آباؤ اجداد کی سرزمین میں، سامنے شمال کی ہواؤں میں اسے وطن کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ آ رہا ہے۔

اسی دن زیلعز کے والدین نے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ اگر اہل کرمرہ ان کے لئے کوئی نئی دنیا حاصل کر سکا تو یہ لوگ بھی وہیں چلے جائیں گے۔

جیسے دن گزرتے گئے فلیی قزاقانہ وائلوں کا اعتماد حاصل کرنا گیا لیکن دوسری طرف فلیی کے دل میں ہم وطن ہونے کی گرفتاری اور دوست کے تقویٰ ٹہرتے ہوئے چلنے لگے۔ ۱۵۱۱ اس سال کو سمبول جانا چاہتا تھا مگر کوہرے کی روح نے گویا اس کے دل پر قبضہ کر لیا تھا اور کسی طرح حافطے سے نکلنے پر تیار ہی نہ ہوتی تھی۔ زیلعز اسے اچھی لگتی تھی لیکن اس اچھائی اور دل کشی میں کوہرے کی موت شیشے میں بال پر ڈالنے کی طرح شامل ہو گئی تھی، وہ اپنے اس دکھ کا زلیخہ پر اظہار نہیں کر سکتا تھا لیکن زیلعز یہ تجرلی کو محسوس کر رہی تھی کہ فلیی میں کچھ تبدیلی آگئی ہے مثلاً یہ تبدیلی کہ وہ اس سے پاؤں اور ملائت میں نرم ہو گئی اور محبت کا مظاہرہ کرتے کرتے، اچانک سرور مہر اختیار کر لیتا ہے۔ زیلعز کا تھا ذہن اس کی وجہ سے قاصر تھا۔

اہل کرمرہ نے انہیں کے جنوب مشرقی میں ایک نئی دنیا حاصل کرنی تھی اور اس کا نام ”نیا قزاقانہ“ رکھ دیا تھا۔ قزاقانہ کے حکام نے اہل کرمرہ پر مذکورہ بیان کو کافی کی ایک کندہ تختی پہنے جس سے دس رکھی تھی جس پر غلط ”شوفت“ عافطہ گذر رہا تھا اور جس کا یہ مطلب تھا کہ اہل کرمرہ کو کوہرے کو نامزد قزاقانہ نے کسی بھی علاقے کی حفاظت کا فرض سمجھنا ہے، اہل کرمرہ نے اس تختی سے دہری کام لیا جو کسی حکومت کے عہدے دار پر روانہ تقریر سے بیکار ہوتے ہیں۔ اہل کرمرہ نے ایک پارچہ لکھی و در بھیج کر قزاقانہ کے حکمرانوں کو یہ خوش خبری سنا دی، کوہ پر سائی بلندی پر عسلی قزاقانہ کا وہ محل تھا جہاں حکومت کی دسے دار مجلس اہم ترین فیصلے صادر کیا کرتی تھی، اس ایوان میں برودوں کی بھیجی ارکان مجلس سر جوڑ کے بیٹھتے اور چھوٹوں بحث مباحثے کرتے رہتے۔ ہر جب کسی نیچے پر پہنچ جاتے تو یہ کوسے سے خود راہ ہو کر اپنے فیصلوں کا اعلان کر دیتے۔

اہل کرمرہ کی کامیابی کی خوشی میں ایک شاندار جشن کا اہتمام ہوا۔ اہل کرمرہ دیوتا کی قربان گاہ پر بیچڑوں ذبح کی تمبیتیں اور تانیت دیوی کے نام کے شہر شہر کرمرہ قربان چھوڑی تمبیتیں، شہر کی نشیبی آبادی کے لوگ بھی آخر پہنچ

گئے ادران سب نے مل کر شاندار جشن منایا۔ زمرہ کے ذمہ دل اور مہاجر سپاہیوں نے آگ کا لاد بھلایا ادران کے گرد بیٹھ کر شرابیں پینے لگے، قوطا جنہ کے شہری بھی ہیرے کے مختلف مندروں میں قربانیاں ادا نہاتے پیش کرتے پھر لہے تھے۔ انہیں میں زفیو کا خاندان بھی شامل تھا۔ زفیو کے باپ نے شراب کے کئی مرتبہ ایک گاڑی میں لادے اور ہیرے کی چوٹی پر پیش کر دیڑی دیڑی ڈال دیں کو شراب میں ہلوانے لگا۔ ادران نے یہ منت مانی کہ اگر دیڑی دیڑی ڈالنے سے چھٹی قرطاجنہ سے کسی علاقے کے شہوت کی محنتی دلوادی تو وہ ان کے قدموں میں پچاس بیڑیوں قربان کرے گا اور انہیں بیس ہیرے شراب سے غسل دلاتے گا۔ تاہن دہری سے یہ عہد کیا کہ اگر وہ اپنا دلی مقصد حاصل کرے میں کا حباب ہو گیا تو وہ تاہن دہری کے نام پر پچاس کبوتریاں آزاد کرے گا۔

بیس رات کے اندر پھرے میں دل کرت کی سرچھیں ہر زفیو اور قلی بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ زفیو نے سوس کیا تھا کہ وہ ان کے ہنگامے میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہا ہے، اور یہ احساس زفیو کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ ان دونوں سے تقریباً پانچ سو قدم دور زمرہ شہسوار لاد کے صدر بیٹھے ناؤ نوش میں مشغول تھے، لاد کی روشنی میں ان دونوں کے ہرے دمک رہے تھے۔

زفیو نے خاموشی اور فکر مند قلی سے پوچھا: "کیا تم آج بھی خوش نہیں ہو؟"

قلی نے بے خیالی میں جواب دیا: "معلوم نہیں کیوں، ابھی سبھی ہیرے دل کی حرکت بہت تیز ہو جاتی ہے، اور جب مجھ پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو میں بہت آداس ہو جاتا ہوں!"

زفیو نے پوچھا: "اس آداسی کا سبب؟"

"میں خود نہیں جانتا!"

میکو کو ممکن ہے؟ اس دقت وہ خود بھی آداس تھی۔ میں ایک بات کہ نہیں ضرور بتا دینا چاہتی ہوں، تم میرے گھر میں زرخیز غلام کی حیثیت سے داخل ہوتے تھے لیکن آہستہ آہستہ تمہارے دل شیخ انداز ادبے لوٹ خدمت گزار دی سے تمہارے لیے میرے گھر میں بڑی عزت پیدا ہو گئی اور

اب یہ حال ہے کہ تم میرے گھر کے ایک فرد سمجھے جاتے ہو!" قلی نے جواب دیا: "بہت بہت شکر یہ لیکن میں نے تمہارے خاندان میں اپنی شمولیت کی درخواست تو نہیں دی تھی۔ اگر تمہارے گھر کے لوگ مجھے اپنے خاندان میں شامل کر لینا چاہتے ہیں تو میں آئیں خوش آمدید کہنے کو تیار ہوں!"

پہلے تم بہت خوش رہتے تھے لیکن اب آداس اور چپ چاپ رہنے لگے ہو، آداس کا سبب؟

"کہہ دو دیا کہ سب تو میں خود بھی نہیں جانتا!"

زفیو نے کہا: "کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ قرطاجنہ کے بعض بڑے تاجر اپنے لڑکوں کو سٹے مجھے بند کرنے لگے ہیں اب میرے باپ نے انہیں یہ جواب دیا ہے کہ زفیو ابھی چنی ہے لیکن تم خود سوچو کہ میرے باپ کو یہ جواب ایسا تو نہیں ہے جو ہمیشہ دیا جاسکتا ہو، وہ کچھ دنوں سے تمہاری پڑاوسر بری پڑی عقد کر رہے ہیں چنانچہ کل رات میں نے خود اپنے کانوں سے سنا، وہ بڑی ماں سے کہہ رہے تھے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ قلی یہیں دھوکا دے جائے۔ کیونکہ اس کی پڑاوسر خاموشی سے ڈر گئے رہے۔"

قلی نے جواب دیا: "ابھی ہیں یہ باتیں تمہیں سچی چاہی ہیں، کیا خود تمہیں یہ باتیں اچھی لگتی ہیں ادران کا اصل مقصد تمہاری سمجھ میں آتا ہے؟"

زفیو نے کہا: "یہ باتیں تو مجھے بہت اچھی لگتی ہیں، ادران کے مقہوم سمجھنے کا مسئلہ تو کبھی نہ سمجھی تو ان کا اصل مقہوم سمجھنے ہی نکلوں گی!"

قلی نے کہا: "مجبب ان کا مقہوم سمجھنے لگو تو ان میں ملے میں باتیں بھی کر لینا، فی الحال تو اس موضوع کو بھول ہی جاؤ، تمہیں دد!"

"ماہ یہ کس طرح ممکن ہے؟" زفیو تڑپ کر بولی: "تمہیں میری خاطر پہلے جیسا تو بتانا ہی پڑے گا!"

اسی دقت مندر کی سرچھیں سے ایک توہجان اترتا ہوا ان دونوں کے قریب آگیا۔ اس نے زفیو کو دیکھا اور لڑکھا کہ کھڑا ہو گیا۔ بولا: "لڑکی! تمہارا نام کیا ہے؟"

زفیو نے تنک کر جواب دیا: "میرے نام سے تمہیں کیا کام؟ کچھ بھی

یہ میرا نام، تمہیں کیا؟

فرحان نے شرارت سے ایک آنکھ جلی اور آنکھ مار کے بولا: تم ابھی چھوٹی ہو، میرے باپ کو معلوم نہیں کیوں، تم بہت زیادہ پسند آگئی ہو لیکن اب میں اس سے یہ کہوں گا کہ ابھی کو یہ دن انتظار کرو۔ دہرے جلدی میں کام پکڑ جاتے گا؟

قلبی شفقے میں آنکھ کرکھڑا کر دیا، بولا: فرحان! تم جاؤ اور میں پریشان نہ کرو، میں لوں ہی بہت پریشان ہوں؟

فرحان نے شرارت سے کہا: "بھرتے چھوٹے سے دوست! اگر تم نے اس لڑکی کے حقوق کسی طرح بھی حاصل کر لیے ہیں تو مجھے اس سے کوئی کوئی پھین نہیں، تم دونوں عیش کر دو میں چلتا ہوں!"

جب وہ چلا گیا تو زینون نے قلبی کو اٹھ سے پانچوں لیا، بولی: "یا تو تم خود کو پہلے جیسا بنا لو یا پھر اس کے لیے تیار ہو جاؤ کہ ہم دونوں کے درمیان جو فاصلہ اس وقت موجود ہے، وہ وقت کے ساتھ ساتھ ہست ہست منہ بڑھ چلا جائے؟"

قلبی نے آہستہ سے جواب دیا: "زینون! میں اپنی غائب دماغی معافی چاہتا ہوں، تم مجھے معاف کر دو، آئندہ میں پہلے جیسا بننے کی کوشش کروں گا؟"

پہاڑ کی غنک ہو ایں سمندر کی نمی سے مروج کی کیفیت پیدا ہو گئی یہ سردی دونوں ہی محسوس کر رہے تھے۔

قلبی نے پوچھا: "تم کھڑا پس کب چلیں گے؟"

زینون نے جواب دیا: "میرے ماں باپ دیوتاؤں کو نذرانے پیش کرتے پھر رہے ہیں، وہ نذرانے ہو کر آجائیں تو ہم دونوں بھی چلنے کی تیاری کریں؟"

قلبی نے کہا: "تب پھر ملو چل کے ہم دونوں کسی جگہ سے مل جائیں یہ سردی ہواؤں نہ پہنچ سکتی ہوں؟"

زینون نے فوراً کہا: "میں تیار ہوں؟"

یہ دونوں منہ کی منہ چھو کر کھڑے تارت دیوی کے منہ میں داخل ہو گئے، یہاں زینون نے دیوی کے قدموں میں شراب اندھا

قلبی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہنے لگی: "او تارت دیوی! غلبی کو پہلے جیسا بنا دے؟"

لیکن قلبی نے کوئی دعا بھی نہ مانگی۔ زینون نے کہا: "تم دیوی سے کہو کہ میں کیوں نہیں، یہ زمین کی دیوی تارت ہے اور لوگوں کا بچر ہے کہ اگر اس سے غلوں کے ساتھ کچھ مانگا جائے تو یہ اپنے پرستاروں کو مالوس نہیں کرتی؟"

قلبی نے شراب منجوری دیوی سے دعا مانگی: "مجھے پہلے جیسا بنا دو؟"

زینون نے جیت کے باہر اپنے باپ کو ایک طرف جاتے ہوئے دیکھا تو وہ یہ بھی ہوئی یا نہیں کہی کہ میں اپنے باپ سے مل کر بھی آئی ہوں! کہیں میرا باپ مجھے تلاش کرتا ہو اس اجڑم میں تنہا نہ چلتے؟

اس کے جاتے ہی قلبی نے دودھ کو دعا مانگی: "تارت دیوی! تم زمین کی دیوی ہو تم مجھے پوری زمینوں میں دہائیں کیوں نہیں بھیج دیتیں، میرے ماں باپ میرے ہم میں دودھ کر کر نکال دیاں ہوں گے، میرے بھائی بہن آتی جاتی سانسوں میں میرا نام لے رہے ہوں گے، تارت دیوی! میں اس زمین کا آدمی نہیں ہوں، جیسا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں پندرہویں سو سے دس سو تارت دیوی کا آدمی ہوں، اور سب سے بڑی دعا ہے اسے قبول کرو؟"

منجوری دیر بعد زینون پھر داپس آئی، اس وقت تک قلبی اپنے دل کا کچھ انار چکا تھا اور خود کو بہت ہلکا محسوس کر رہا تھا، اس نے مسکراتے ہوئے زینون کا استقبال کیا، قلبی کو ایسا کہ جسے اس کی دعا قبول کی جا چکی ہے۔ زینون اسے خوش دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ قلبی نے اسے تسلی دینے کی خاطر کہا: "زینون! ابھی میں نے دیوی سے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ مجھے پہلے جیسا بنا دے، اس دعا کے فوراً بعد میرے دل کا لہجہ اتر گیا، میرا خیال بہت اب میں پھر پہلے جیسا ہو گیا ہوں؟"

زینون نے ذرا خوشی میں اس کا ہاتھ چوم لیا۔ "کاش دیوی ایسا ہی کر دے؟"

دلیپی میں دونوں مست اور بے حال توندیوں کے ملاؤں کے قریب گئے اور ان کی بلا نوشی کا نظارہ کر سکتے تھے، اس کے بعد کافی مہر تافوں سمیت اپنے حرم داخل ہو گئے۔

ہوتے تھے کی موت کو جتنا عرصہ گزرتا گیا، فلی کے ذہن سے اس کی یادداشت
تعلیمات محو ہوتی چلی گئیں اس سے زید اور اس کے والدین نے اتنا آرام چاہا
لے قراہنہ ادا ہل نظر جانے سے محبت ہوئی۔ زید کے باپ نے فلی کو شہادت
میں لگا دیا۔ وہ بہت جلد اس لائق ہو گیا کہ بڑے بڑے بحری تاجروں کے ہاتھ
اپنا مال فروخت کرنے لگا لیکن اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ اس نتیجے
پہنچ گیا کہ تجارتی سامان دوسرے ملکوں اور شہروں میں بیچنا زیادہ نفع بخش ہے
اس نے زید کے باپ کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ قراہنہ سے یہ نکل کر بحری
کے ساحلی شہروں اور تہذیبوں میں قسمت آزمائی کرے۔ زید کے باپ نے اس
کی تجویز سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ اس پر عمل کیا اور وہ فلی کو ساتھ لے کر ان کے
ٹپے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دونوں قراہنہ سے تقریباً چار سال دور درست رہیں جب
واپس آئے تو اپنے ساتھ بڑی دولت کمال لے کر، زید کا باپ فلی سے بہت غم
تھا۔ اس نے گھر میں داخل ہوتے ہی یہ اعلان کر دیا کہ وہ فلی کو عفریہ اور
دامادی کا مرتبہ بخش دے گا۔ دوسری طرف زید پر جوانی پھوٹ پڑی تھی اور اس
نے فلی کو جوڑوں کو دیوانہ بنا رکھا تھا لیکن خود زید فلی کی دیوانی تھی اور اس کا
بے چینی سے انتظار کرتی رہی تھی، وہ فلی کی عدم موجودگی میں بدبیا ساحلی چڑ
پر پہنچ کر اس جہاز کا انتظار کر رہی تھی جو کسی بھی طرف سے نہ دیکھ کر فلی کو لے
والا تھا لیکن یہ تقریباً ایک ستم ظریفی تھی کہ جب وہ قراہنہ کے ساحل پر آتا
اس وقت زید لوٹ گھر میں تھی اور جب فلی اس کے باپ کے ساتھ گھر میں
اچانک داخل ہوا تھا تو وہ خوشی کے آدے سے پاگل سی ہو گئی تھی۔ پھر جب زید
باپ نے فلی کو دیوانہ بنانے کا اعلان کر دیا تو اہل قراہنہ نے اس اعلان کو
سے نہیں سنا کوئی فلی پر ہنسی سے ہنسا رہی تھی اور تراسی مدی مثل سے
رہکتے تھے وہ مدی جنہوں نے قراہنہ والوں کو کئی قریب دیوں سے محروم کر دیا
اسی دوران اپنی قریبی قراہنہ سے یہ خبر کی کہ کبھی کسی مقامی سازش میں فلی کو
گھیرا اور جہاز پر دبا دے ان کے جزیرے پر مار دینا اور ساحل کو کبھی فانی کر
دے۔ یہ جڑی نشوونما کی خبریں فلی کے باپ کو کچھ ہراساں کرنے لگیں۔
کر لیا گیا، وہاں عوام شہر شہر تھے اور لوگوں کے دروازے مٹھ پر دوڑ رہے
ہوئے تھے۔

جلس کے صدر نے زید کے باپ سے سوال کیا۔ کیا یہ خبر درست ہے
تم اپنی بیٹی زید کی شہری مدی مراد فلی سے کر دینا چاہتے ہو؟ وہ فلی کو

ہونے کے ساتھ ہی تمہارا غلام بھی ہے۔
زید کے باپ نے جواب دیا۔ "وہ مدی اور غلام ہونے کے ساتھ ہی ہمارا
دوا دار شری ہے، میں اپنے فیصل اور اس کے اعلان پر مطمئن نہیں ہوں، فلی ہر
طرح اس اعزاز کا مستحق ہے کہ میں اسے اپنا داماد بنا لوں!"
جلس کے ایک ممبر نے تقریباً پہنچ کر کہا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا، ہم بھی یہی
ایسا نہیں ہو سکتا، اگر ایسا واقعہ اس شخص کو کام میں ہر طرح کی مداخلت کا ارادہ
کر رہے ہوں!"

مجلس نے دھمکی دی۔ "اور ہر سا کی مجلس یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ اگر
ایک مدی کو کسی بھی طرح وہ عزت بخشی تھی جو اہل قراہنہ کا حق ہے تو وہ اس
قوی مجرم کو صحت اور تجارت کے حقوق سے محروم کر دے گی!"
زید کا باپ دل شستہ اور اگر رفتہ حالت میں ہر اسے پیٹے آیا اور اپنے
کمرے میں منہ چھپاکے بیٹھ رہا۔ اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ ہر سال کے ایوان
کا فیصل زید اور فلی کو کسی طرح منائے، اس فیصلے کی سن گئی زید کو بھی دل
بھی تھی، اس نے اپنے آواس باپ کو کہے میں جانے دیکھا تو مسجد گئی کہ
معاذ کچھ زیادہ عجیب ہے، کچھ دیر تک تو اس نے یہ انتظار کیا تھا کہ اس کا باپ
اسے بلا کر ہر سال کے ایوان کا فیصل سنا دے لیکن جب ایسا نہیں ہوا تو اس نے
خودیات کرنے کا فیصلہ کر لیا اس وقت فلی گھر میں موجود نہیں تھا۔ وہ دسے
قدموں باپ کی خلوت گاہ میں داخل ہوئی تو وہاں ماں کو موجود پایا۔ دونوں کتے
نظر پر تقریباً ایک ساتھ اٹھیں اور اصرار وہ زید کے چہرے پر تغیر نصبتیں۔

ماں نے زید کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔ لیٹے ہوئے باپ نے کانوں پر
سے بالوں کی لٹیس ہٹائیں اور داڑھی تھکی نے لگا۔ ماں نے زید کے سر پر ہاتھ
پھیرا اور مضبوط چپے میں کہا۔ "اگر عفریہ ہر سال کے ایوان نے متفق ہو کر بیک آؤ اور
فیصل کر دے کہ ہر بیٹی زید کا پندارسی فوجوان کے ہاتھ میں نہ دیا جائے تو
میں بھی بے چون و چرا اس فیصلے کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے بڑوں
کا فیصلہ ہے!"

زید کے باپ نے کہا۔ "میں اپنے بڑوں کے فیصلے کو رد کر سکتا ہوں
لیکن یہ بات بھی آسان نہیں ہے کہ میں اس شریف پندارسی فوجوان کو خود اپنی زبان
سے یہ موت کا حکم سنا دوں!"

آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔ "مہار سے بڑوں نے اس پناہ دہی کو جو ان کی اس خدمت کو کیوں بھلا دیا۔ جو اس نے اپنے ہم قوم خط و خاک لوگوں کے کی گرفتاری کی شکل میں انجام دی تھی، تم لوگ اپنے بھروسے دل سے اس کی خدمات نکال دو، لیکن میں نہیں نکال سکتی۔ اس نے تجارتی اور صنعتی معاملات میں وہیں اور ہماری قوم کو بڑے فائدے پہنچائے ہیں اور یہ باتیں ایسی نہیں ہیں جنہیں باسمائی نظر انداز کر دیا جائے قلبی سے ان احسانات اور خدمات کا میں عملداریوں اور افسانہ گردوں کی کہ زندگی بھر اس کے نام پر کوشاں رہی تھی۔ یہوں اور وہی یہ ارادہ فیصلہ ہے جس میں میں اپنے کسی بڑے کی مداخلت پسند نہیں کروں گی۔"

زیفون کی ماں نے پریشان ہو کر کہا۔ "میں کس طرح ممکن ہے؟"

باپ نے خدا سستی سے کہا۔ "مہار سے خاندان میں ایسا آج تک نہیں ہوا میں نے عجیب پالیا ہوا سہا، اور تہا دہی پرورش اور تربیت پر میں جہت کہہ کر چکا ہوں، قلبی سے زیادہ تم بہر میں نے احسانات کیے ہیں کیا ان احسانات کا کوئی تم نہیں دے گی؟"

زیفون نے اٹل اندیشہ مردی کے انداز میں جواب دیا۔ "آپ لوگ اپنا فرض پہلے ہی وصول کر چکے ہیں؟"

"وہ کس طرح اور کب؟" زیفون کا باپ تلخ لایا ہوا تھا۔

زیفون نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "میں نے مقدس رہبر کے بڑوں کا وہ فیصلہ بخواتین نے آپ کے خلاف نافذ کیا تھا ختمہ پیشانی سے قبول کر کے آپ کا فرض ادا دیا ہے؟"

باپ شگے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ شاید تشدد پر اٹھتا لیکن ہر ماں نے مدد کی کے درمیان داخل ہو کر فریادیں کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا۔ شوہر سے کہا۔ "زیفون ہمارے بیٹی ہے اور اس پر باپ کا اٹھا کے راکس اور تشدد کے طریقے سے تم اس کے دل کو مجھ میں جیت سکتے ہو مہار سے پہلے فی الحال یہی مناسب ہے کہ اس معاملے کو کچھ دنوں کے لیے التوا میں ڈال دیں اور دو چار سال خاموش تاہم بیویوں کی طرح زیفون کا جائزہ لیتے رہیں اور مجھے یہ یقین ہے کہ کوئی ہمیں نوجوان یکساں جذباتی حالت کو تادیب کرنا نہیں رکھو سکتا۔"

پھر اس نے مسکریاں لیتی ہوئی زیفون کو سینے سے لگایا اور ہر ماں ہاتھ پیرے کی کرتی ہوئی۔ "بیٹی! اب باپ مرد ہے اور مردوں میں اپنے جیسے جیسے آؤ گئے کی پرانی عادت چلی آ رہی ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ تو نے غلط

کمال نے کہا۔ "تم زیفون کو مہار سے بڑوں کا فیصلہ سنا دو، میں سمجھتی ہوں یہ ناگوار فرض، جو غالباً زیفون کی ذات سے تعلق رکھتا ہے، یہ خود انجام دے لے گی۔"

باپ نے میرا کی مجلس کا فیصلہ زینکو سنا دیا اور زینکو نے قلب کے لہولہا۔ "سیک نہایت ناگوار اور خاندان فیصلہ ہے جو میرا کے بڑے لوگ دو لڑکی کی ذاتی اور جذباتی زندگی کے خلاف سنا بیٹھے ہیں، ہم چاہیں تو ان کے اس فیصلے کو چھڑا دیں لیکن ہمارے خاندان میں، آج تک ایسی کوئی مثال نہیں ملے دوسرے یہ کہ اس فیصلے کے خلاف قدم اٹھانے کی جو ہمیں سب سے بڑی سزا سمجھتا ہے بڑے کی وہ یہ ہے کہ میں ضعیف اور جذباتی حقوق سے محروم ہوں جلتے گا۔"

زیفون کے دل پر مسلسل گھونٹے سے لگ رہے تھے۔ وہ کافی دیر خاموش بیٹھی رہی اس کے ماں باپ زیفون کا جواب سنا چاہتے تھے، جب دیر تک خاموشی جاری رہی تو ماں نے کہا۔ "زیفون! تو کیا سوچ رہی ہے؟ کیا تجھے مقدس رہبر کے بڑوں کا یہ فیصلہ قبول نہیں ہے؟"

زیفون نے نہایت دھیمی آواز میں جواب دیا۔ "میرا کے بڑوں نے یہ فیصلہ کیا ہے، اس سے زیادہ کچھ ناک اور درد ناک آپ دو لڑکی کا فیصلہ ہے کہ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں کہ اس فیصلے کو قلبی تک میں پہنچا دوں؟"

باپ نے کہا۔ "زیفون! تم ہماری بات سمجھنے کی کوشش کر دو، ہم نے یہ فرض محض اس لیے نہیں سونا ہے کہ یہ مسئلہ تہا دہی ذات سے تعلق رکھتا ہے، نے اپنی کاروباری زندگی میں یہی سیکھا ہے کہ جس کے ذمے جو کام ہے اسے خود انجام دے، یہ مسئلہ تھا ہے، ہمیں تم سے ہمہ دہی ہے لیکن اس اندر وہاں اپنے مضامین اور گفتگوں مفاد ہمیں قربان کر سکتے؟"

زیفون نے جواب دیا۔ "میں میرا کے بڑوں کا یہ فیصلہ قبول کرتی ہوں لیکن اب فیصلہ میں نے بھی لیا ہے، اور میں اس میں کسی اور کی مداخلت نہ کرنا چاہتی ہوں گی؟"

اس کے ماں باپ نے حیرت اور غصے سے زیفون کو دیکھا اور اس کا دل زینکی کی خواہش کی۔

زیفون نے تجسس کی دھما زیادہ دیر نہیں قائم رہنے دی۔ اس نے

فیصلہ کیا ہے ان حالات میں صوفیوں کو جہاں ان کی قسم کے جذبات سے
اداسے کر رہا کرتی ہیں جن پر وہ زندگی بھر نہیں چل پاتیں اور بعد میں جب
ان وقتی جذباتوں پر حالات اور تقاضوں کی مشورے غالب آتی ہیں تو وہ وہی
اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں جو صحت اور سچا راستہ ہوتا ہے۔
زیغونے دے دے ہو گئے کہا۔ "میں دین نے جو فیصلہ کیا ہے اسے
زندگی کی آخری سانسوں تک نیا ہوں گی۔"

"تھیک ہے" ماں نے کہا۔ "میں اس سننے میں تجھے پانچ سال
دوں گی اس عرصے میں اگر تو اپنے فیصلے پر ایسی شد و مدت قائم نہ کرے تو میں
پانچ سال بعد تو میں کردوں گی لیکن اگر تیرے قدم ڈگمگانے لگے تو میرے
تیرے لئے تیرے شایان شان کسی خوب صورت اور دولت مند فیملی کو جو
پسند کر لو گی!"

باپ نے درمیان میں مداخلت کی کہا۔ "لیکن ان پانچ سالوں میں
ایک بات کا بطور خاص خیال رکھنا پڑے گا۔"
ماں نے چڑھ کر کہا۔ "تم معاملے کو ضرور بگاڑ دو گے، میں کہتی ہوں
تم خاموش رہو۔"

"اذا کم عقل عورت!" زیغو کا باپ مگر جا۔ "تو نے زیغو کو پانچ سال
کی مدت دی ہے میں ایک خاص حکم نظر انداز کر رہا ہوں، اور وہ ایسا حکم
ہے کہ اگر اس کا خیال نہیں رکھا گیا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ زیغو
ایک زندگی تو کیا کبھی نہ زندہ رہے اس عہد پر قائم رہ کر مر جائے گی
ہے۔"

زیغونے اپنے بے رحم باپ کو رحم کی نظروں سے دیکھا۔
ماں نے پوچھا۔ "وہ کون سا حکم ہے، خدا مجھے بھی بتاؤ؟"
زیغو کے باپ نے کہا۔ "تم زیغو سے وعدہ کر دو کہ ان پانچ سالوں
فلانی سے دور رہو اس کی نظروں سے اونچل نہ گئی۔"
زیغو چونچ اٹھی۔ "ایسا نہیں ہو سکتا، ایسا نہیں ہو سکتا۔"

ماں شہزادہ ستائے میں آگئی، آہستہ سے بولی۔ "اس کے بغیر تو یہی
کردہ شرط کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔"
زیغو چیخ رہی۔ "مجھ پر اتنا ظلم نہ کرو میں مر جاؤں گی میں یہ نظام نہیں
برداشت کروں گی!"

ماں اپنے شوہر کو زیغو سے ذرا دیکھ کر کے کوٹنے میں لگتی اور گڑبڑ
میں کہا۔ "میں سمجھتی ہوں اس نکتے کا زیغو کے سامنے اظہار مناسب بات نہ تھی
کیا تم کو تمہارے کرنے کا ہے اب فی الحال خاموش رہو اور وقت کا انتظار کرو کوئی
کوئی حل نکل ہی آئے گا!"

زیغو نے صبح کر کہا۔ "ماں! تمہیں جو فیصلہ کرنا ہے میرے سامنے سرد
شمنوں کی طرح پیچھے میں پھرا لھو بیٹھنے سے کیا حاصل!"
ماں نے جواب دیا۔ "زیغو! میں تیری ماں ہوں مجھے اپنا دشمن
بھی سمجھو۔"

باپ نے کہا۔ "زیغو! جو ہونا تھا ہو چکا اب تم اپنا فرض انجام دو اور
اپنے بڑوں کا فیصلہ مٹائی جو جا کر ستادہ۔"
زیغو کوئی جواب دینے بغیر کمرے سے باہر نکل گئی۔

✱

✱

✱

زیغونے اپنے بڑوں کا فیصلہ مکان سے ملنے پیچھے باغ میں فلانی کو
لے جا کر ستادہ فلانی پر اس فیصلے کا اتنا برا اثر نہیں ہوا، جس کی زیغو اسید کر
رہی تھی۔ اس نے انہوں سے پوچھا۔ "کیا تمہیں اس فیصلے سے کوئی تکلیف
نہیں پہنچی؟"

فلانی نے جواب دیا۔ "بہنیں کیوں نہیں لیکن میں اسے جھیل یوں لگا کر
میں اس کے لیے پہلے ہی سے تیار تھا!"

زیغونے حیرت سے پوچھا۔ "کیا مطلب؟ کیا تم ہمارے بڑوں کے
اس فیصلے سے قبل اس وقت ہی آگاہ ہو گئے تھے؟"

"ہاں!" فلانی نے جواب دیا۔ "تم لوگوں میں بچپن سے رہ رہا ہوں،
تمہاری قوم کے مزاج اور طبیعت سے آشنا واقف تو ہو ہی گیا ہوں کہ بہت سی
باتیں وقت سے پہلے جان جاتا ہوں!"

زیغونے پوچھا۔ "اب کیا ہوگا؟"
"دہی جو تمہارے بڑے چاہتے ہیں!"

"لیکن میں نے تو ان سے یہ کہہ دیا ہے کہ میں ہمارے بڑوں کا فیصلہ
اس شرط پر قبول کروں گی کہ وہ بھی میری ذاتی زندگی میں آئندہ کسی حیرت کا
ام

نہیں؟ اس کے بعد آہستہ سے گردن جھکا کے کہا: "کیونکہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ زندگی بھر کنواری رہوں گی اور کسی عینی نوجوان یا مرد کو اپنا شوہر نہ بنانے کی!"

فلانی نے کوئی جواب نہیں دیا، ذرا بیوقوف ہو کر ہنس رہے تھے اور انھوں نے اسے اندھا دیکھتے ہوئے دیر بعد دروازے پر سے ہوتے خشک پتوں پر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنا دی، لیونے نے سر اٹھا کر فلانی کی طرف دیکھا وہ آٹھواں ہاتھ اور آنسوؤں کے قطرات خشک پتوں پر گر کر گسے ہلکا سا شعلہ کر رہے تھے۔

تم درد رہے ہو؟ مرد ہو کر درد رہے ہو؟ لیونے نے کہنے کے دامن سے اس کے آنسو خشک کرنے کی کوشش کی اور کہنے لگی: "دوڑنے کا کام بھی پھر دوڑ میں دوڑوں گی اگر تم ہمارے بچوں کے اس فیصلے کے خلاف کوئی بڑا عملی قدم اٹھانے سے ہوتو بہت کر دینا تمہارا ساتھ دوں گی!"

فلانی نے جواب دیا: "میں اس سے بڑا رس بہت دور ہے اور درمیان میں سمندر جاکتا ہے اگر بڑا رس تک پہنچنے کا کوئی بڑی راستہ ہوتا تو میں نہیں بڑا رس کے آخری سرے تک پہنچ جاتا۔"

لیونے نے کہا: "کوئی جلدی نہیں ہے پانچ سالوں کے دوران تم اس مسئلے پر آزادانہ سے سوچتے رہو اور جب کسی اُمید افزا نتیجے پر پہنچ جاؤ تو اس سے مجھے مطلع کر دو میں اس منصوبے میں تمہارا ساتھ دوں گی!"

فلانی نے بے دلی اور دلہوسی سے کہا: "میں کوشش کروں گا۔"

فریونے عذاب ہو کر فلانی اس جگہ پہنچا جہاں پتلا سی بولہا دھوئیں میں تقسیم ہو کر ہلک آگیا تھا اس کے جسم کے بیشتر اعضا اس وقت بھی اُدھر اُدھر رہ گئے تھے۔ گوشت مردار خود مردہ جگہ پر گئے تھے پتھر کی مہبت پڑیاں اور تراب بھی موجود تھا اس نے انہیں یک جایا اور پھر ایک گڑھا تلاش کر کے انہیں اس میں ڈال دیا۔ اس کام سے فلانے ہو کر گھبراہٹیں آیا اور رات کی تاریکی میں ایک پار پھر وہیں پہنچ گیا اس نے اپنے کان دھکے پر جڑی ہوتی چاند میں ایک ہلکے ہلکے تھے انہیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مردے بھی انہی کی طرح زندگی گزارتے ہیں اور انہیں بھی ان زندگی پر دل کی ضرورت رہتی ہے

فلانی نے یہ چیزیں بولہ سے کے ہزار اور ہزاروں کے پاس رکھ دیں اور وہ آپ بکھڑے ہو کر عرض کیا: "میرے معزز ہم وطن بزرگ! میں شرمندہ ہوں کہ تمہیں اپنے وطن تک ان ضروری اشیاء کے بغیر گن گناتے پڑے، تمہیں یقیناً پریشانی اٹھتی پڑی ہوگی لیکن تم میری بات کا یقین کر دو کہ پہلے میں ان رسوم و رواج سے غماز، تم میری لغزشیں اور کوتاہیاں معاف کر دو جتنا آئندہ میں تمہارا خیال رکھوں گا۔"

اس کے بعد اس نے بھگدڑی دیر کے لیے سکوت اختیار کیا اور گھر کے طرف نظر میں جھانپ رہا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے بڑھا اس گھر سے جھانک رہا ہے۔ فلانی کا دل بھرا یادہ بھرا "آواز میں بولا: "میرے عزیز ہم وطن بزرگ! تمہیں یہ جان کر یقیناً دکھ پہنچے گا کہ میں ذبیحہ کو نہیں حاصل کر سکا کیونکہ میں نے اس کے شرف پر زور دے دیا، لیونے نے یہ فیصلہ سنا دیا ہے کہ میں بنامی ہوں جو رسم ہی کا ایک جزیرہ ہے، دم اور ذبیحہ دالوں میں ازلی میر جلا کر رہا ہے پھر وہ اپنی لڑکی ایک مرد کی کوکھ میں دے دیں۔"

پتا رہی بولہ سے نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن خوشی عقیدہ فلانی پر بھی بڑھ رہا تھا کہ وہاں صرف یہ کہ اس کی باتیں بغیر سن رہا ہے بلکہ وہ اس کا کوئی حل بھی ضرور سوچ رہا ہو گا۔

فلانی نے مزید کہا: "میرے عزیز بزرگ! میں تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تم میرے اس جان لیوا مسئلے کو حل کر دو! میں تمہیں ایک بار پھر یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں ابھی تک اپنے وطن کو بھولا نہیں ہوں، مجھے اپنی زمین آج اتنی ہی عزیز اور پیاری ہے جتنی خود تمہیں تھی اور مجھے آج بھی اپنے خاندانی جہتان کی بوسٹائی رہتی ہے، تم نے میرے دل میں وطن کی عظمت اور محبت کا جو چرچہ روشن کیا تھا وہ آج بھی روشن ہے اور میرے دم تک اسی مسرت و خوش رہے گا۔"

اس کے بعد اس نے اپنے آنسو خشک کیے اور گھر واپس چلا گیا۔

انہوں نے شہر قراقرم میں بل کر قرقہ کا دلدادہ بھی قتل کر دیا کی اور وہاں کی قیادت ۲۵، ۲۶ سالہ نوجوان بھی بال کوشنل ہو گئی۔ یہی بال حقیقت میں

ہاتے!

لیکن زلیغونے کہا: "فلانی! چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں ہو سکتا ہے یہاں کوئی ایسی صورت پیش آجائے جس سے ہمارے بڑے اپنا فیصلہ بدل سکیں۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے دو تاجا ہم بہرہبران ہو رہے ہیں اور وہ بہت جلد ہمارے دھکوں کو ختم کر دیں گے!"

فلانی نے بے بسی سے کہا: "زلیغونم کہتی ہو تو میں تمہارے بڑوں کی مجلس میں چلا جاؤں گا درسہ دہاں جلسے کو میرا جی نہیں چاہتا!"

زلیغو کا باپ فلانی کو اس ایوان میں لے گیا جہاں قضا جرنی مجلس کے بڑے لوگ ادراس کے پانچ رنگی وفد سے مصروف گفتگو تھے۔

دفد کے صدر نے قضا جرنی مجلس کے سامنے وہ الزامات دہرائے جو روی حکومت نے یہی ہاں پر عائد کیے تھے۔ انہوں نے غصے میں پٹھان پٹھان پہنچ کر قضا جرنی کے بڑوں کو بتایا کہ زلیغی ہاں کو ڈاکو کا کردار ادا کر رہا ہے اور اس نے ان سرحدوں کو توڑ دیا ہے جن کا اس اسم واجب تھا اور اس نے بعض ایسے قتلوں پر قبضہ کر لیا ہے جو کردہ تھے اور انہیں رویوں کی حلیف کا شرف حاصل تھا۔

پیرسا کی مجلس نے روی وفد کے الزامات سے دلی سے سنے اور پوچھا: "کیوں یہ بتایا جلتے کہ روی حکومت ہم سے کیا چاہتی ہے؟"

دفد کے صدر نے سوچے سمجھے منصوبے کے ماتحت جواب دیا: "میں کو رقت کے بیٹے یہی ہاں اور اس کے آدمیوں کو روی حکومت کے حوالے کر دیا جاتے!"

پیرسا کی مجلس نے جواب دیا: "نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا!"

مدی وفد کے صدر نے سوال کیا: "کیا یہی ہاں کے اقدامات میں قضا جرنی کے بڑوں کی خواہش یا حکم شامل ہے؟ اور یہ کہ کیا پیرسا کے بڑے یہی ہاں کے اقدامات کو ناجائز نہیں سمجھتے؟"

پیرسا کی مجلس کا صدر اپنی جگہ کھڑا ہو گیا اور کہا: "یہی ہاں نے جو کہیں یادہ ناجائز کس طرح ہے، اس نے جن قتلوں پر قبضہ کیا ہے وہ پہلے ہمارے ہتھ تھے لیکن جب انہوں نے حلف توڑنے میں پہلی کی تو یہی ہاں کو اس بات پر حاکم حاصل ہو گیا کہ ان کی گوشمالی کر دی جلتے!"

جیسی بغل تھا جس کا مطلب ہے بغل کے لطف دلاؤش یعنی ہاں کی پرورش اور تربیت مخصوص انداز میں ہوئی تھی، وہ بچنے سے رویوں کے خلاف جہڑوں کی پرورش کرتا رہا تھا چنانچہ نئے قضا جرنی کا اقتدار مستحیل ہے ہی اس نے انہیں کے ان علاقوں کی تسبیہ کا منصوبہ بنایا جو قبا کے زیر تسلط تھے یا اس کے قریبوں کے قبضے میں تھا۔ ایک ہڑاتے معاہدے کی زد سے شمال میں امریکا کے اس پار جنوب میں نئے قضا جرنی ہاں کا قبضہ تھا۔ اسی طرح شمال کا ساحلی شہر سنگیتم یعنی ہاں کے برسر اقتدار آنے سے پہلے تک رویوں کے زیر اثر تھا لیکن پڑکوش اور سرچھوے یہی ہاں میں اب اتنا یاد نہ تھا کہ وہ تمام

ہزارہ اور ساحلی شہروں سے دستبردار ہو جاتے، وہ ایک مدت سے یہ محسوس کرتا چلا آ رہا تھا کہ مدی حکومت اپنا بیخوبہ اقتدار دور تک پھیلاتی چلی جا رہی ہے اور یہ بات کم از کم نو جوان یہی ہاں پرگز برداشت نہ کر سکتا تھا بلکہ وہ کو اس غریب میں تھا کہ رویوں سے وہ تمام علاقے واپس چھین لے جو اس سے پہلے گنولے جاتے ہیں، یہ سوچ کر اس نے ساحلی شہر سنگیتم پر حملہ کر کے زیر کر لیا، سنگیتم نے رویا سے مدد مانگی لیکن جب تک یہ مدد آئے سنگیتم یہی ہاں کے قبضے میں چاچکا تھا اور اس سے بڑی ستم ظریفی یہ ہوئی کہ یہی ہاں نے امریکا کی حد بندی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ روی کے عائدین شہر اس فیصلے سے بہت ناخوش تھے، انہوں نے ایک پانچ رنگی وفد قضا جرنی کو دیا کہ اس سے یہ اختیار دیا کہ وہ بے جھجک شاہزادہ نقاسے پیرسا کی مدد میں بھیجے، ہر جائے اور وہاں تشریف بردوں دے دے اور ان کے پیچھے بھیجی ہوئی مجلس کو یہ بتائے کہ اگر ایسی ہاں اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو روی کو مجبور ہو کر کوئی سخت قدم اٹھانا پڑے گا۔

روی کا یہ پانچ رنگی وفد جب قضا جرنی میں داخل ہوا تو شہر والوں نے اس کا استقبال متفاد جہڑوں سے کیا۔ زلیغو کے باپ کو ایک عجیب موقع ہاتھ آ گیا اس نے فلانی سے کہا: "تمہیں ہمارے ساتھ پیرسا کے ایوان میں چلنا ہے!"

فلانی کو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا، کہا: "پیرسا کے ایوان کی وہ مجلس جو میرے خلاف یک دردناک اور موہاں مدح فیصلہ سنا چکی ہے، اس لائق ہی نہیں کہ اس کے سامنے جایا

دعا کے وفد کا صدر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے
پچھنے کو سینے پر رکھ لیا اور کہا: "بیرسا کے معزز مردوار! میں تمہاری باتوں
سے شک پڑکا ہوں میں اپنے پچھنے کی تہہ میں جنگ اور صلح کو پیوستہ
کر لایا ہوں، قرطاجنہ کی قسمت کے متعلق اب مجھے جواب دو کہ تم کیا پسند
کرتے ہو؟"
قرطاجنی مجلس کا قائد اب بھی کھڑا تھا، اس نے کہا: "کیا میں اپنے ساتھیوں

کو ایک طرف لے جا کے مشورے کر سکتا ہوں؟"

دوما کا صدر ہمدان گیا لیکن جب قرطاجنی مجلس کا قائد اپنی جگہ
پہر دوبارہ واپس آیا تو اس نے خلاف توقع جواب دیا: "دعا کے معزز
شامند! اپنے پچھنے کی تہہ میں جو کچھ سہمی لپیٹ کر لائے ہو اسے تم ہی عرض
سے نکال لو۔"

دومی وفد کے صدر نے غیر جذباتی آواز میں کہا: "تو پھر جنگ
ہے!"

بیرسا کے بڑوں نے بیک آواز خوش دہریش سے جواب دیا: "میں
منظور ہے، منظور ہے!"

دومی وفد کے صدر نے قرطاجنی مجلس کو نہایت امنوس سے مخاطب
کیا: "امنوس کہ تم نے وہ پسند کیا ہے جو بالآخر قرطاجنہ کی تباہی پر ختم ہو گا۔ ہم دعا
والوں نے جنگ کے دیوتا جا موس کے منہ کو ایک حرم سے منقل کر رکھا تھا۔
لیکن اب وہ ہمارے واپس جاتے ہی کھول دیا جائے گا!"

دومی وفد واپس چلا گیا۔ زینو کا باپ اسی موقع کا منتظر تھا، وہ مجلس کے
قائد کی طرف بڑھا اور عرض کیا:

"کیا بیرسا کے بڑوں کا یہ فیصلہ اہل کمرہ قرعہ کے بیٹے ہیفی بال ٹکس پہنچانے
جائے گا؟"

مجلس کے قائد نے جواب دیا: "ہاں! اسی وقت! ابھی کیر نکر ہمارے پاس
اب زیادہ وقت نہیں ہے!"

زینو کے باپ نے کہا: "تب پھر اس کام کو میرا یہ بیٹا زینو انجام دے
گا اسے دیوتا کی طرف سے ہمت، عقل، استقلال اور دیانت کا جو ہر عطا
ہوا ہے!"

زینو نے بے دلی سے جواب دیا: "لیکن خود کو میں ۱۰ اس کا اہل
نہیں سمجھتا!"

زینو کے باپ نے کہا: "یہ تمہارا انکار ہے!"
مجلس کے قائد نے کہا: "تم اس نوجوان کو خواہ مخواہ مجبور کرتے ہو اس
کے لیے ہمارے پاس اور بھی لوگ ہیں!"

زینو کا باپ بیرسا کے قائد کے پاس پہنچ گیا اور سرگوش میں کہا: "میں
اس نوجوان کو اپنی بیٹی زینو کی نظر دل سے ادھیل کر دینا چاہتا ہوں اور یہ اسی
برائے ممکن ہے کہ اسے ہمیں بال کے پاس بھیج دیا جائے!"

اس کے بعد مجلس نے اپنا یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ زینو اس وفد کے
ساتھ جاتے گا جو ہیفی بال کو دوما والوں کے فیصلے سے آگاہ کرنے کے لیے نکلے
ہے۔ زینو کی کسی میں بھی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ قرطاجنہ کے بڑوں کے
فیصلے سے رد گردانی کر سکتا۔

زینو وہاں تو کچھ بھی نہ بولا لیکن گھر کے شدید غم اور غصے کا اظہار
اس نے کیا۔ "میں خوب جانتا ہوں کہ مجھے قرطاجنہ سے دور رکھوں بھیجا جا
یائے لیکن اب میرے بیٹے یہ بانگ ناقابل برداشت ہے کہ میں بیرسا کے
دول کے ہراذیت ناک اور سہولت دہن فیصلے کے آگے سر جھکا چلا جاؤں۔
اس لیے وہاں دور فیصلوں کا میں انتقام لوں گا، بھیا ناک اور اذیت ناک
انتقام!"

زینو کے باپ نے نرمی سے کہا: "دوما والوں نے ہمارے خلاف بڑے
علان کر دیا ہے، یہ بہترین موقع ہے کہ تم قرطاجنہ کو عملاً اپنی دلداری کا یقین
دو اور مقدمہ بیرسا کے بڑوں کا فیصلہ ایسا نہیں ہے جو بڑا لاہر جلسے، ہو سکتا
ہے تم سے خوش ہو کر، میں اجازت دے دوں کہ زینو کو تمہارے
لے کر دیا جائے۔"

زینو نے جواب دیا: "اب مجھے کسی بات کا یقین نہیں رہا!"
اس کے بعد چائے سے چلے وہ زینو سے ملا اور کہا: "زینو! میں قرطاجنی
کے ساتھ ہیفی بال کے پاس چاہتا ہوں!"

"حقاً؟" زینو نے اس طرح جواب دیا کہ یادہ کچھ اور سوچ رہی ہو، پھر پوچھا
"کیا کب تک ہوگی؟"

اس نے جواب دیا: ”مجھ پر نہیں، مجھے یہ بھی یقین نہیں کہ میں بال
نیک پہنچے پہنچے میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں، تو کہ تم سب کی قومی عصبیت پر
حالات میں مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہی؟“
”ایسی باتیں مت کرو!“ زینون نے ناگواری سے کہا۔ آخر تم یہ کیوں
نہیں سوچتے کہ میں بھی اسی قوم سے تعلق رکھتی ہوں اور میں تم سے اتنی محبت
کرتی ہوں جتنی ایک وہ پیرستار اپنے دیوتا سے کرتا ہے جو بالآخر دیوتا کی قربان گاہ
پر اپنی جان قربان کر دیتا ہے!“

قلبی نے جواب دیا: ”کیا پتہ؟“
زینون تالا گئی، آٹھ کرکڑی ہو گئی، شدید جذبات میں تنفس تیز ہو گیا
اور جسم ہلکا ہونے لگا۔ بولی: ”تم میری محبت پر یقین نہیں رکھتے؟ یہ سب کچھ
ڈھونڈتے ہیں، اپنی یہ حالت جو چاہی ہے اس میں جھوٹ اور دھوکا
کار فرماتے ہیں، تم مجھ کو ساری سب سے کہہ دو گویا یہ تو کیا میں اس سے بچ
جانے کا ارادہ کر چکی ہوں!“ یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھڑکنی اور آنکھوں سے
آنسو جاری ہو گئے۔

قلبی چھڑکی طرح ساکت کھڑا رہا۔

زینون نے اچانک اس کو شانوں سے کچر دیا اور بدعا دیتی ہوئی بولی کہ
”میں جھوٹی ہوں تو مجھے صحت و تندرستی کا دیوتا الیسمون اپنی نعمتوں سے محروم
کر دے اور میں اپنا اور مذہب اور حاکم، یہ میری بدقسمتی ہی تو ہے کہ میں میں
کی وجہ سے ان حالات پہنچی، وہی مجھ پر اعتبار نہیں کر رہا، کیا تم کسی ایسے
دیوان کا نام بتا سکتے ہو جس نے اتنی قربت حاصل کی ہو اور میں نے اس کے
سامنے لطف و محبت کے دلچسپ بھی ادا کیے ہوں؟“

قلبی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زینون کہتی رہی: ”بہر حال تم بال دین
آؤ یا نہ آؤ، مجھے کوئی پروا نہیں، میں نے جو عہد کیا ہے امرتے دم تک اس پر
رہوں گی!“ اس کے بعد وہ روئے لگی، اس نے قلبی کے شانے چھوڑ دیے
اور گھٹنوں میں سر دسے کے سسکیاں بھرتے لگی۔ اسے مقدس پیرساکے
کیا تم نے محبت اور سچائی کو اس دنیائے آٹھایا ہے؟ آخر یہ کیسی دنیائے
جہاں محبت کی کوئی قدر نہیں، اس محبت اور خلوص سے محروم دنیا میں
خود کو کیلی اور ہمارا محسوس کر رہی ہوں! دیوتا کا! مجھ پر رحم کرنا اور مجھے

پاس نہلاؤ۔“

بے حس قلبی کھڑا دیکھنا لگا، اس کی باتیں سننا رہا اور آخر اسے اسی
حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد زینون اٹھی اور کھوئی کھوئی

پیرساکے چوٹی پر تانیت دیوی کے مندر میں چلی گئی، تانیت، دیوی جو ہندوؤں میں
دیپتی مانا کہلاتی ہے، وہ تانیت دیوی کے قدموں میں لیٹ گئی اور آنسو بہا
کے مدعا مست کی۔ ”دیوی! مجھے اپنی آغوش میں چھپا لو، میں غموں سے تنگ
آگئی ہوں، میرے پیڑوں نے جسے دل کو غنیمت و شیش اور دل آزار ہرنا دے
چھٹی کر دیا ہے۔“

قلبی قڑا جی وفد کے ساتھ بیسی بال کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے
زینون کے رویے میں پہلی بار یہ تبدیلی محسوس کی کہ وہ ساحل سمندر پر لے آؤں
بچے نہیں آئی، زینون کی محبت پر شک کر کے قلبی نے اس کا دل دکھایا تھا، زینون
نے اس کے خلاف خاموش احتجاج کیا تھا۔ دروازے کا دل اپنے اس رویے پر
خون کے آنسو دیا تھا۔

☆

قڑا جی وفد کو مینی بال کے پاس فوراً ہی پہنچا دیا گیا۔ اس وقت وہ
نرس کر دیوتا کی سرخ جھیلوں پر کھڑا تھا، دروازہ قائم، کاندھے پر سیاہ شال پڑی
اولیٰ، مینی، جوڑی اور گھڑی پیشانی کے نیچے برعزم آنکھوں میں ایک خاص
ہلک پانی جھانکی تھی۔ بال گھونگر پالے اور داڑھی چھوٹی تھی، کاندھے ذرا
پٹکے ہوئے تھے۔ قڑا جی کے بڑوں کا فیصلہ اس کے حوالے کر دیا گیا، اس نے
مندری کی سرخ جھیلوں پر کھڑے کھڑے اس فیصلے کو پڑھا اور وفد کو جواب دیا، میں
اسی فیصلے کو خوش آمدید کہتا ہوں، اب وقت آگیا ہے کہ اہل قڑا جی دوما کے
سیاسی اور فوجی برتری کو خاک میں ملا دیں!“

اس نے وفد کو چند دیوتوں کے لیے اپنے پاس روک لیا، قلبی نے
مینی بال میں کچھ ایسی غیر معمولی صلاحیتیں دیکھیں کہ وہ ان سے متاثر ہوتے
نہیں رہ سکا۔ مینی بال دوما پر ایک غیر معمولی اور فیصلہ کن حربہ لگاتے کہتے
تھے کہ تمہارے چچا کا تھا۔ چنانچہ اس کی فوج میں اپین، فرانس، افریقہ جیسے دور دراز
ممالک کے سپاہی ایک ہی صف میں کھڑے تھے اور ان میں اختلاف تھا، یہ

پال سے ان کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے رکھا تھا۔ ان میں غلام بھی تھے اور آزاد بھی اور ان دونوں میں امتیاز نہیں رہتا تھا۔ یہ عجیب بات تھی کہ جہاں اسے زینگو یا دہست سم آتی تھی، چنانچہ جب بیٹی بال نے قرطاجنی وفد سے یہ سوال کیا کہ "وفد کا کون کن واپس جانا چاہتا ہے اور کون یہاں رہنا چاہتا ہے؟"

تو فلی کی نام رکھنے والوں میں شائش ہو چکا تھا۔

بیٹی بال کو جب یہ معلوم ہوا کہ فلی چارلس سے تعلق رکھتا ہے تو اس فلی سے وفاداری کا صفت بھر دیا اس نے فلی کو مل کرمت دلوتا کے ساتھ کھڑا کر کے حکم دیا کہ "اپنے سیدھے ہاتھ میں شگاف لگا کے خون بہاؤ اور تم کو کریم سازش یا غداری کے مرتکب نہیں ہو گے۔"

یہ عہد فلی ہی سے نہیں، بعض اور لوگوں سے بھی لیا جاتا تھا۔ فلی نے شائش سے ڈرا بیٹھے ہاتھ کی پھلی میں شگاف دیا اور خون کے چند چھینٹے سمیت دلوتا کے ذریعہ میں چھڑک دیے اور بیٹی بال کے حلقہ میں کھاتے ادا کر دیے۔

صبح طلوع آفتاب کے بعد بیٹی بال اپنی سپاہ کا جائزہ لینے نکلا۔ وہ فلی کے قریب پہنچی تو اس نے اہل قرطاجہ کے وہ مظالم جو اس کی رو بہ ڈھکے گئے تھے، بیٹی بال کے گوش گزار کیے اور کہا: "برقہ خاندان کے سردار! میں تم خوردہ انسان اپنی وفاداریوں کے عوض یہ چاہوں گا کہ میرے دل پر قرطاجہ کے بڑے دلے جو کھڑک لگا کے ہیں، ان کا "سوا سلوک سے انعام کر دیا جائے۔"

بیٹی بال نے کوئی خاص اثر لینے بغیر جواب دیا: "اپنی وفاداریوں کے اس حزم سے معاف نہ طلب کر رہے ہو، یہ گتھی میں ہے تم نے اپنی جان اس عزائم کے ہاتھ بیچ دی ہے اب یہ ہماری مرضی پر وفاق ہے کہ اس کا کیا اور طرح اپنی مرضی سے معاف دی اور اس کی جمیع قیمت اس وقت میں دے گا جب تم واقعی اپنی وفاداریاں ثابت کر کے لو گے ورنہ ابھی تو تم ایک عام انسان ہو، مگر زندہ ایک تو جوان صبیحہ کی زلف گرہ گیر کے اس سے بڑی چیز میں عشق کرنا کوئی قابل تمسین یا لائق عزت کا نام نہیں ہے۔" بیٹی بال کہتے ہیں: "۔"

فلی، اس پتھر پر لڑائیوں سے خوف زدہ ہو گیا۔ بیٹی بال کہتا تھا: "میں اس کو یہ نصیب نہیں دیتا کہ وہ ملک گیری اور کشور کشی کی کے علاوہ کسی کام میں دلچسپی لیں، اسی سے وہ خود کو اندر اپنی قوم کو مگر بلند رکھ سکے ہیں، محنت، صنعت، بہت، منہ سپ بھی اس کے تابع ہیں، طاقت، تلوار اور ہتھیار صنعت اور کامیابی کی بنی ہیں، عسوت کا عشق تو ایک سخی اور اسفل جذبہ ہے، اس آہل کی طرح جو بیٹی میں تھوڑی دیر کے لئے آتا ہے، اس بیکلی کی طرف جو سطح آب ہو، قدامت دیر سے لئے نمودار ہو کر غائب ہو جاتا ہے۔"

اس کے بعد اس نے اپنی سپاہ کو مختار طب کیا اور اس کو بتایا کہ "دیکھو ہم عقرب روم میں داخل ہو جاتے ہیں، ایک فاتح اندر کشور کشی کی حیثیت سے وہاں گمراہ جسم اور حلیہ نقوش والی غزال صفت عورتیں تمہارے دلوں پر چھاپے لاریں گی، خبردار جو تم نے ان عورتوں کے ہاتھوں معذور ہوتا پسند کیا، اگر تم نے ایسا کیا تو لوگ تم پر مہینے گے اور کہیں گے کہ تم کتنے بے وقوف انسان ہو کہ روم کے مردوں کو تو فوج کر دیا لیکن ان کی عورتوں کے ہاتھوں معذور ہو گئے یہ وہ ذلیل ترین ذریعہ رسوائی ہے جو کسی مرد کی درخشاں پیشانی پر لگ سکتا ہے۔"

بیٹی بال کی تقریر اور خیالات نے فلی کی دنیا ہی بدل کر رکھ دی وہ زینگو سے عشق کرنا تھا۔ شدید عشق لیکن بیٹی بال کی تقریر کے بعد اس سے یہ محسوس ہوا جیسے وہ اب تک عشق نہیں گزارا تھا۔ کوئی بھرم نہ رہا ہے۔

بیٹی بال نے اپنی تقریر کی صداقت کو علمداروں ثابت کیا کہ اس نے اپنی بیٹی بیوی اور ملکہ اور چھوٹے سے بچے کو واقعی خطا جرمہ و لہ کر دیا، جس کو پورا اس کا خاندان قرطاجہ کے سینے و دماغ ہوا تھا۔ بیٹی بال اس کا نظارہ ایک مراحلی دیدہ بان سے کرتا رہا۔

فلی کے لئے یہ دنیا عجیب تھی، طاقت ور اور عظیم شخصیت کس طرح شخصیتوں کو مغلوب کر لیتی ہے، اس کی بہترین مثال بیٹی بال اور اس کے پاس کے ماحول میں موجود تھی، یہاں ذہین لوگ بھی موجود تھے اور کڑھ

تھیں اور یہ معاہدہ ہوا تھا کہ بیٹی بال کی اجازت رومانی مرتضیٰ کے بغیر ان حدود کی خلاف ورزی نہیں کریں گی۔ بیٹی بال اپنا بیٹا بھی شکر کے کمر بند نہ دے گی طرف ہرجا اور امروندی نے اس پر آمادہ کیا۔ اس نے ہنستے ہوئے زیر لب کہا: "خوب، معاہدہ تو یہ تھا کہ ہم افریقی تھیں اور ان کے ساتھ امروندی تھا نہیں ہمارے گھر لے لیکن آج میں اپنی بیٹی اس ہزار روپیہ کی بیٹی کے ساتھ دوسرے کنارے پر لڑ چکا ہوں، رومانا اور آدو دیکھو یہ میں نے کیا کیا۔"

افریقہ کے فوجی اپنی مخصوص دین میں دور ہی سے پہچانے جا رہے تھے۔ یہ بغیر لگام کے جھوڑے دین پر سوار ہاتھی کی کھال کی ڈھالیں لپی پشت پر ڈھالے سانگ (دھوپڑی برہمی) اور چھوٹے سے لیس گردن پر چوٹی کے بالوں گزر جاتے تھے۔ دنیا کی خیانت اور بے جگری ان پر ختم ہو گئی ہے، یہ فوجی بے لگام گھڑ سوار جنگ کے دھند ان کے حریف پر ہیقت لے جاتے کیونکہ ان کے حریف کا ہاتھ تو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوتا اور دوسرے ہاتھ سے وہ مقابلہ کرتے تھے یہ سر فزائش زندگی دونوں ہاتھوں سے جنگ کرتے اس لیے کہ یہ بے لگام گھڑ پر سوار ہونے کی وجہ سے دونوں ہاتھ خالی رکھتے تھے۔ ان کی سانگ (دھوپڑی) کی مارہم ہت مشہور تھی یہ اپنے حریف کو سانگ پھینک کر اسے شہید کر دیتے تھے۔ کی ورنہ توڑ کر جسم میں داخل ہوجاتی تھی، اس سانگ کے علاوہ فلا غنور (مکھڑے) کی گولیاں شکر کرکھی چلاتے تھے اور یہ گولیاں بھی اکثر زہرہ توڑ کر جسم میں لڑتی تھیں۔

اسیوں کے رویہ پر بھی اپنے جھنڈوں سے پہچانے جاتے تھے کہ ان کے دالا سورنہ اور ہلال ان کے جھنڈوں کے امتیازی نشان تھے، اس طرح قلعہ کے جو پوری کشتیوں میں منہ پھیلے اور بڑے بڑے برہمنے سنبھالے ایک سرکش سے آگے بڑھ جاتے، ان کے کشتیوں میں لوہے کی گڑیاں لگی ہوتی تھیں۔ میدان جنگ میں بڑا ہتھیار ڈگری تھیں، ان میں قلعہ بھی شامل تھے جو اپنی قلعہ میں داخل ہونا پڑا تو قلعہ کی آبادی تھی۔ بیٹی بال وادو شکلاتا پر توڑا ہوا یا ہوا ایلیس تلواریں اور زلادی لکھ کی دھب سے قدر ہی سے پہچانے جاتے تھے، ان میں بیٹی بال نے اپنی فوج کو خوب نہیں ہونے دیا اور وہی پتہ ہا۔ ہمارا، ان معمولی لوگوں عالی خاندان لوگ بھی شامل تھے یہ گل بوٹیوں کی مٹھ قبا پتے پہنے اپنے گھوڑوں کی موت ضائع کرنے سے فائدہ، رومانی تسمیر کے بعد یہ لوگ خود بخود طاقت قبول کر چکے تھے۔ بیٹی بال اپنے لشکر کے ساتھ امروندی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان میں جاننے والے تھے کہ ان کی اجازت نہیں دلا گیا۔

ہے جس کی بابت رومانی حکومت بڑی فکر مند رہی تھی اور اس نے ان قحطانہ کے ہزاروں سے یہ معاہدہ کر رکھا تھا کہ امروندی کے شہابی ساحل پر قحطانہ کی حد شرعاً ہوجاتی ہے اور بیٹی بال کی حدود اس کے جنوبی دواواں کے اقتدار کی حد شرعاً ہوجاتی ہے اور بیٹی بال کی حدود اس کے جنوبی

پانی دریا کے دشوار گزار دروں کے ساتھ ہی ایلیس کا سلسلہ رستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ اس سفر کی سب سے عجیب کیفیت یہ تھی کہ بیٹی بال یہ دشوار گزار سفر مرد یوں کے پیچھے شکر کر لینا چاہتا تھا۔ بیٹی بال میں قلعہ کی رستہ روکنے کی کوشش کی لیکن بیٹی بال اپنا آؤنا پڑا تو قلعہ کی آبادی تھی۔ بیٹی بال وادو شکلاتا پر توڑا ہوا یا ہوا ایلیس میدان جنگ میں بڑا ہتھیار ڈگری تھیں، ان میں قلعہ بھی شامل تھے جو اپنی قلعہ میں داخل ہونا پڑا تو قلعہ کی آبادی تھی۔ بیٹی بال وادو شکلاتا پر توڑا ہوا یا ہوا ایلیس تلواریں اور زلادی لکھ کی دھب سے قدر ہی سے پہچانے جاتے تھے، ان میں بیٹی بال نے اپنی فوج کو خوب نہیں ہونے دیا اور وہی پتہ ہا۔ ہمارا، ان معمولی لوگوں عالی خاندان لوگ بھی شامل تھے یہ گل بوٹیوں کی مٹھ قبا پتے پہنے اپنے گھوڑوں کی موت ضائع کرنے سے فائدہ، رومانی تسمیر کے بعد یہ لوگ خود بخود طاقت قبول کر چکے تھے۔ بیٹی بال اپنے لشکر کے ساتھ امروندی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان میں جاننے والے تھے کہ ان کی اجازت نہیں دلا گیا۔

پانی دریا کے دشوار گزار دروں کے ساتھ ہی ایلیس کا سلسلہ رستہ روک کے کھڑا ہو گیا۔ اس سفر کی سب سے عجیب کیفیت یہ تھی کہ بیٹی بال یہ دشوار گزار سفر مرد یوں کے پیچھے شکر کر لینا چاہتا تھا۔ بیٹی بال میں قلعہ کی رستہ روکنے کی کوشش کی لیکن بیٹی بال اپنا آؤنا پڑا تو قلعہ کی آبادی تھی۔ بیٹی بال وادو شکلاتا پر توڑا ہوا یا ہوا ایلیس میدان جنگ میں بڑا ہتھیار ڈگری تھیں، ان میں قلعہ بھی شامل تھے جو اپنی قلعہ میں داخل ہونا پڑا تو قلعہ کی آبادی تھی۔ بیٹی بال وادو شکلاتا پر توڑا ہوا یا ہوا ایلیس تلواریں اور زلادی لکھ کی دھب سے قدر ہی سے پہچانے جاتے تھے، ان میں بیٹی بال نے اپنی فوج کو خوب نہیں ہونے دیا اور وہی پتہ ہا۔ ہمارا، ان معمولی لوگوں عالی خاندان لوگ بھی شامل تھے یہ گل بوٹیوں کی مٹھ قبا پتے پہنے اپنے گھوڑوں کی موت ضائع کرنے سے فائدہ، رومانی تسمیر کے بعد یہ لوگ خود بخود طاقت قبول کر چکے تھے۔ بیٹی بال اپنے لشکر کے ساتھ امروندی کی طرف بڑھ رہے تھے، ان میں جاننے والے تھے کہ ان کی اجازت نہیں دلا گیا۔

بہی بال کی طرف سے اجازت ملے ہی سات ہزار اسپین، فون سے الگ ہو گئے
 جی میں آئی کہ وہ بھی اٹھنے کے ساتھ ہوئے لیکن یہ اسپین سنے اور اسپین اس کا
 دلیلی نہیں تھا۔

دایس جانے والوں نے دوسرے فوجیوں میں ہر دلی اور دایس پھیلا دی تھی
 جب یہ لوگ دریائے دھون کے آس پاس پہنچے اور ایلپس کے بلند ترین سلسلوں پر نظر ڈالی
 تو بہت زیادہ حیران ہو گئے۔ بہی بال ان پر غمگین نظر میں سمجھتے ہوئے تھا وہ انہیں ایک
 طریقوں سے قائلین رکھنے کا قطعی فیصلہ کر چکا تھا۔ اس نے ان پر مثال حال بدحواس
 کو اپنے دوبارہ مطلب کیا اور کہا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ بعضوں کے چہرے کا سیاہیال گہری
 ہوئی جا رہی ہیں، آخر اس کا کوئی خاص مطلب ہے؟"

کسی سیاہی نے بدقت تمام عرض کیا: "میں نے نہایت غصے آسمان اور
 سلسلوں کو دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہی وہ بلند و بالا پہاڑ ہیں
 جن کو چوچیاں نظر نہیں آتیں اور جن کی بابت عقل مندوں نے کہا ہے کہ یہ شیلے آسمان
 تک بلند ہیں!"

کسی دوسرے سیاہی نے کہا: "یقیناً ان بلند و بالا پہاڑوں نے ہمارا راستہ سد کیا
 اور دوسری آفت یہ ہے کہ یہاں پھسل بہت زیادہ ہے۔ مگر طوب جنگ، ہوائی جہاز
 پر سے گھانا یا بدن گرم رکھنا نا ممکن ہے، لوگ کہتے ہیں کہ اس کی بلندیوں دیوتاؤں کے
 دین تک چلی گئی ہیں!"

بہی بال نے بے رخی سے جواب دیا: "ہو سکتا ہے، تمہارا خیال درست ہو سکتا ہے
 جو اس نے کے بعد کہ ان چوڑیوں کی بلندیوں دیوتاؤں کے دین تک چلی گئی ہیں" انہیں پہل
 اس کے بعد وہ ایک مقامی سردار کو پکڑ لیا اور ان شاکی اور تھکے دلوں کے ملنے

کے بعد وہ ایک مقامی سردار کو پکڑ لیا اور ان شاکی اور تھکے دلوں کے ملنے
 کے بعد وہ ایک مقامی سردار کو پکڑ لیا اور ان شاکی اور تھکے دلوں کے ملنے
 کے بعد وہ ایک مقامی سردار کو پکڑ لیا اور ان شاکی اور تھکے دلوں کے ملنے

یہ سلسلہ سرداروں میں سے نکلا اور بہی بال کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قریب
 پہنچ کر کھڑا ہو گیا، ایک نظر میں ہی وہ پہچان گیا۔ "میرے خوف زدہ اور ہراساں
 ہونے والے دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسے میں کوئی بار ضرور کر چکا ہوں یہاں کوئی دیوتا
 بال بڑھتے البتہ ہیں اور ان راستوں پر کوئی بھی چل سکتا ہے!"

بہرے بخوف کا ہلکا سا بار محسوس کیا۔

اس نے اپنی بوری نوٹ کو مخاطب کیا اور کہا: "میں نے اپنے بہت سے
 کے چہرے پر فکر اور نرزد کی سیاہیاں محسوس کی ہیں، کیا تم لوگوں نے بھی اسے کر لیا
 روم والوں کے سامنے دوسرا پہنچاؤ ممکن ہے تمہیں اپنی عزت کا پاس نہ ہو لیکن
 ایسا نہیں کر سکتا اور میں اپنی فوج کے سیاہ چہرے والوں سے چند سوال کرنا چاہتا ہوں
 ایک اسپین نے سوال کیا: "پہلے یہ بتاؤ کہ تم ہمیں لینے کہاں
 رہے ہو؟"

بہی بال زور سے جھٹکے لگا، بولا: "سمجھا، سمجھا، تو یہ بات ہے؟ پھر سفید
 سوال کیا: "کیا میں نے تمہیں اپنے عزائم سے مطلع نہیں کر دیا تھا، میں روم والوں کو ایک
 سبق دینے جا رہا ہوں جسے وہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔"

"میں یہ تو معلوم ہے!" ایک اسپین سردار نے کہا۔ "لیکن اب ہم نہ پوچھنا
 نہیں جا سکتے؟"

بہی بال نے کہا: "تم بڑوں ہو، جنگ سے قدرے ڈرتے ہو"
 اسپین سردار نے جواب دیا: "میں ایسی کوئی بات نہیں، ہم توانی سے
 نہیں ڈرتے مگر ہم نامعلوم پہاڑوں میں جانا بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ ہم اس حق
 سے بھی واقف ہیں کہ ان نامعلوم پہاڑوں میں اچلی دیوتا مسلط ہیں۔ ہمیں
 عزیز ہے، اپنے وطن کے میدان پیارے ہیں، ہم آگے نہیں جانا چاہتے!"

فکی کو اپنا بڑھایا د آگیا، وہ بھی اسی طرح وطن کی رشتہ نگار تھا
 دوران اسے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ بہی بال اپنا لشکر ہاتھیوں سمیت ایلپس
 پارے جانا چاہتا ہے اس کے سامنے حد نظر تک سفید پوش پہاڑوں کا بیچ
 کوہان در کوہان سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

بہی بال نے اسپین سرداروں سے سوال کیا: "تم کیا چاہتے ہو؟"
 اسپین سرداروں کے بیک آواز جواب دیا: "اپنے وطن واپس
 چاہتے ہیں!"

"بہتر ہے!" بہی بال نے اسپین سرداروں کا فیصلہ خندہ پیشانی سے
 اس نے باوقار انداز میں مزید کہا: "جو لوگ واپس جانا چاہتے ہیں انہیں
 کی اجازت دیتا ہوں لیکن جو لوگ میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں انہیں آفریں کہتا ہوں
 یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا جینا انہیں کے ساتھ ہوگا!"

اس کے بعد پرفیال مخاطب ہوا: "دو میں کہتا ہوں، تم لوگ خیالی اندیشوں میں مت پڑو اور حقیقت سمجھنے کی کوشش کرو۔" ایلیس جسے تم یقیناً عبور کرو گے بس یہ قضا اور سچا ہوا ہے، لیکن تم یقین کرو کہ یہ چارہ آسمان نہیں پچھتے، جب تم ان پرستار رہے ہو گے تو یہ دلچسپ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ ان میں آباد قلعے خاندان کبھی بازی کر سکتے ہوں گے!"

اور ہر مینی بال ایلپس کو عبور کرنے کی کوشش میں عقدا دوسری طرف روٹا دالے اس کی آمد سے خبردار ہو چکے تھے اور ان کا وہ شکر چارچر رگبی وفد کے اعلان جنگ کے بعد مڑتا ہوا جانے والا عقدا روک لیا گیا تھا کیونکہ مینی بال بلائے آسمانی کی طرح ان کے سر پر پڑنے لگا ہے ہی والا تھا۔

ہمیں بال ایلپس میں داخل ہو گیا۔ یہاں جگہ جگہ ندیوں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔ اس
عظیم لشکر میں ہلبی کی شہیت ایک بڑھے عیسوی تھی اور اسے صاف نظر آ رہا تھا کہ اب وہ در
وطن واپس جاسکے گا نہ فرط اجنبی یا اپن اور اسے یقین بھی نہ تھا کہ وہ دروہ کی کسی تنگ
دیں شرکت کر سکے گا لیکن اسے یقین ہی نہ تھا کہ وہ ایلپس کو چھو کر نہ آوے گا۔ ایلپس بھی کسی کھڑ
دیں غائب ہو جاتا تھا۔

یہی بلانے مہنت سادس آدمیوں کو بیف کوڑنے اور کھڑوں کو قابل عبور
 بنانے کے لئے سڑے بڑے شہر دیوں سے پانچنے کے کام پر مامور کیا۔ ایک کھڑے پاسے
 دوسرا سامنے آجاتا ۱۴ اسی طرح پینٹا دیں بھی حاصل ہو رہی تھیں ایک کے بعد ایک یہ انہیں
 ہدایت مشکوں سے عبور کرتا ہوا چلا جاتا تھا۔ اس کا ہر قدم انہیں کیڑا کاٹنے دگر مری شہر
 تھکی نہایت احتیاط سے آگے بڑھتے اور جب ایک بار اپنا توازن کھو بیٹھتے تو دوبارہ وہ کہیں
 نظر آتے کسی کھڑے میں ہمیشہ کے لئے غائب ہو جاتے مگر تے ہوئے ہاتھی کی چنگاں آسے رہا ہی

اس پر صعوبت سفر کے نزدیک بی بی پال مہاراج کی چوتھی پرہیزگار گیارہویں سال کی تھی۔

ماحیوں کا انتقال کرنے لگا تو دوسرے واسطوں سے آدھ پھینکی کی کوشش کر رہے تھے۔ پہلا وہ
 دھن مقیم رہا اس طرح میں دم سے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ صرف اوروں یا بادبان نے
 بہتوں کو بچا رکھا دیواروں میں سے کڑا توڑ پھینچتے پھینچتے تھے۔ سیاہیوں میں سخت بے رحمی
 ہوئی تھی۔ وہاں، انہیں کھانے پینے کی دیکھاریاں بھی پیش آئیں، جس پیمانہ کی سطح پر وہ پہنچ گئے
 تھے اس کے دونوں طرف ایسی کے سفیر چھا رکھے تھے۔ انہیں دیکھتے تھے۔ پارکوں
 میں اب مزید چلنے کا بار نہ رہا تھا۔ ان کے بدلے ان کے تھے اور جھوک تھے انہیں نہ تھا کہ گردن تھا
 زندگیاں کی طرف سے یا اس سے پہلے میں کمر کی اور کمر کی پیرا کر دی تھی، مینہ بال کے لیے وقت
 بہت بڑا تھا اس نے اپنے خیر خود ماحیوں کو ہاتھ کے اشارت سے سکھانے کو تھوڑی دیر کے
 ساتھ چلنے کی زحمت کو ادا کر دیا۔ اس بار اس نے اس بات کا خاص خیال رکھ رکھا اپنے ساتھ بھی
 لوگوں کو لے کر آگے بڑھے جو سرداروں کو کھانے سرداروں میں حوصلہ اور برداشت زیادہ پاؤں با

یہ سڑک کا وقت تھا ۱۳۸۱ء سے بہاولپور کی بلدیہ نے اسے مشرق کی طرف اٹھلے کرتے ہوئے ہے۔
 ڈھلوان دیکھو مشرق میں وہاں ہمیں کچھ دکھائی دے رہا ہے ۹
 سردار دھانے دور چمپے کی طرف دیکھا وہاں دھن کے جنگل اور کھیت دکھائی
 دے رہے تھے۔

بہنوی بال نے کہا یہ دغا کے کھیت ہیں: "اس کے بعد اس نے اپنا مایاں چغہ پر پر
 ہٹا دیا۔ اس کے ہٹنے پر تلوار کا سرور قبضہ صاف نظر آنے لگا۔ اس نے اگ سان بے نیاز قیاس
 کیا۔ یہ دغا کے میدان ہیں، اور یہ پہاڑ جہاں ہم اس وقت کھڑے ہیں دغا کی ٹھیلیں ہیں ہم اپنے
 دشمن کی تفصیلات پر قابض ہو چکے ہیں، اب نیچے آبادیوں میں حسین عورتیں اور دولت مند
 منتظر ہیں احمد انہیں ہم اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جب ان تفصیلات سے نیچے اتر جائیں گے۔
 سرور دغا کے منہ پر ہلکا سا ہر دھنکائی ہوئی عورت، دولت اور مشہرت الپس کے نیچے
 یا کی سرکاری نعشیں ان کی منتظر تھیں۔

ہیسی بال نے ان مردوں کو حکم دیا۔ "جاؤ اور اپنے اپنے سپاہیوں کو بھی خوش خیم اور
 اور کیونکہ اس خوش خبری کے بغیر ان کے مرد ہر وہاں مردوق نہیں آئیں گے۔"

ابنی بال کا یہ پیغام ایک ایک سچا ہی تک پہنچ گیا اسی جہاں تک کہ بارہ روز اور ہم سے دور
اس خوش خبری سے آشنا ہو چکے تھے۔ راستے کی صعوبتیں اٹھاتے، بھوک پیاس سے محروم
ہستے دھن سے کئی سو میل دور پہنچا، یہ خوشخبری ایک دوسرے کو یہ بتا رہا تھا کہ "دوستو! تم
نہ گمراہ ہو، وقت ابھر رہا ہے، فیصلہ جی بڑی جلدی سے لینے کے منتظر ہیں، ہمارے بچے دھماکے

شہر ہیں جہاں گوشت، مغرب، عورت، دولت، شہرت اور ملک کے لالچ ہیں، وہاں مومنے چلنا کا ذخیرہ ہوتا ہے اور وہاں کی شہتہب عورتیں کہنے ہیں: ہمیں مرقی عمری آتی ہے۔“
طوفانِ بادِ ممالکِ ملت کی صعدوں اور بھوک پریم کی سختیاں بھینسی ہوئی توڑ تار دم ہو گئی، اس میں زندگی کی حرارت دودھ گئی۔

• • • • •

دردوں کی قیام کرنے کے بعد تیسرے دن پہاڑوں سے نیچے اترنے کے لیے نرہوں میں آگئی۔ آثار چڑھائی کے زیادہ دشوار ثابت ہوئے پہاڑی راستے خطرناک ہی ہوئی برف کے نیچے چھپ گئے تھے۔ برف کی تہوں میں جمی ہوئی پہاڑوں میں موشیوں کے لیے چارہ ملنا ناممکن تھا اس لیے بھرے جانے والے کمزور ہو چکے تھے کہ ہر قدم پر زلزلہ آکر گر جاتے، انہیں انہیں ہر برف کی پتلی تہوں موشیوں کا بوجھ نہ سہا سکتی اور ٹوٹ جاتی تو جانوروں کے پیر ٹوٹی ہوئی برف میں دھنس جاتے اور جانور اس میں پھنس کر اچھا خاصا تماشہ بن جاتے اور یہی بال کے لڑکے ان دن پھسپ مناظر سے خوش ہوتے کے بجائے خوف زدہ اور پریشان ہو جاتے۔ یہی بال کے لڑکے مریضوں کو یہ موشیوں تھکی کر گر پہاڑوں کے نیچے اترتے ہی ان پر مددگاروں نے حملہ کر دیا تو ان کا مقابلہ کس طرح کیا جائے گا لیکن یہی بال کا بہرہ فکر و تشویش کے تاثرات سے بالکل لاری تھا۔

شکر یوں کی بڑی تعداد ہر فکے نوے تو تو قورمکر ملتے بنانے میں معروف تھی، چلتے چلتے یکایک یہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ہر فکے تھمر میں چھپا ہوا راستہ ایک دم ختم ہو جاتا تھا اور سامنے ایک بہت بڑی چٹان ان کا راستہ روکے کھڑی تھی، چٹان کے نیچے دروازہ میں سر پہنڑو شلاب جنگل یوں کھڑا تھا۔ جیسے بھوکوں کے سامنے ناقابل دسترس سرحد میں ملندہ اور خوش ذائقہ کھانوں کے خان، پورا لشکر اس چٹان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہیں بال کے حکم سے چٹان توڑنے والے کدالین کے سر اُگے پڑے، بشکل لادہ چلا گیا اور چٹان کی قدروں میں ہر فکے کے مرتبان انڈیل دیے گئے، آگ اور ہر فکے کے لشکر اسے چٹان کو کسی حد تک نرم کر دیا، اس کے بعد ان پر کدالوں کی بارش ہوئے لگی، کدالوں کی پیسے ورپے تھمر ہر بات نے چٹان کو توڑ ڈالا۔ اتنا راستہ نکل آیا کہ یہ لشکر وادی میں نظر آنے والے جنگل میں داخل ہو گیا کہتے ہیں تو ہر سے نیچے میں یہیں بال کے چندہ دن ضائع ہوئے تھے اور ہزاروں آدمیوں اور چاروں فردوں نے بقی زندگی بسر کی تھی۔

نیچے اٹالیہ کی پہلی بستی کے لوگ امینی بال کی سپاہ کو پہاڑ کی چوٹی سے اترتے دیکھ رہے تھے۔

ان کے لئے بہنی بال کی سپاہ کی جدوجہد ہی بڑی لطف اور مزے دار تھی اور اس جدوجہد میں اس شوق سے دیکھ رہے تھے جیسے شہر کو تاشانی دیکھنے ہیں لیکن جیسے جیسے یہ لوگ اپنے مقامی لوگوں کو ہوش آنا گیا، انہوں نے بہنی بال کے دو آدمیوں کو بٹھال اور بے حال دیکھا اسی طرح ان کے موبیوں کو کنگڑا اٹکڑا چلنے دیکھا تھا۔ ان کے پاؤں سوچے ہوئے تھے۔ بہنیوں کی پشت پر بلو سیڈہ کپڑے بڑے تھے۔ مقامی لوگ تیزی سے اپنے گھروں میں داخل ہوئے۔ ہتھکڑوں سے لیس اور کڑی بہنی بال کے مقابلے پر آگئے، انہیں قڑا جاتی سپر مالڈ کے اداؤں میں بڑا کوئی کھوکھٹا عروس ہوتی تھی ان کا خیال تھا کہ اگر اس خفکے اندر سے پھریشان حال مشربہ دم ہلا بول دیا جاتے گا تو بڑی جلدی کا بون آتا ہے انہوں نے ان تانہ داروں پر ہر دم دیا۔ انکی ہانڈی قڑا جاتی سپاہ جان پر کھیل کر یہاں تک پہنچی تھی اسے کھانا دیا اور کھانا۔ آگ میں تھی اور مرچ پانے کے لئے کھٹکے لون کی تلاش تھی، انہوں نے ہلا لٹنے والوں کو ہلائے۔ یہ دہلی کی غیور سپاہ اور بہنیوں کو قتل اور گرفتار کر لیا کچھ گھروں سے فرار ہو گئے اور جب جنگ کا مصلحہ صرف کوٹھاسی لوگوں کی پوری بستی دیران اور سستان بڑی تھی، بہنی بال نے ان خالی گاؤں میں اپنی سپاہ کھینچ جانے کا حکم دیا اور کہا۔ "ہم کچھ دن یہیں ستائیں گے اور ساز و سامان درست کر دیں گے یہاں رہیں اور بچ جائیں، ان کی توانائی بھان کریں گے۔ اس کے بعد آجے کا ارادہ کریں گے یہاں سے لے لے دوں گا ابھی انتظار کرنا تھا جو اب شک نہیں پہنچے تھے اور انہوں نے دہا میں اس کی رفاقت اور عزت اختیار کی تھی لیکن کافی انتظار کرنے کے بعد بھی جب یہ لوگ وہاں نہیں پہنچے تو بہنی بال کے ساتھ ہی دوسرے جنوبی اضلاع کو بھی یہ یقین ہو گیا کہ ان علیحدوں نے انہیں دھوکا دیا ہے اور انہیں شاید کبھی بھی نہ آئیں گے۔

ہینی پال کے عمر سیدہ اور تجربہ کار سپہ سالار پرت اور مہاراجا کی فکر میں پھنسے آئے۔
 بقہ کو گران کے حلیف واقعی نہ آئے تو ان چھبیس ہزار سپاہیوں سے دو اسی طرح فتح کیا جائے گا۔
 ہائی ہلڑیوں سے اب صرف چھبیس ہزار سپاہی ہی بچے تھے۔ ان دو لاکھ سپہ سالاروں نے یہ بھی سوچا
 کہ اگر قابیل چھبیس ہزار سپاہ سے ہی کنارہ جرات نہ تو کچھ اس جنگ کو کمرہ دست ملتی کر دیا جائے
 اور پھر واپس چلا جانا چاہیے پرت اور مہاراجا سپاہیوں کے درمیان بیچے مستقبل کے لا محملہ پر
 کو کو کہتے تھے ان کے ہم خیالوں کی تلبی بھی شامل تھا۔ اس نے کہا: "ابن قریظا ہند نے جن طاقتوں
 کی مدد سے ڈر کر کوہ اسٹانی کر دیا تھا اور پھر مارواڑ اور کوہ سیر کا سے بھی بے دخل ہو گئے تھے۔ یہ
 سوچنے کی بات ہے کہ یہ کیوں اپنے اس طاقتور دشمن کو کوئی ٹھکانہ نہ دی چھبیس ہزار فوج سے
 شکست دے دیں گے؟"

عمر سعید، سپہ سالار مہر بان نے بھی ملٹی کی اس رائے سے کسی حد تک اتفاق کیا۔ ہوا۔

پڑا ہوا تو ان ہراس خیز کالہ بڑا غیبی آئی انہوں نے کہا کہ اس جگہ تو اس خوفناک اثر ہے جسے جیت لی جانتے گی۔
مہربان نے مکتی سے جواب دیا کہ یہ خیالی باتیں ہیں ایمان پر اس وقت تک نہیں
کہا کہ اور جب تک اس کے نتائج خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں۔ پھر کھڑی سانس بھر کے
کہا کہ اور جب توقع نتائج دیکھنا شاید ہماری قسمت میں نہیں لکھا ہو۔
ہیٹی بال نے سنی سے کہا کہ مہربان اور کوئی بات یقیناً ہی نہیں ہو سکتی ایک بات ضرور
ہے اور وہ یہ کہ ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔
اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جو لوگ اس سے جنگ کرتے ہوئے ہوں گے ہیں ان
ایک میدان میں کھڑا کیا جائے جب یہ پندرہ سو آدمیوں میں جھگڑا ہو تو قیدی میدان میں کھڑے
کئے گئے تو اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ وہ بھی یہیں جمع ہو جائے کیونکہ ایک دلچسپ کھیل
دکھایا جائے گا۔
فرطاً جی سپاہ بھی وہیں پہنچ گئی۔
ہیٹی بال ان قیدیوں کی قطاروں کے سامنے سے گزرتا گیا پھر وہیں آ کے ان کی
صف کے درمیان کھڑا ہو گیا اور آواز بلند اعلان کیا کہ تم میں جو بھی آزدی کا خواہاں ہو اپنی صف
باہر آجائے۔
سبھی آزدی کے خواہاں تھے۔ ہیٹی بال مسکراتے ہوئے؟ آزدی یوں ہی نہیں مل جائیگی
اس کی حصول کی ایک واحد طریقہ ہے اور وہ یہ کہ طاقت سے حاصل کی جائے۔ ہتھیاروں کی مدد
اور شجاعت کے اظہار سے۔
ہیٹی بال کہنا کیا چاہتا ہے۔ سبھی یہ جانتے کے لیے ہیں تھے۔ ہیٹی بال نے قیدیوں
کی صف سے دوا آدی نکال لی تھی۔

۱۸۵
لوٹ پڑا ہوا تو ان ہراس خیز کالہ بڑا غیبی آئی انہوں نے کہا کہ اس جگہ تو اس خوفناک اثر ہے جسے جیت لی جانتے گی۔
مہربان نے مکتی سے جواب دیا کہ یہ خیالی باتیں ہیں ایمان پر اس وقت تک نہیں
کہا کہ اور جب تک اس کے نتائج خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں۔ پھر کھڑی سانس بھر کے
کہا کہ اور جب توقع نتائج دیکھنا شاید ہماری قسمت میں نہیں لکھا ہو۔
ہیٹی بال نے سنی سے کہا کہ مہربان اور کوئی بات یقیناً ہی نہیں ہو سکتی ایک بات ضرور
ہے اور وہ یہ کہ ہم یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔
اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ جو لوگ اس سے جنگ کرتے ہوئے ہوں گے ہیں ان
ایک میدان میں کھڑا کیا جائے جب یہ پندرہ سو آدمیوں میں جھگڑا ہو تو قیدی میدان میں کھڑے
کئے گئے تو اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ وہ بھی یہیں جمع ہو جائے کیونکہ ایک دلچسپ کھیل
دکھایا جائے گا۔
فرطاً جی سپاہ بھی وہیں پہنچ گئی۔
ہیٹی بال ان قیدیوں کی قطاروں کے سامنے سے گزرتا گیا پھر وہیں آ کے ان کی
صف کے درمیان کھڑا ہو گیا اور آواز بلند اعلان کیا کہ تم میں جو بھی آزدی کا خواہاں ہو اپنی صف
باہر آجائے۔
سبھی آزدی کے خواہاں تھے۔ ہیٹی بال مسکراتے ہوئے؟ آزدی یوں ہی نہیں مل جائیگی
اس کی حصول کی ایک واحد طریقہ ہے اور وہ یہ کہ طاقت سے حاصل کی جائے۔ ہتھیاروں کی مدد
اور شجاعت کے اظہار سے۔
ہیٹی بال کہنا کیا چاہتا ہے۔ سبھی یہ جانتے کے لیے ہیں تھے۔ ہیٹی بال نے قیدیوں
کی صف سے دوا آدی نکال لی تھی۔

۱۸۶
ہیٹی بال نہایت توجہ سے مہربان کی باتیں سنتا رہا، پھر زور سے ہنس دیا۔ بولا ہے
پیری ہوائی کا خوش آمد غفران! انہیں کہہ رہے ہیں اس میں میرا اندر کا در ہے اور دالے ان تمام
کا شاندار اور ناقابل تسخیر دفاع کر سکتے ہیں احمد میر سے ان کا کوئی بھی دشمن وارد ہو سکتا ہے
یہ راستہ ہے ہم ہر وقت عبور کے مواقع داخل ہو گئے ہیں، یوں ہی خالی پڑا تھا۔ اور دعا
یقین کیسے سیتے ہیں کہ ان ناقابل گزر ماستوں سے۔ ہر بار ہی کے زمانے میں کہ ان کو کوئی انسان
نہیں گزر سکتا کہ دشمن کی سپاہ، ان کی اسی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں خدا سرجہ
اہل روم کے عائد ہیں اور سپاہ کو یہ معلوم ہو گا کہ میں کوئی ایلیس کی پوزیشن سے اپنی فوج سے

۱۸۷
ہیٹی بال نہایت توجہ سے مہربان کی باتیں سنتا رہا، پھر زور سے ہنس دیا۔ بولا ہے
پیری ہوائی کا خوش آمد غفران! انہیں کہہ رہے ہیں اس میں میرا اندر کا در ہے اور دالے ان تمام
کا شاندار اور ناقابل تسخیر دفاع کر سکتے ہیں احمد میر سے ان کا کوئی بھی دشمن وارد ہو سکتا ہے
یہ راستہ ہے ہم ہر وقت عبور کے مواقع داخل ہو گئے ہیں، یوں ہی خالی پڑا تھا۔ اور دعا
یقین کیسے سیتے ہیں کہ ان ناقابل گزر ماستوں سے۔ ہر بار ہی کے زمانے میں کہ ان کو کوئی انسان
نہیں گزر سکتا کہ دشمن کی سپاہ، ان کی اسی غفلت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں خدا سرجہ
اہل روم کے عائد ہیں اور سپاہ کو یہ معلوم ہو گا کہ میں کوئی ایلیس کی پوزیشن سے اپنی فوج سے

والے ہیں ابھی ایک خاص احوال بھی وہ اس شاندار مقابلے میں شہرندگی سے بچنے کے لئے تمکنت اور خودداری کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ہینی بال نے اپنی سپاہ کو مخاطب کیا: "اس دلچسپ ٹینل میں تھلری قہقروں کا فیصلہ موجود ہے۔ اہل روم کے مقابلے میں فتح کی شاندار ادا انعام و اکرام کا خود کو مستحق ثابت کر دیا پھر اس کی طرح بہادرانہ صحت مزاج، تیسرا کوئی ترستہ نہیں!"

*

*

*

ہینی بال کے شمالی روم میں مقابلے شروع ہو گئے۔ ہینی بال کی سپاہ نے اس کی تشکیل کو گمراہ میں باندھ لیا تھا۔ اسوں نے ہر خاص اور ہر معرکے میں بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اہل روم پر ہینی بال ہوا کی تیر تازہ ہوا تھا۔ ہینی بال کا انداز حکمرانوں کی درست نکلا، مردوں میں انیس کے ڈھار گزرا سلسلوں کو عبور کر کے روم پر حملہ آور ہوا ایک بڑا اور ناقابلِ فہم کلانہ تھا۔ اہل روم کے ہوش اڑ گئے۔ ہینی بال نے اپنی فوج کی کئی کئیوں پیر کیا کہ منحوس علاقوں کے فوجیوں کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ ہینی بال شمال سے جنوب کی طرف بڑھا اور پھر آڈریا تک کے ساحلی شہر کناستے تک پہنچ گیا اور وہی وہ شہر تھا جس کا اہل روم نے پھر اور دفاع کیا تھا۔

شروع شروع میں قلی کا یہ خیال تھا کہ روم کے لوگ ہینی بال کو شکست دے دیں گے لیکن تاریخ برعکس نکل رہی تھی وہ خود جنگ و جدلی کا خود گرد تھا اس نے میدان جنگ کی ہوائیاں جو دیکھیں تو دل دہل گیا یہ انیس کی دشوار گزار راہوں سے زیادہ پرخطر راہ تھی اس کی ذوقِ عصیت یہاں بھی جاگ اٹھی اس کے لئے یہ نظر اتھرا کی اذیت ناک ہوتا تھا کہ قرقطاج کے لوگ دیکھ کر کوئے تھکا رہوں سے ہلاک کر کے ٹھوڑوں سے روند ڈالیں اسے ان فوجیوں پر بھی غصہ آتا تھا جو دولت کی طبع میں ہینی بال کی فوج میں شامل ہو گئے تھے اور خود اپنے ہی ہم وطنوں کو ہلاک کر رہے تھے۔

کناستے میں ہینی بال کو کیا کہہ گئے یہاں رومیوں نے ان خیر لکیوں کو خاک و خون میں ڈال دینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

پھر آڈریا تک سے تین میل دور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر ہینی بال نے اپنی سپاہ کا جائزہ لیا۔ افریقہ کے بے لگام سواروں کی مہربان کی قیادت میں تھے اور انہوں نے اپنے ہاتھوں کی سانگے پکڑ رکھے تھے۔

ہینی بال کے سامنے اس کی فوج کے مقابلے میں چھیلے ہوئے رومی تھے، جو اپنے بہترین ساز و سامان، تعداد اور باضابطگی اور ترتیب سے ہینی بال کی سپاہ کو متاثر کر رہے تھے اور

بال اپنی سپاہ کی کیفیت سمجھ کر ہاتھ اٹھا۔ اس نے ان کا دل بڑھانے کے لئے اپنی مذاق مزاح کر دیا اس نے اس جنگ میں جو تہہ پیر اختیار کی تھی اس کی کامیابی پر نہ کامل یقین رکھتا تھا اس نے اپنے ٹیلے سے رومی سپاہ کا جائزہ لیا اور اپنے لشکر کی ترتیب اس طرح قائم کر کے اس کا قسب بالکل کمزور کر دیا۔

اعلانِ جنگ ہوا اور دونوں فوجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں خود ہینی بال کی سانگیاں روم کی روشنی میں چمکیں اور رومی سپاہ کے سپینوں میں یہ صومست ہوئے گئیں۔ رومی ہزیمت کمانے سے جینی بال کے کمزور قلب میں داخل ہو گئے۔ ہینی بال کا قلب خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹتا چلا گیا، ہینی بال تھلری اطمینان سے یہ غماز دیکھتا تھا اس کے داییں بائیں بازو قتل نے اور دوسرے ہندسے آٹھ (۸) کی شکل میں ایک طرف سے ٹکڑا اور دوسری طرف سے پھیلنا شروع کر دیا۔ ہینی بال کا کمزور قلب (۸) کے نقطہ انصاف سے نکل کر دوی اتوار کی پشت پر مچی اور اس کی طاقتیں کاڑھتے رہ کر دیا۔ ہینی بال نے سوچی سمجھی تدبیر کے مطابق اپنے داییں بائیں بازو قتل کو اشاروں میں حکم دیا کہ درمیان میں گھیر جائے والے رومیوں کو زہور کی طرح اپنے قابو میں لے کر ہیں دوسرے اس پر حملہ کی طرف عمل ہو اور ان کا فنا کر دیا۔ ستر پر رومی موت کے گھاٹ اتر گئے بلکہ اس جنگ میں اس پر رومیوں نے حصر لیا تھا۔ ہینی بال کا ایک عجیب و غریب پھل پھلا تھا اور اس کی شاخیں پھلنگ کی اس سے بہتر مثال ملنا مشکل ہے جو رومی زندہ بچ گئے تھے، وہ دھڑا دھڑا کر ہاتھ کی تلاء میں

چھپتے پھر رہے تھے اور ہینی بال کی سپاہ انہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل یا گرفتار کر رہی تھی، ہینی بال نے اپنے گھوڑے پر پر مال میدان جنگ میں گشت لگایا اور اپنے فوجیوں کے غور ہاتے تمکین کا مسکراہٹوں اور ہاتھ کے اشاروں میں جواب دیتا ہوا اپنے پیچھے میں داخل ہوا۔

فارح سپاہیوں کی ہینی بال کی طرف سے ایک شاندار دعوت کی گئی تھی۔ قلی کا دل رومیوں کا شکست پر غم کے آئینہ دہا تھا۔ جب ہینی بال کے حکم سے رومی ہزیمت کی لاش میدان جنگ سے ڈھونڈ کر لائی گئی تو قلی نے اس کے سر ہاتے کھڑے ہو کر آئینہ ہاتے اس جنگ میں وہ ہارنے نام شریک ہوا تھا۔ ہینی بال نے حضور کی لاش ہزیمت کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا: "میں نے پہلے ہی ان کی شکست کے روم دیا ہے باپ بھل کر بڑی ہدایت پر یہ قسم کھائی تھی کہ میری موت کا وقت نہیں ہوں گا اب تم نے اسے سونپ دیا۔" اس نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے۔ "پھر قلی سے کہا: "اس رومی ہزیمت کے سر ہاتے کھڑے ہو کر دیا تھا۔"

قلی نے خواب دیا۔ دعا کی عظمت، رومیوں کے ہاتھ اٹھا کر میرا یہ عمل تھلری نظر میں لکھنے سے تو میں ہر اس منزل کے لیے تیار ہوں جو تھلری طرف سے دی جائے گی!"

ہیسی بال نے بڑ بڑکا دیا۔ "تجھے روٹیوں سے محبت ہے؟ حالانکہ تو نے قرطاجہ کا شک کھایا ہے اور تجھے ہم سب کا شک گڑا اور اس کا منہ ہوتا جا رہا ہے۔" فلی نے اپنی داستان حیات مختصر سنا کے جواب دیا۔ "میں ایک سچی انسان ہوں اور اپنے دفاعیات چھپانے پر قدرت نہیں رکھتا۔ ہیسی بال! تم اپنے دیوتاؤں کی قسم کھا کر مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میری جگہ تم ہوتے تو اہل قرطاجہ سے کیا سفوک کرتے اور ان کی باجست تم کو سونپتے؟"

ہیسی بال بات کو ٹال گیا۔ بولا۔ "اہل روم! تم بھی ہم پر کچھ کم ظلم نہیں کیے؟ فلی نے کہا۔ "ہاں برفہ کے بیٹے! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تم اس عہد کے بہتر اور انسان ہو اور دیوتاؤں سے نہیں بہت سے اوصاف سے نوازا ہے اس بڑی کاریز تھا تو ہے کہ میرے معاملے میں انصاف سے کام نہ لیا گیا اور مجھ کو جھوٹ ہی کہو کیا تھا؟ تو نے مجھ پر ظلم نہیں کیا؟ کیا میرے معاملے میں نا انصافی سے کام لیا گیا؟"

ہیسی بال ہنس دیا۔ "میری زوج میں بہت سی خوبی ہیں۔ ہو گئی ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں لیکن میں اپنی قوی عصبیت کو اپنی ذات سے جدا نہیں کر سکتا اور میں اپنی قرطاجہ کو ان سب پر فوقیت دیتا ہوں۔ قرطاجہ ان سب پر فوقیت رکھتے ہیں اس میں اس عہد کا بہت بڑا انسان، قرطاجی ہوں۔"

فلی تھوڑی دیر خاموش رہا۔ ہیسی بال نے طنز بھرا چہرہ دکھایا۔ "کیا تو قرطاجہ سے جانا چاہتا ہے؟"

فلی حیرت زدہ رہا۔ "میں ہاں کہوں تو کیا مجھے قرطاجہ واپس بھیج دیا جائے گا؟"

"ہاں!۔" ہیسی بال نے جواب دیا۔ "کٹلے کی فتح کی خوشخبری اور رومی امر کی پہنچ کے کریر اچھوٹا جاتی، اگر کی قرطاجہ روانہ ہو جائے گا اگر تو جانا چاہے تو میں تجھے بھی بھیج دے گا۔" پھر ہیسی بال نے بولا۔ "کیونکہ میں نے خوب اچھی طرح یہ سمجھ لیا ہے کہ تو جنگجو کا آدمی ہے جہاں پہلے میری ماں تجھے پہلو میں لٹاتے تو میرا کیا تھا؟ کسی اور اب جب کہ تو جوان ہو چکا ہے تو تجھے ماں کی جگہ ایک خدیست کی خدمت محسوس ہوتی رہتی ہے اور یہ خدمت بھی تیرا ہی فرض انجام دے گی۔ یعنی تیرے پہلو میں لیٹ کر شوق و محبت کی نوریان مرسے گی۔"

فلی کو ہیسی بال کے طنز پر غصہ بھی آیا اور خیر منہ کی بھی بولی۔ لیکن ہیسی بال

بپ نہیں ہوا تھا۔ وہ اب بھی کچھ کہہ رہا تھا۔ "میں قرطاجہ کے بڑوں کو ایک خط لکھوں گا اور میں ہی سفارش کروں گا کہ جس نوکی سے تو محبت کرتا ہے وہ تیرے حوالے کر دی جائے۔" پھر ہیسی بال نے طنز بھرا چہرہ دکھایا۔ "تجھے یہ حقیر یہ درخواست روک دینا نہیں کہی؟" فلی نے کہا۔ "میں ہاں کی جگہ اور طنز بھرا چہرہ دکھاتا ہوں۔" وہ اب اسے بڑبڑک رہا تھا۔ "میں عجب دماغی ہوں؟"

دوسرے دن ایک بھری جہاز ہیسی بال کے سب سے چھوٹے بھائی، گوکی ٹنگری میں تھا۔

میرا کی مقدس بڑی ہر ترسہ ہر مردوں والے ایوان میں قرطاجہ جیٹس کے ارکان سرچڑھ گئے۔ ہیسی بال کی فتح مندوں کی داستان سنا کر اور شہوت میں ایوان مجلس کے سامنے وہ کواٹ ڈیا جس میں رومی امر کی چھ ہزار طاقتور لڑکیاں تھیں، مجلس کے اراکین نے اس خوشخبری کو خوش و خوش سنا۔ انہوں نے، گوکی نے کہا۔ "تمہارے بھائی، اگر ہیسی بال نے کسی کا بیباک حاصل کر لی ہیں تو وہاں اب کیا کر رہا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے؟"

گوکی نے دل شکستہ جواب دیا۔ "میرے بھائی، گوکی جہاز پر رومی امر کو واپس بھیج دے گا۔" فلی نے کہا۔ "میرے بھائی، گوکی جہاز پر رومی امر کو واپس بھیج دے گا۔" فلی نے کہا۔ "میرے بھائی، گوکی جہاز پر رومی امر کو واپس بھیج دے گا۔"

اس کے بعد گوکی نے مجلس کے سامنے ہیسی بال کا وہ سفارشی خط پیش کرنا چاہا جس کا فلی نے لکھا تھا۔ لیکن فلی نے کچھ سوچ کر، گوکی سے وہ خط لے لیا اور کہا۔ "ماگو! ابھی اس سفارشی خط سے اسے قرطاجہ کی ایک بڑی جنگ میں آجھے ہوئے ہیں، تم ہیسی بال کی مطلوبہ امداد لے کر واپس چلا آؤ۔"

فلی کی واپسی کو رومی امر کے دل بپ نے خوش دلی سے نہیں قبول کیا۔ لیکن رومی امر نے فلی کو اس کی خدمت میں بھیج دیا۔ فلی نے اس کی خدمت میں بھیج دیا۔ فلی نے اس کی خدمت میں بھیج دیا۔

فلی اس جگہ پہنچا جہاں پڑوسی بوڑھے کی بیویاں دفن تھیں، وہ کچھ دیر اس دیرانہ مشاعرہ پر غور کیا اور پھر اس کا کچھ دیکھتا رہا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے لوگوں کے دل سے یاد دہانی ہے کہ "کیا وہ اجداد کی زمین کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، خبردار جو لوگ ان فلیتوں کی زمین کو اپنا وطن بنایا، اسے یہ بھی محسوس ہوا کہ چارسی اس پر لعن لکھی کر رہا ہے کہ وہ ہیسی بال کی خدمت میں

مثال اہل بدعا کا خون بہانے میں ان کا معادیاں یا خاموشی نہ تھی کہ پڑھ کا ہے!

قلبی برداشت نہ کر سکا اس نے بوڑھے کی ہڈیوں سے کہا: "اے میرے ہم وطن بڑا جی بزرگ! کچھ تم نے مزاحمت اجنبی کے ہل کر برقعہ کا بیٹا بھیجی ہاں ایک بہت بڑا فاسخ بن کر ابھر رہا ہے اس نے روم کو اتنا ذلیل کر دیا ہے کہ کسی اور عہد میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ لیکن اپنے اس برے آدمی کا قتل اجنبی کے ہڈوں کی مجلس نے اس طرح اصرام کیا ہے کہ وہ اس کے کارناموں کو حسمدھ شگ و شبے سے سنی ہے:"

پھر وہاں سے واپس ہوتے ہوئے اس نے بوڑھے کی ہڈیوں کو آخری بار سلام کیا اور کہا: "میرے بزرگ! مجھے ہمت بخشو کہ میں اپنے فیصلے پر عمل کر سکوں اور نہ منگا بھر اس بزرگم رہوں!"

وہاں سے وہ زلیخو کے پاس پہنچا یہ دونوں ابھی تک ایک دوسرے سے دیدار اور کٹے کٹے سے رہتے تھے۔ اس نے نہایت انس و محبت سے زلیخو کو مخاطب کیا: "زلیخو! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنے وطن پنار میں واپس چلا جاؤں!"

زلیخو کی زبان سے غیر ارادی خود پرنکلی گیا: "کیا تمہارے میرے باپ سے اس کی اجازت لے لی ہے؟"

"نہیں! قلبی نے جواب دیا: "مگر تم میں جانتا ہوں کہ وہ میرے اس ارادے میں مزاحمت نہیں ہوں گے!"

زلیخو دھڑکھڑکھ رہی تھی اس میں اس کے سوا کوئی خواہش نہ تھی کہ وہ کسی بھی پہلے سے دھوکے سے وہ خود یہ درخواست نہیں کرنا چاہتی تھی اس نے کہا: "نہیں! میرے باپ نے خریدنا تھا نہ میرے باپ کی ملکیت ہو اس لیے اپنے جانے نہ جانے کے بارے میں تم خود کوئی چیز نہیں کر سکتے میں یہ میرے باپ کی اجازت ضروری ہے!"

قلبی زلیخو سے اس قسم کی گفتگو کی امید نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی یہی وہی امید تھی کہ وہ کوئی ایسی چیز دیا۔ تمہارے والد میرے اس فیصلے میں اس لیے مزاحمت نہیں ہوں گے کہ وہ خود بھی یہی چاہتے ہیں لیکن اگر تم بھی یہی چاہتی ہو تو میں تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دے گا! اس کے بعد قلبی نے زلیخو کے باپ کے سامنے ایسا دعا رکھا اس نے نہایت خوشی سے اسے وطن چلے جانے کی اجازت دے دی۔

قلبی زلیخو سے سرسری ملاقات کر کے قراقرم کی بندوبست میں داخل ہوا اس وقت اس کے تصور میں پنار میں کی زمین تھی، وہاں اس کے بزرگوں کا قبرستان تھا غرض رشتہ دار سے دعا کے آب و گل سے اس نے جنم لیا تھا۔

وہ ایک تجارتی جہاز میں بیٹھ کر پناہ میں رہا نہ ہو گیا اور ہمیں بال کا سفارشی خط اس نے
 ایک واقع کے ذریعے زینو کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ: "ہمیں بال کا یہ سفارشی خط شکر یہی ہے کہ
 سے واپس کر دیا جاتے اور اسے بتا دیا جائے کہ قلبی نیگھوڑے کا آدمی نہیں ہے اور وہی بات
 ثابت کرنے کے لئے اس نے زینو کی مہر مع الموصول آغوش کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا ہے۔"
 زینو نے ہمیں بال کا خط بڑھا اور قلبی کے زبانی پیغام کو جب خط کی عبارت سے
 ملا کر مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کی تو یہ سب کچھ غفۃ لا ینحل بن کر رہ گیا۔ ہاں بس ایک بات ہمارے
 سے کسی حد تک سکون پہنچاتی رہی کہ اس نے محبت کا اعتقاد نہ کرنے والے متعصب قلبی کے
 سامنے خود کو کبھی سستا نہیں ثابت کیا اور یہ کہ اس نے ہمیشہ اپنے بڑوں کے فیصلے کو بہت
 چرا تسلیم کیا ہے۔



بالاخانہ محی الدہن



رہی تھی۔ نہالی کو ہاتھ سے ہٹا کر ایک طرف کر دیا اور کچھ آگے بڑھ کر یاد خان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بولی: "میں تو تمہارے فراق میں المیہ گیت گارہی تھی اور یہ نہالی تمہارا راستہ روکے کھڑی تھی، آؤ، اندر میرے ساتھ آؤ۔"

نہالی ایک طرف ہو گیا۔ شرم منہ ہو کر کہنے لگا: "راستہ میں نے اپنی مرضی سے تھوڑی روکا تھا۔ جتنا کا کہتے تھے اس کا حکم دیا تھا۔"

جب کلیانی یاد خان کو لے کر اندر بڑھی تو اسے پتہ چلا کہ اس کے پاؤں میں گمرگو بندھے ہوئے ہیں۔

اندک کا سماں ہی کچھ اور تھا۔ سفید چاند ریاں کچھ بھی ہوئی تھیں اور ان پر جگر جگر گاؤں بکے رکھے ہوئے تھے۔ چھت سے بکے ہوئے عجاوذاؤں میں ابھی سے روشن کر دیے گئے تھے۔ کمرے کے آخری سرے پر سرورشی غلاف پڑھا ہوا کسی معزز مہمان کی آمد کا منتظر معلوم ہوتا تھا۔ اس سے پارچہ سات قدم دور ساندے اپنے اپنے ساز سنبھالے بیٹھے تھے۔

یاد خان کا خیال تھا کہ کلیانی اسے اس مخصوص گاؤں بکنے کے سہارے بٹھا دے گی لیکن وہ اسے ایک عام سے گاؤں بکنے کے پاس لے کر بیٹھ گئی۔ یاد خان بادل نماؤں سے بچھ گیا، ہوشیار کلیانی نے اس کے چہرے پر اسے احسانات کا اندازہ لگا لیا۔ کہنے لگی: "وہ نشست گاہ بھی تمہارے بنائے ہے لیکن اس وقت تم نہیں بیٹھو۔"

اس کے بعد اس نے یاد خان کی بغل سے شال کھینچ لیا اور اسے پھیلا کر بے چین سے بنائی کے نقش و نگار دیکھنے لگی۔ ہلکی کھٹی رنگ کی شال کی بنائی بیٹھتے ہوئے سرور اور نیلے پھول بڑے بھلے لگ رہے تھے۔ کلیانی خوشی سے پاگل ہو گئی۔ بولی:

"بہت خوب! مجھے بہت پسند آیا تمہارا یہ تحفہ۔"

تحفے کی پسندیدگی اور شرف قبولیت سمجھنے سے یاد خان کو بڑی خوشی ہوئی۔

"کلیانی! یاد خان کہنے لگا: "تھوڑی دیر پہلے تک میں بہت ڈر رہا تھا کہ معلوم نہیں، تمہیں یہ شال پسند بھی آئے گی یا نہیں، اب جو تم نے پسند کر لی ہے تو میں بے حد خوش ہوں۔"

ابھی کلیانی کوئی جواب بھی نہ دے سکی تھی کہ ایک دروازے سے ایک ادھیڑ عمر عورت اندر آ گئی۔ یاد خان کی طرف ناگواری سے دیکھا، لیکن جب نظر شال پر پڑی تو ناگواری میں کچھ کمی آ گئی۔ کلیانی سے کہنے لگی: "کلیانی جب تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس وقت تو قرخان بھی تشریف لائے دلتے ہیں تو تو نے ان صاحبزادے کو کون روکے رکھا ہے؟"

تو قرخان کا نام سننے ہی یاد خان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یہ اس کے چچا تھے اور جانتا تھا کہ اس کا سارا انتظام انہی کے ہاتھ میں تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ وہ بھی یہاں آنے لگے ہیں۔



اس نے گھوڑے کو پہلے کے نیچے چھوڑا اور لگام قریب ہی لگے ہوئے امرو کے درخت کی ایک شاخ سے پھنسا دی۔ ابھی صبح غروب نہ ہوا تھا۔ ہلکی زردی آئل دم توڑن شعاعیں عالیشان مکان کی سرخ کھربوں پر پڑ رہی تھیں۔ اندر سے مختلف سازوں کی آوازیں آ رہی تھیں اس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ مکان کے آس پاس ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ تھے۔ رنگ برنگ گلے ہوئے پھولوں کے درمیان سے گزرتا ہوا جب وہ دروازے پر پہنچی تو ایک دھلے پتلے تاجروا نے اس کا راستہ روک لیا، بولا: "یاد خان واپس جاؤ آج کلیانی نہیں ملیں گی!"

یاد خان کے ادا اس چہرے میں غصے کی آمیزش ہو گئی۔ "کیوں، کیا بات ہے؟ میں کلیانی سے بے غیر واپس نہ جاؤں گا۔"

ابھی ان دونوں میں رد و کار جاری تھی کہ اندر سے ایک نہایت حسین عورت نمودار ہوئی۔ اٹھارہ انیس کا سن لگے ہیں بڑے ہوتے قیمتی موتیوں کے بارو پیٹ تک جلتے سے سینے کی پلندوں نے دکھ لیا تھا۔ آنکھیں بادام کی طرح جن میں غماز بھرا ہوا تھا۔ ادب کا ہونٹ چٹا نیچے کا موتا، لمبی لمبی انگلیاں رنگ اتنا صاف کہ رنگوں میں دوڑتا ہوا خون صاف دکھائی دیتا تھا۔ یاد خان نے اسے دیکھتے ہی کہا: "کلیانی! تمہاری عقل کا یہ آج کیسا ناسور ہے کہ یہ نہالی میرا راستہ روک رہا ہے۔"

کلیانی کی نظر میں یاد خان کی بغل پر گہری چہاں ایک قیمتی شال دیا ہوا تھا۔ وہ مسکرا

کھیا فتنے جواب دیا۔ "لاکائی یہ محنت بد اخلاقی کی بات ہے کہ میں انہیں درد دانسے پر ہی سے دلایں کروں گی؟"

لاکائی نے بے درخی سے جواب دیا۔ "لیکن یہ بات بھی تو بد اخلاقی میں داخل ہے کہ اس جگر بچا بیٹے کا آتما سامنا ہو جائے، آخر جس بھی تو اپنے پیشے کے آداب اور اخلاق کا خیال رکھنا چاہیے؟ لاکائی یہ کہہ کر واپس چلی گئیں۔

کھیا کی کھڑی ہو گئی اور یاد خان کو انہوں سے مخاطب کیا۔ "یادو! مجھے انہوں سے کہ اس وقت میں نہیں زیادہ دیر تک نہ بٹھا سکوں گی؟"

یاد خان بھی مجبور ہو گیا۔ کھیا کی اسے درد دانسے تک چھوٹنے مسمیٰ یاد خان نے جانے سے پہلے حسرت سے کھیا کی کو دیکھا تو اس نے اسے نظریں جھکا لیں، کچھ لگے۔ "میں تمہیں چاہتی ہوں، صرف تمہیں، لیکن تمہارا بچا تو قرآن بھی مجھے چاہنے لگا ہے، ہمارا پیشہ ایسا ہے کہ انہیں دھتکار بھی نہیں سکتی، اب تمہیں بتا دو کہ میں کیا کروں؟"

یاد خان نے سیمے جڑ کر درد تک دیکھا کہ کہیں بچا تو قرآن آ تو نہیں رہے، پھر کہنے لگا۔ "کھیا! یہ تم تو جانتی ہی ہو کہ مجھے لوگوں سے نفرت ہے گھر میں جب سے لڑکی پسند ہوئی ہے دل نہیں لگتا۔ تم سے مل کر یہ سوچا تھا کہ یہاں کچھ دیر غلط کر لیا کروں گا لیکن اب شاید یہ بھی ممکن نہ رہے؟"

کھیا نے گہرا کہہا۔ "اب تم جاؤ۔ پھر بات کروں گی اس موضوع پر؟"

یاد خان نے اس پر ایک اور ادائی نظروں کی اور واپس ہوا لیکن اسی وقت شام کے دھندلکے میں اس نے دیکھا کہ کئی گھوڑے پہیل کے درخت کے نیچے آکر کھڑے ہو گئے یاد خان نے غور سے دیکھا کہ وہاں کچھ چھپے کی جگہ تلاش کرنا چاہی، درد دانہ بند ہو چکا تھا؟ وہ ہندی کے ہندو کی طرف بڑھا اور اس میں مدد پوش ہو گیا۔ اس نے ان کے دائور کو دھتوں کی بھر پور سے دیکھا بچا تو قرآن اپنی نوکلیں نوکلیں ہلال کی طرح اوپر اٹھلے، اور یک شتی گھنٹی دار دھبی میں جتا لگتے درد دانسے کی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا چار صاحب کچھے پیچھے تھے، ان کے ہاتھوں میں قیمتی کپڑوں کے تحائف تھے۔ دنگ سے پہلے ہی درد دانہ کھل گیا اور کھیا کی کا سکرنا ہو اچھوڑ

ایک بار پھر نمودار ہو گیا، ہر سکرانٹ بھی بالکل دھبی ہی تھی جیسی تھوڑی دیر پہلے یاد خان کے لئے تھی۔ دس انہوں بھی ہوا اور غصہ بھی زیادہ عورتوں سے یوں بھی نمودار ہوا انہیں قابل اعتبار بالکل نہ سمجھتا۔ اب یہ اعتبار بالکل ہوا اٹھ گیا۔ اس نے بوجھل قدموں سے چل کر گھوڑے کی نگہ م پرکڑی "نورا" ہی پر احساس ہوا کہ بچا تو قرآن نے یقیناً اس کے گھوڑے کو پہچان لیا ہو گا وہ شاید وہ اسے ادھر ادھر تلاش بھی کریں، اس خیال کے آتے ہی وہ اچک کر گھوڑے پر سوار

ہو گیا اور دروازے چنبل کے کنارے کنارے درد تک بھاگا تا چلا گیا۔ بے مقصد یوں ہی "درد دانے" کیا کیا سوچتا رہا۔ وہ اتنی دیر تک گھومنا پھرنا چاہتا تھا، جتنی دیر تک اس کے خیال میں بچا تو قرآن خان کھیا کی کی محفل میں وقت گزارے لیکن پھر کچھ سوچ کر گھر چل دیا۔

سمت اندھیرا ہو گا عالم بتاؤں کی مدد دشمنی میں اکاؤ کی کے مکانات ظلمائی ساروں کی طرح نظر آتے تھے، جب اس نے اپنا گھوڑا اٹھلے میں ساریس کے سپرد کیا تو اسے یہ تشویش کا پیغام ملا کہ "اندھیرا بچا تو قرآن اس کا پیچھے سے انتظار کر رہے ہیں؟"

وہ اس انتظار اور بے چینی کی وجہ سے واقف تھا، خوف سے اس کا دل دھڑکنے لگا اس خوف میں بچا کا ادب، احترام اور ان کی بزرگی کی دہشت شامل تھی، تو قرآن خان اس کا معنی بچا ہی نہیں تھا، غم بھی تھا۔

یہی سنے بیزاری سے شوہر کو دیکھا اور بھوکی شیرینی کی طرح دباؤ سی۔ "بادا جان کہتے ہیں کہ تم مجھے طلاق دے دو؟"

یاد خان نے اطمینان سے پوچھا۔ "وجہ؟"

اسی لمحے تو قرآن بھی اندر داخل ہوا اور مثال یاد خان کے منہ پر مارتا ہوا بولا۔ "تمہیں شرم نہ آئی اس قیمتی اور یادگار مثال کو اس کچی کو کھٹے میں پیش کرتے ہوئے؟ یہ ہمارے خاندان میں شہنشاہ ہند سکندر لودھی کے عطیے کی حیثیت سے یادگار چلا آ رہا تھا لیکن تم نے اسے اس وقت کی کچی کے حوالے کر دیا؟"

یاد خان کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو قرآن دیر تک لعنت طاعت کرتا رہا اور دو چار نفروں کے بعد طلاق کا مسطاب لیکر تار رہا۔ اس کا کہنا تھا کہ یاد خان جیسے ادا باش اور عیاش سے اس کی لڑکی کا بیاہ نہیں ہو سکتا۔ جب وہ بک جھجک کر چلا گیا تو یاد خان نے یہی سنے پوچھ لیا "تم بھی طلاق چاہتی ہو؟"

"ہاں! یہی سنے ہے تاکہ جواب دیا۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ تم عورتوں کے پاس جاتے ہو، تمہیں محبت سے محبت نہیں ہے؟"

یاد خان نے جواب دیا۔ "لیکن جہاں میں جاتا ہوں وہیں تمہارے بادر جان بھی تشریف لے جاتے ہیں، اور تمہاری طرح تمہاری اماں کو بھی ان سے طلاق حاصل کر لینا چاہیے؟"

یہی سنے غیر جذباتی آواز میں کہہا۔ "ان کی دوسری بات ہے؟"

”کیوں ان کی دوسری بات کیوں ہے؟“

”اس لئے کہ آں لوڑھی ہو چکی ہیں!“

”واہ! یادِ رخاں ہنسنا۔ خوب یہ خوب رہی۔ تنہا رہے بااداجان بھی تو بولتے ہو چکے ہیں

انہیں تو اور زیادہ تنگ کر دینا چاہیے۔“

”میں کچھ نہیں جانتی!“ یہی نے ہمتی انداز اختیار کیا۔ ”میں طلاق چاہتی ہوں!“

”میں خوب جانتا ہوں کہ تم لوگ طلاق پر کیوں بصر ہو!“

”جوئی نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”تم کیا جانتے ہو؟“

یادِ رخاں نے تھیرے ہوئے پیٹے میں جواب دیا۔ ”تنہا لا مہر دولا کھ اشرقی قرار پایا
ستہا اور میری جاگیر کا مالیت بھی اتنی ہی ہو گی گویا تم لوگ اس طرح میری جاگیر کو ہتھیانا
چاہتے ہو۔“

یہ کہہ کر وہ پنگوڑے میں ہونے لگی۔ بچی کے پاس چلا گیا۔ فرشتوں جیسی معصومیت
لے لے وہ سو رہی تھی، کچھ دیر کھڑا وہ اسے دیکھتا رہا، بچی مومتے ہی میں کسی لئے منہ پھرنے
لگی اور کسی لئے مسکرا دیتی، پھر کراہت سے اس نے منہ پھیر لیا اور یوں کہ قریب پہنچ کر بولا
”اگر تم لوگ کی جگہ کرنا پیدا کرتیں تو شاید میں ادباش نہ ہو جاتا۔ اس میں بھی قصور تنہا
ہی ہے!“

”جوئی نے غصے سے جواب دیا۔ ”بیکار کی باتیں ہیں، کوئی عورت بھی اس پر قادر

نہیں ہوتی کہ اپنی مرضی سے لڑکی یا لڑکا پیدا کر سکے۔“

یادِ رخاں کے چہرے پر نفرت اور بے نرمی کی شکلیں پڑ گئیں وہ چہرہ ”مجھے روکیوں

سے نفرت ہے، نفرت ہے، نفرت ہے، اس کا لاکھونٹ دوں گا۔“

”جوئی نے خوفزدہ ہو کر بچی کو گود میں اٹھ لیا اور بھاگ کر باپ کی طرف چلی گئی۔

اس کے بعد جوئی اور بچی کو اس سے چھیدا دیا گیا۔ تو قریب خان کو اس کا بالکل یقین تھا کہ

جنونی یا صفا کسی وقت بھی جوشِ نفرت سے بچی کو ہلاک کر دے گا، یادِ رخاں پہلے ہی اداہیت

کا شکار تھا، اب اور زیادہ اس سے بچنا چاہیے تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے گھر میں ایک کمرہ بنوا دیا جس میں

یادِ رخاں اس پر بالکل نیکر رہتا تھا، کیونکہ اس کی عاقبت اندیشی اسے بتا رہی تھی کہ جس دن بھی

اس نے جوئی کو طلاق دی، اسے اپنی جاگیر سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا۔ وہ گم سہرہ کہ وقت

گزارے گا۔

وہ تھی روزِ تنگ دن میں برابر کلیائی سے ملنے جا رہا، لیکن اس سے ملاقات نہ ہو سکی،
جنا کا کی اسے نہایت خوش اخلاقی سے خوش آمدید کہتیں جب بھی وہ جتنا کا کی سے کلیائی کی
بابت پوچھتا ہی خوب ملتا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے فوج بول گئی ہوئی ہے۔ جتنا کا کی اس سے

طا جوئی کی باتیں کرتیں، یوں سے محرومی اور کلیائی کی دوری نے جتنا کا کی میں حسن بھرنا شروع کر
دیا۔ ادھر جتنا کا کی بھی ایک سہیلے سے منصوبے پر عمل پیرا تھیں، ان کی غرور کی پیشین
چھتیں سالہ رہی ہو گی اس کے ہوتے جسم میں اب بھی ہلاکی کشش تھی، جب تک کلیائی اسے

رہتی، جتنا کا کی کا حسن ماند پڑ جاتا، لیکن اس کے ہٹے ہی ان میں ہلاکی دکھائی اور جاذبیت محسوس
ہونے لگی، آخر کلیائی کی عدم موجودگی میں وہ جتنا کا کی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جتنا کا کی اسے اپنی
مریخی آواز میں گیت سناتی رہتی، جو کہ اس کے پاس تھا، آہستہ آہستہ جتنا کا کی کو مشکل ہوتا

رہا، اس کا دل بھی جتنا کا کی کی طرف شدت سے راغب ہوتا رہا، یہاں تک کہ وہ جتنا کا کی کے
لئے دل میں مکھ سی محسوس کرنے لگی، کسی وقت کلیائی یا دوا آئی تو دیکھ ہوتا لیکن یہ خیال
زیادہ دیر تک نہ قائم رہتا۔

اس صورتِ حال کو کئی ماہ گزر گئے، وہ نہ جوئی کی شکل دیکھ سکا نہ کلیائی کی، اسے
خودت درد کا تھی وہ جتنا کا کی کی صورت میں حاصل تھی لیکن پھر اس سے بھی دل اٹکا گیا، اب

اسے کسی اور کی تلاش رہنے لگی، اس تبدیلی کو جتنا کا کی نے بھی محسوس کر لیا۔

اب وہاں کا جانا بھی کہ ہو گیا اور دینے لینے میں بھی کمی ہو گئی، جاگیر سے اس کے حصے

کا سالانہ رقم جو ملتی تھی وہ تقریباً ختم ہو چکی تھی، اس نے جاگیر کے ناظر سے مزید رقم کا مطالبہ

یا تو معلوم ہوا، چنانچہ اسے متح کر کہا ہے، اسے حقہ تو بہت آیا لیکن کچھ کم نہ ملتا تھا، عورت

کا ایش نے اسے ایک بار پھر جتنا کا کی کے حضور میں پہنچا دیا لیکن دل میں شرمندہ تھا، پاس

نہ تھی، اور کئی دن کی غیر حاضری کے بعد وہ جتنا کے پاس پہنچا تھا، اسے خوب معلوم تھا کہ

جوئی کے پیٹے میں رقم کے بغیر جانے کا کیا مطلب ہوتا ہے، جتنا کا کی نے اس کا جوش و خروش سے

استقبال کیا اور پاس بیٹھ کر جدائی کے گلے شکوے کرنے لگی۔ جتنا کا کی نے جس قسم کا بناؤ سنگھار

کے کیا تھا، اس سے شبابِ شغف گویا بیدار ہو گیا تھا، دل سے انری ہوئی، جتنا کا کی پھر اچھی لگنے

لگے، جب جتنا نے اس سے نہ آنے کی دہر معلوم کی تو اس نے جواب دیا، ”تمہ سے میں بچی

ہوں، چھینا نا چاہتا، قصہ دراصل یہ ہے کہ میرے حصے کی جاگیر کا انتظام بھی میرے چچا

انقرضان ہی کے ہاتھ میں ہے، آٹھ کھان اسے فلا کشی مل چکی آ رہی ہے، مجھے جو سالانہ

رقم ملی تھی وہ تقریباً مائت ہو چکی ہے، مغیر رقم ملی نہیں سکتی۔ اس کے لئے کم از کم چھ مہینے
ماہ انتظار کرنا پڑے گا۔ پھر کھرب نام ہو کر بوللا۔ اور یہاں خالی ہاتھ آئے اچھا نہیں
لگتا۔

جنا کا کچھ درم سائے میں رہیں، یاد خان کی شکل دیکھتی رہیں، پھر ادھر ہی دل سے
بولیں۔ تمہیں آنا جانا تو نہیں بند کرنا چاہیے تھا۔ تم یقین کر دو، مجھ سے کچھ محبت سی ہوگی
ہے، چپ نہیں آتے تو دل بھجھا، بھجھا اور اس اور اس رہتا ہے۔

یاد خان نے جتنا کہنے سے لگا یا اور فرط عجز میں اس کے بوسے لینے لگا۔ ابھی
وہ کچھ زیادہ تھا وہ نہ کر سکا تھا کہ ایک دروازے سے کلیانی نمودار ہوئی اور دونوں کو اس
حال میں دیکھ کر حشاک کرکھڑی ہو گئی۔ جتنا کی اس کی طرف پشت تھی اور یاد خان کا چہرہ اس
کا سامنا ہو، شرم و خجستگی بڑھ گیا۔ کلیانی کے چہرے کی حیرت فتنے میں تبدیل ہونے لگی اس
کے ہونٹ پکپکی دہ چرخ کر رہی۔ کاکی!

جنا کا کسم سہم کرانگ ہو گئیں اور پلٹ کر کلیانی کو دیکھا، کلیانی نے غور غور نظروں
تے گھور رہی تھی۔

کاکی نے شرمندگی سے پوچھا۔ اپنی ماسی کے پاس سے کب واپس آئیں؟
کلیانی نے کوئی جواب نہ دیا اور یاد خان کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے
چلی گئی۔ جتنا کا کسم معلوم نہیں کہ کھرم، کوسمیں، کلیانی شرمندہ یاد خان کو گائیے کے سہارا
بٹھا کر خود بھی سارے بیٹھ گئی اور پھر برس پڑی، تمہیں کاکی سے تعلقات بڑھاتے شرم
آئی، وہ مسیری ماں ہیں، ماں اور بیٹی سے بیک وقت تعلقات رکھنا کس مذہب میں
جائز ہے؟

یاد خان گردن جھکاتے کلیانی کی ڈانٹ بٹھکا رہا اور چپ رہا لیکن جب کچھ
دوسرے بڑھی تولے بھی بولنا پڑا کہنے لگا۔ کلیانی! میں تم سے محبت کرتا ہوں، جب
تم سے مایوس ہو گیا اور چچا کو قریب سے لے چلنے لگے تو میں نے مجبوراً جتنا کاکی سے دل لگا
جنا کاکی میں تمہاری شبیہ عروسی جاتی ہے۔

کلیانی نے طنز یہ کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو، مشابہت کا یہ مطلب نہیں ہوتا
کہ اگر ماں میں بیوی کی مشابہت آجائے تو اس سے بھی بیوی ہی کی طرح تعلقات قائم کر
لئے جاتیں۔

یاد خان نے کلیانی کو ڈانٹ دیا۔ بس زیادہ بکرا اس کی ضرورت نہیں، کیا

بند کر دو۔

کلیانی نے بھی جرح نہ کر کہا۔ تم آئندہ یہاں مت آنا، اگر آتے تو میں تمہیں دھکے
دے کر نکال دوں گی!

یاد خان نے کہا۔ یہاں آئے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ جتنا کاکی سے ملنے سے
تم مجھے نہیں روک سکتیں۔

پھر وہ ابھی شرم کی بات!

یاد خان نے استہزاء سے کہنے میں کہا۔ خوب! اس کو پتہ میں بھی شرم و حیا پائی جاتی
ہے یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی!

کلیانی نے لا جواب ہو کر اسے گھور کر دیکھا۔

یاد خان نے مزید کہا۔ کلیانی! اگر اب تک تمہیں معلوم نہیں تھا تو جان لو کہ تم جس کو پتہ
تے تعلق رکھتی ہو یہاں صرف ایک ہی رشتہ ہوتا ہے، شرم اور تمہاری جتنا کاکی کہنے والی
تے ہیں اور ہم لوگ خریدار ہیں، جب جس پر طبیعت آئے گی قیمت ادا کر کے خرید
یں گے۔

کلیانی اپنی اہانت پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

یاد خان جاتے کے لئے جیسے ہی کڑا بولا کلیانی نے آگے بڑھ کر اس کا راستہ
رک دیا۔ بول ہو کر لوی۔ تم نے ہماری جس حیثیت کی بابت ابھی نشان دہی کی ہے، میں اس کے
بے شکر گزار ہوں۔ اس کے بعد وہ حلقہ کر کے کی طرف تھی اور دوسری طرف جتنا تک کر دیکھا اور
مفتوح ہونے کے بعد مضمون پہلے میں کہنے لگی۔ یاد خان! معلوم نہیں کیوں میں تمہیں چاہنے لگی
تھی نہیں نہیں معلوم کہ جب تمہارا سے چچا یہاں آئے تھے تو انہیں میں سے ہی یہاں سے کھائے
اور تدبیر کی تھی کہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے اپنی ماں کے پاس چلی گئی تھی، میرا خیال
یہ تھا کہ کاکی نے بھی اس خدشے کو محسوس کر لیا تھا اور اسی لئے انہوں نے میرا چال چلی اور تم
کے شکار ہو گئے۔

یاد خان بھی جو تک بڑا اور کلیانی کی باتوں کچھ سمجھ میں آئے لیکن۔ بولا۔ اب
کیا کیلئے کلیانی! اگر تم دعویٰ کر دو کہ میرے چچا کو سوا طرح مسرور کر دے تو میں بھی تم سے
بندہ کرنے کو تیار ہوں کہ اب میں جتنا کاکی کو نظر پھرے دیکھوں گا بھی نہیں۔

کلیانی نے جواب دیا۔ یہ ساری باتیں یوں کھڑے کھڑے نہیں ہو سکتیں، بلکہ کسی وقت

اکھاڑا، آخر میں بھی تو تم سے کچھ شکوک وعدے چاہوں گی؟

یاد دے جبرت اور موالیہ نظر دے لگایا تو دیکھا، کچھ وعدے؟

لگایا نے کہا، کل دوپہر کے بعد دو ساعتوں کے لئے کاکی تمہارے بچے کے ساتھ چلتے گی، تم اسی وقت آجانا، میں تم سے کھل کر کچھ باتیں کروں گی۔

یاد خانہ نے جبرت سے پوچھا، لیکن تم تو ابھی ابھی چلی آ رہی ہو اپنی ماں کے پاس سے، تمہیں اپنی کاکی کے منصوبے کا کس طرح علم ہو گیا؟

لگایا نے جواب دیا، یہ بات نہانی سے مجھے آئے ہی بتادی تھی۔

یاد خانہ کے لئے یہ انکشاف بھی نیا تھا کہ کاکی جتنا سے بچا تو قہر کے تعلقات میں ہیں۔ اسے جتنا سے بھی نفرت ہوگئی، جلتے جلتے آہستہ سے بولا، کل دوپہر کے بعد میں

آؤں گا، تم میرا انتظار کرنا۔

یاد خانہ رات کو دیر تک جاگتا رہا۔ بچانے اس کی بیوی اور بچی کو کچھ اس طرح غائب کیا تھا جیسے کبھی ان کا کوئی وجود ہی نہ تھا، معلوم نہیں کب اس کی آنکھ لگ گئی لیکن جب آنکھ

کھلی تو اس کے آس پاس کا منظر ایسا کچھ عجیب اور ہولناک تھا جیسا تو قہر سے اسے جھنجھوڑ چھوڑا تھا۔ ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا، وہ گھر کر بیٹھ گیا، اس کے آس پاس چھ آدمی

تھے اور ان سب کے ہاتھوں میں خنجر اور تلواریں پک رہی تھیں، ان کے چہروں سے بے رحمی آنکھوں سے غور غواری پیک رہی تھی۔ بچانے ہاتھ کا کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا،

اس پر دستخط کر دو۔

یاد خانہ نے لئے آزادہ تھا، اس نے خوف زدہ ہوتے بغیر پوچھا، اس کا کاغذ کیا رکھا ہے؟

پیر میں بتایا جلتے گا، بچانے کہا، پہلے دستخط کر دو۔

یاد خانہ نے تشکیک نظر دے بچا کو دیکھا اور جواب دیا، اگر دستخط نہ کروں تو؟

ایک وحشی آگے بڑھا اور غنچی کوک اس کے پہلو میں کچھ اندر اندر ڈال دی اور بولا،

تیرے لیے تو یہ خنجر جہان سے اندر داخل ہو جائے گا۔

دوسرے وحشی بھی ذرا قریب پہنچ گئے۔

یاد خانے کاغذ ہاتھ میں لے لیا اور اسے پڑھنا چاہا، یہ طلاق نامہ تھا جس میں

طرف سے یہ لکھا گیا تھا کہ وہ بخوش اپنی بیوی کو طلاق دے رہا ہے اور حق میں اپنی

اس کے نام منتقل کر رہا ہے۔ اس نے ایسا محسوس کیا جیسے اس کے پیچھے سے زس پھینک

رہا ہے اور آسمان سر پر آ رہا ہے، اس نے نہایت کرب سے کہا، یہ تو طلاق بیکس رکھا ہے کیا

نقد اسے مان لے گی؟

بچانے جواب دیا، تم دستخط کر دو، اگر نقد نہیں مانتے گی تو تم اسے اتار دے نقد

وعدم قرار دے دینا۔

یاد خانے سوچا اگر اس نے دستخط نہ کیے تو ظالم اس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ

رہے گی اور اسی وقت اس کی تلک ہوئی کہ وہ اس کے اور اگر دستخط کر دے گا تو نقد

اس کی رو سے اس طلاق کو کاعدم قرار دے دینے کا حق اور اختیار تو اسے حاصل ہی

ہے گا۔

اس نے بے بسی سے بچا کو دیکھا اور اشک بار آنکھوں اور لرزے ہاتھ سے کاغذ

پر دستخط کر دیے۔

بچا جب اپنے آدمیوں کے ساتھ واپس ہوا تو انہوں نے یاد کو تھکی دی، بولے

یہ میں نے عملی اس لئے کیا ہے، مجھے تمہاری طرف سے اس بات کا اطمینان نہ تھا کہ تمہارے

دستے ہوتے میرے بیٹے اور تو اسی کی زندگی محفوظ ہے، اب تم آزاد سی رہو، تم سے کوئی

دعا نہ ہوگا، میری بیٹی عفت کے دن گزار کر اپنے ماں کے لئے اسے احمد دان سے وابستہ

کراتے گی۔

یاد خانہ کیا بولا، وہ تو یہ بازی ہار چکا تھا۔ جب بچا چلے گئے تو وہ اٹھا اور دروازہ

کھولنے کی کوشش کی وہ باہر سے بند تھا بچا اپنے آدمیوں کے ساتھ اب بھی باہر موجود

تھے اور غائب انہیں یہ معلوم تھا کہ ان کے بچے ہی یاد باہر گئے کی کوشش کرے گا جیسے ہی

دروازہ ہلا یا باہر سے بچانے کہا، یاد خانہ اس سے دروازے باہر سے بند کر دے، میں تم کو

پہنچاؤں گا، فوری ساز کے بعد تمہارے کچے بغیر ہی یہ دروازے کھل جائیں گے اور باہر ایک

ت بھڑو خاص ذہن نشین رکھو کہ اگر تم نے انتقام لینے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ بہت برا

ہے گا۔ میں نے اس کا بھی بندوبست کر لیا ہے۔

یاد خانہ قبل از وقت کچھ بھی نہ کہنا چاہتا تھا۔ چپ چاپ بیٹھ رہا اور صبر سے

انتظار کرتے رہا۔ پہلو کے زخم سے خون رہ رہا تھا اور اس میں شدید سوزش ہو رہی تھی۔

صبح کچھ کھاتے جیسے بغیر ہی وہ گھڑے نکل گیا۔ دوپہر سے پہلے اس نے کئی

اور سے طلاق جبری کا مسئلہ پوچھا تو سمجھنے سے متفقہ یہ فیصلہ دیا کہ طلاق ہو چکی، یاد خانہ

تھا کہ اس طرح کیسے طلاق ہو سکتی ہے لیکن علمائے کہا کہ اگر تم طلاق نہ لے کر مستحق نہ کر سکتے تو طلاق نہ ہوئی، یاد رہے کہا کہ اگر میں دستخط نہ کرتا تو قتل کر دیا جاتا۔ علمائے کہا۔ وہ تو درست ہے لیکن قتل کیسے جانے کی صورت میں قاتلوں سے قصاص بھی تو لیا جاسکتا تھا۔

یاد رہے کہا۔ "قصاص کون لیتا؟ جن کو قصاص لینے کا حق پہنچتا ہے، وہی تو قاتل ہوتے؟"

علمائے کہا۔ "کچھ بھی ہو، یہی ہوتے ہیں کہتی ہے کہ طلاق ہو گئی؟"

اب یاد رکھئے دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ دو پہر کے خزاں میں بعد وہ کھیلانی کے پاس پہنچا۔ کھیلانی کو ابھی تک کچھ بھی معلوم تھا کہ اب یاد رکھ صاحب جاگیر نہیں رہا۔ رہا گا کی چا تو قریب کے ساتھ ہیں سہرے کے چلی گئی تھیں، گھر میں نہالی تھا اور کچھ ساز نہ تھے۔ پورے گھر پر سکوت اور سناٹا طاری تھا۔ کھیلانی اس کا انتظار کر رہی تھی۔

یاد رکھ خصوصاً گاڑیکے سے کوئے لگا کر بیٹھ گیا۔ کھیلانی اس کے سامنے جا بیٹھی۔ اب باتیں شروع ہوئی نہ ہوں تھیں کہ نہالی بھی آگیا اور خانا کے قریب جا بیٹھا۔ کھیلانی نے اتنے اٹھنا چاہا لیکن وہ نہ اٹھا۔ اسے اس خدمت پر کاکے نامور کیا قتلہ دونوں کو بے گناہ کرنا مشکل ہو گیا۔

یاد رکھ ان تو جیسے اپنے حواس ہی میں نہ تھا پوچھا۔ "ہاں اب جاکر نہیں مجھے کیا باتیں کرنا ہیں؟"

کھیلانی نے اشاروں میں بات شروع کی۔ "تمہاری بیوی کا کیا بنا؟ اختلافات کچھ کہ تمہاری بیوی چل رہی تھی، کہنے لگے۔" اس کے علاوہ بات

یاد رہے ہی چل رہے ہیں ابھی؟"

یاد رکھ ان کو اس ذکر سے تکلیف پہنچ رہی تھی، کہنے لگے۔ "اس کے علاوہ بات کرو تو اچھا ہے؟"

کھیلانی نے نیا سوال کیا۔ "حق ہوں جتنی مالیت کی تمہارے حق کے جاگیر ہے تمہاری بیوی کا حق میرا ہے؟"

ہاں؟ یاد رہے ہزارے سے کہا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ کیا آج اس موضوع کے علاوہ کسی موضوع پر گفتگو نہیں ہو سکتی؟"

کھیلانی نے گویا نیا موضوع چھوڑا۔ "آج تم خدمت سے زیادہ اکھڑے اکھڑے نظر آتے ہو کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ کیوں؟"

"ہاں بالکل پوچھ سکتی ہو؟" یاد رہے کہا۔ "بس یہ سمجھ لو کہ میں نہ نہ گئی

باز ہوں؟"

"کیوں، آخر میری توبہ؟"

یاد رہے پوچھا۔ "کھیلانی، تم ایک بات بتاؤ اور دیکھو خوب میں لاگ نہ بیٹھ ہوں ہوتی چاہیے؟"

"پوچھو؟"

یاد رہے کہا۔ "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں نے اپنے بیوی کو طلاق دے دی

اس کے حق میں میں اپنی جاگیر اس کے نام کر دیا اور اس وقت میں بالکل قلاش ہوں تو تم میرے ساتھ کیسا سلوک کر دو گی؟"

کھیلانی کو اس کی باتوں پر تھیں نہ آیا۔ پوچھا۔ "میں نہیں کہتی کہ تم اتنی بے رحم ہو سکتے ہو؟"

یاد رہے اس وقت میں آسو میرے کہا۔ "تم میری یا تو بے رحم ہو کر دیا کہ نہالی میری صاحب کچھ ہو چکا اب میں بالکل مفلس و قلاش ہوں کیا ان حالات میں بھی تم میرا ساتھ کر سکتی ہو؟"

کھیلانی کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آ رہی تھیں۔ نہالی کی سمجھ میں یہ باتیں نہیں آ رہی تھیں۔ یاد رہے محسوس کر لیا کہ نہالی ان دونوں کی مخموری کی خدمت پر نہ تھی اس

نے تو اسے فقہ آگیا، نہالی کو غصے سے مخاطب کیا۔ "تم میرا بقول بیٹھتے ہو، اب میں تمہاری مفلس نہ تھی ہوں، مجھے بالکل نہ ڈرو اور ذرا میرے لئے یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

کھیلانی نے بھی اسے آنکھیں دکھائیں نہالی باہر چلا گیا۔

یاد رہے صبح کچھ صاف صاف اسے بتا دیا تو کھیلانی نے لرز گئی سے کہا۔ "اے

بات میں اگر میں تمہارے ساتھ چلا بھی جا ہوں تو تم مجھے کہاں سے لے کرے، تمہارے پاس نہ

کھلے کو رہے ہو، تم میرے ساتھ نہ چلاؤ، چیلے ان دونوں کا کوئی انتقام کر لو، اس کے بعد میرے

ان آچھ میں کچھ سوچوں گی؟"

یاد رکھ خان کھیا کہ کہنے لگے بولا۔ "میں تو تمہارے بلا دے ہر اس وقت آگیا تھا کہ تم لوگوں کی فطرت سے واقف ہوں؟"

کھیلانی چیر گئی اور خفا ہو کر بولی۔ "اس وقت تم میرے شان ہو اس لئے معقول باتیں

نہادی سمجھ میں نہ آتی تھیں؟"

یاد رکھ خان نے اٹھنا چاہا تو کھیلانی نے کہا۔ "یاد رکھ ان باتیں کرو یا نہ کرو

میں سچ آتی ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے لیکن میرا خاندان ایسا ہے جس کی محبت کا یقین
میں نہیں کیا جاتا اگر تم میرا امتحان کرنا چاہو تو جب کبھی تم سر چھپانے کی جگہ مائل کرو اور عادی
حالت میں مدھار نو فریب سے پاس آجانا، میں کسی بھی طرح یہاں سے نکل چلوں گی۔“

یادو خان نے یقین نہ کرنے کے بدلے پیچھے ہٹ کر کہا: ”شکر ہے۔ لیکن میں بھی نہیں دھوکے
میں دکھنا پسند نہیں کرتا۔ میرے دل میں تمہارے لئے انسیت ضرور ہے لیکن شاید اس محبت
نہیں کہا جاسکتا اتم مجھے اچھی لگتی ہو لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے کہ اس دنیا میں تہہ نہ
کو اتنا احسن ملا ہے اور بھی حسین شکلیں ملیں گی، اور جب مجھے دہشت کا شکار نہ اور ذرا
معاش بستر آجائے گا تو کیا ضرور ہے کہ میں تمہی سے ملنے کی فکر کروں اور تم پاس ہو تو میرا
کی کیا کمی؟“

کھیاں کے دل کو ان کھری کھری باتوں سے سمعت چوٹ لگی۔ بولی: ”تم صرف
عورت اور شباب کی ہوس رکھتے ہو، اتم محبت کے پاکیزہ جذبے سے بالکل واقف نہیں
پھر کچھ رک کر کہا: ”اسی لئے تو تم کو مجھ میں اور جتنا کافی میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوتا۔
وہ آئندہ ہو گئی اور اس کے ہونٹ تھر تھرتھرتے گئے۔“

یادو خان نے کبھی بار بار اٹھنا چاہا لیکن کھیاں نے اس ملاقات کو آخری سمجھ کر اسے
نہ دیا، یہاں تک کہ جتنا کافی بھی غم پھیر کر آگئیں۔ یادو خان سے جیسے ہی نظریں ملیں انکا
نے ہنس کر پوچھا: ”یادو کیسے ہو؟ خیریت سے تو ہو؟“

یادو نے پھینکے پیچھے میں خواب دیا: ”خیریت کہاں؟ اس دنیا میں خیریت کہاں ہے
چوں اپنا مہینہ چاک کر لیتے ہیں اور ہوا مضطرب باد خاک اڑاتی پھرتی ہے؟“

جتنا کافی نے کھیاں کو مٹ جانے کا اشارہ کیا وہ چپ چاپ چلی گئی تو انہوں نے
ایک دنیا میں خیریت ڈھونڈ لی: ”یادو کو ایسا محسوس ہوا جیسے چولہا بج رہا ہو۔ اس کا گنہ گرد
اب جتنا کافی گھر کی ساری درد داریہ کر رہی تھی جس کی ٹیگن کاکی سے بالکل برعکس سوائے
کئی دن ہوئے میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے محبت نہ دے بناؤ بندہ دلہن کا اتحاد ہے جس کا
بندہ جس کی شکل مور کی طرح ہوتی ہے درد کا توں میں پہنے جاتے ہیں بہت سی چاہت
ہے کہ انہیں پسندوں، تم نے ان کی فراہمی کا وعدہ بھی کر لیا تھا لیکن پھر شاید بات
سے نکل گئی؟“

یادو خان نے اپنی بدلی ہوئی حالت کا اظہار کر دیا۔ سب کچھ بتا کر کہنے لگا: ”جہاں
تھیں اپنی فرمائشوں کی تعبیل کے لئے کچھ دنوں انتظار کی ذمہ داری کرنا ہوگی۔ مردست میں ان

حالات میں نہیں ہوں کہ تمہاری یہ حقیر خواہش پوری کر سکوں؟

جتنا کافی نے لگا میں بدلیں گے مردی سے لولیں۔“ تو جتنا کافی جب آپ ان سے
حالات میں مبتلا ہو چکے ہیں اور آپ بھی کچھ نہیں رہا تو کیا ضروری ہے کہ تمہاری بیٹی بھی بدستور
کرتے رہیں یہ جگہ جہاں آپ اس وقت شریف فرما ہیں، بازاری کی طرح ہے اور تم کے بغیر
بازار جانے کا خیال ہی دل میں نہ لانا چاہیے۔ آپ تو جتنے ہی ہیں کہ ہم لوگوں نے اس ذلیل
پیسے کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کر رکھا ہے، یہاں کسی تلاش یا محنت کے لئے کوئی جگہ
نہیں ہوتی؟“

یادو خان پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ خود اٹھ اٹھ گیا۔ بولا: ”جتنا عاف کرنا اب تک
تو میں اس غلط فہمی میں تھا کہ شاید تم مجھے چاہتے ہو لیکن میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم
مجھے مردقت، ہوشیار کر دیا۔“

جتنا کافی نے قبیلہ کی طرح زبان چلائی، بولیں: ”چاہتے دہشت کا کھیل شریف
زادیاں ہی کھیلتی ہیں، ہم فہرے کا رو بار ہی لوگ، گھوڑی گھاس سے آشنا ہی نہ کہے گی تو
کھانے کی کیا؟“

یادو خان نے ایسا محسوس کیا جیسے کوہ گردش میں ہو۔ روکھڑے قدموں سے باہر
نکلنا اور ایک طرف روانہ ہونا، کہاں اور کیوں جا رہا ہے؟ اسے کچھ پتہ نہ تھا۔

وہاں سے نکل کر اس نے ایک جوا کھیلنا پسند کیا۔ اگر سے پر یا ہر کا قبضہ ہو کر تھا،
لوہیوں کی حکومت غم ہو چکی تھی لیکن پھانوں کا حسن خان میوانی اب بھی بہت نہ لانا تھا
اور حکومت کی پانڈیا کی کی کوششیں کر رہا تھا، اس نے مانا سانگا سے معاملہ کر لیا اور جہاں اور
راجپوت آپس میں اتحاد کر کے اس نے مکمل حملہ آور خان کو ہندوستان سے نکال باہر کرنے
کی کوششوں میں مصروف تھے۔ اس آؤ پرش میں یادو خان چاہتا تو باہر کے مخالفین کا ساتھ دیتا
کیونکہ اس طرف اس کے ہم قوم تھے اور فتح کے زیادہ امکانات بھی اچھے کے حق میں تھے لیکن
اس نے باہر کا ساتھ دینا طے کیا۔ اس کا چچا تو قہر مانا سانگا اور حسن خان میوانی کے ساتھ تھا۔
آٹا دانہ اگر سے، میرا اور اس کے گزند پیش کے صاف سقڑے اور میرا من مطلق پرنگ
کی بھیاں گھٹا تیں بھاتے لیکن، آبادیاں جنگ کی تباہ کاریوں سے بچنے کے لئے ادھر ادھر
منتقل ہونے لگیں، لیکن تو قہر خان کو حسن خان میوانی اور مانا سانگا کی فتح اور شکست کا
یقین تھا، اس نے اپنی خاندان کی منتقلی کو غیر ضروری سمجھا، اب تو قہر خان معنی ایک

سیاہی تھا، افغان سپاہی شیشہ و سنان کو اذیت حاصل ہو گئی تھی اور طاووس درباب کو عقبہ میں ڈال دیا گیا تھا۔

یاد افغان کے بھی میں کئی بات آتی کہ وہ کیا دن کے پاس جاتے اور جتنا کاکی سے ملے مطلقہ ہوئی اور بھی کو بھی دیکھنے کو بیجا ہوتا تھا لیکن ان سب کے خلاف نفرتیں اس کے ذہن پر لیتی تھیں۔ وہ باہر کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے داخل ہوا اور چند ماہ کے اندر ہی ایک ہزاری منصب حاصل کر لیا اب اس کے پاس رقم بھی تھی اور اعزاز بھی۔ جب زیار ولی گھبرانا اور فضائی خواہشات تلک کر تیں تو وہ کھلیا۔ بیوں اور جتنا کاکیوں کے پاس چلا وہ اب شادی بھی نہیں کرنا چاہتا تھا اسے عورت سے نفرت ہو گئی تھی اور وہ اسے بڑی بڑا رکھنے کو تیار نہ تھا۔

جمادی الآخر کی و تارخ تھی اور شگل کا دن — کہ باہر نے اپنی چوبیس ہزار فوج صف بندی کی۔ پھر بالہ تارخ کو اس نے یہ جگہ چھوڑ دی اور دو میل آگے بڑھ کر میانہ کے قریب قصبہ کاوہ میں مقیم ہو گیا انہیں ان لوگوں نے خبر بھی کھڑے نہ کی تھے رانا مانگا اور حسن خان بھائی کی افواج کھڑے کھڑے کی طرح نمودار ہوئیں، گردوغبار میں سورج چھپ گیا اور زمین لرزہ لگی، ہاتھوں کی قطاریں سب سے آگے تھیں اور اچھوتوں اور چٹھانوں پر شعلہ دو لاکھ توپوں اور دو ہزار جنگی ہاتھی باہر کی چوبیس ہزار افواج کے سامنے کھڑے اس کی قلت کا مذاق اڑا رہے تھے، منسلک کی ہمتیں جواب دینے لگیں لیکن باہر اپنی تقسیم مردوں سے ان کو کچھ نہ بھرھاتا رہا۔

دو دن فوجیں اندر ہی طوفان کی طرح آگے بڑھیں اور ایک دوسرے میں گھٹ گئیں نعرے، شہر پکڑا، زینوں اور دم توڑتے مریضوں کی چیمبریں میدان کو سر پر اٹھاتے رہی تھیں یاد خان اپنے گھوڑے کو اڑھائی دوڑا اور کچھ فوج خان کو تلاش کرتا رہا بڑی مشکلوں سے قلعہ کے قریب بیسویں میں تو قریب کھلک دکھائی دی۔ وہاں تک پہنچنا آسان کام نہ تھا۔ اس نے کان میں تیر ہوٹا اور نشانے لے کر تیر جو چھوڑا تو وہ تو قریب کے حلق کو چھید کر دوسری طرف نکل گیا تو قریب جتنا ماکر کر گیا اس نے لب پہنچ کر کہا: ”حاصل کتاب برابر ہو گیا یہ تھا میرا انتقام“

اس نے سوچا اب جب کبھی اسن ہو گا تو وہ اپنی مطلقہ بیوی اور بچی سے ملے قریب جلتے گا ادب انہیں ملنے سے کوئی بھی نہ روک سکے گا۔

شام کے ہوتے ہوتے قیسمت کا فیصلہ باہر کے حق میں ہو چکا تھا حسن خان نے فتنہ ہوا اور ملتا ملتا جان بچا کر بھاگ نکلا قریب و جوار کی دشمن بیسیوں میں آگ لگا دی گئی

اندان کی آبادیوں کو تیرے کمر دیا گیا اور اس میں بچے بوڑھے جوان، بیمار، عورت اور بچہ کوئی ذیال نہ رکھا گیا۔ باہر نے حکم دیا کہ مقتولوں کے سروں کا ایک مینار تعمیر کیا جائے، آنا ڈانا سروں کا مینار کھڑا کر دیا گیا۔

یہاں تو قریب کا سر بھی مینا سے بٹ گیا۔ یاد نے پچا کے مرکوب پر پاں لیا ہلکا ٹوچھیں اور ایک مثنوی داڑھی میں سازش اور بددیانت چہرہ دور سے پہچانا جا سکتا تھا اس نے قریب واکر چاکے منہ پر تھوک دیا اور کہنے لگا: تم نے مجھ پر ظلم کیا تھا خدائے تمہیں اس کا بدلہ دیا کہو لب کس حال میں ہو اور تم پر کیسی گز رہی ہے؟

چہرے نے کوئی جواب نہ دیا۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن بصارت سے محروم تھیں، کان اپنی جگہ رہتے لیکن سن نہ تھے۔ کئی دن بعد وہ ہمت کر کے اپنے آبائی گھر گیا لیکن اب وہاں کچھ بھی نہ تھا پوری آبادی قتل کی جا چکی تھی انہیں اس کی بیوی اور بچی بھی شامل تھی کھائی کا کھڑ کو موجود تھا لیکن وہاں مستفس ایک بھی نہ تھا۔ اس کے بچہ دل پر اس انقلاب کا کوئی اثر نہ ہوا وہ فوج میں واپس گیا اور اپنے خزانے پوری تن دہی، مستندی اور خوش اسلوبی سے انجام دینے لگا اس طرح ایک سال گزر گیا۔

ایک دن وہ باہر کے دسترخوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا باہر کے لوگوں کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں اور کھانے کے لئے ہاتھ نہایت ادب اور تکلف سے اٹھ رہے تھے باہر کے قریب ایک قاب میں حلوے عیسوی کوئی چیز نہ تھی، شریک طعام ایک پٹھان نے اس قاب کو بے تکلفی سے اٹھایا اور ابھر اڑھ چمچے کی جستجو میں نظر و قدانی جب چہا نہ مل سکا تو اس نے کمر میں اڑھتے ہوئے خنجر کو نکالا اور اس کی نوک سے قاب کی حلوہ نکالتے کھانے لگا۔ باہر نے اندیدہ لگا ہی سے اس جزیری پٹھان کو دیکھا اور اپنے ذہن سے کہا: ”میں اس پٹھان میں سرکشی اور خرد کے آثار ملے ہیں، لیکن نہ اسے گردانہ کر کے قید خانے میں ڈال دیا جائے باہر نے بات ترک کی یہی تھی لیکن پٹھان اس کے لب لباب کو پالیا کھانے کے بعد وہ باہر نکلا۔ یاد خان اس کے پیچھے پیچے لگا تھا تھا۔

یاد خان نے اسے مخاطب کیا: ”دوست! کیا میں آپ سے تپ کا تدارف پاہ سکتا ہوں؟“

پٹھان نے جواب دیا: ”میرا نام فرید خان ہے میں بھی پٹھان ہوں: یاد خان نے پوچھا: ”آج کھانے کے دوران کچھ بدرگاہی ہو گئی؟“ اس نے جواب دیا: ”ہاں یہ نعل خود کو معلوم نہیں کیا سب سے بڑا ہم توہر جلتے“

شیرخان

کہ اگر ہمارے پٹھان بھائی ایک ایک کر کے ادا ہوا ساتھ دے جائیں تو میں ان مغلوں کو یہاں سے اس طرح نکال باہر کروں جس طرح دودھ سے گھٹی نکال دی جاتی ہے؟
یاد رکھو اس کی یادوں میں خوش نہیں محسوس ہوتی، ضرورت سے زیادہ خوش نہیں
نے پلو چھا۔ "تم جا لہاں رہتے ہو؟"

پٹھان نے جواب دیا۔ "اپنی جاگیر جو بنوڑ، پھر وطن ہمسرا چلا جاتوں گا اگر مجھے مغلوں کے دوبارہ میں تھیرنے سے خطرہ محسوس ہوتا ہے" اس نے جاتے جاتے پوچھا
تم بھی پٹھان ہو؟

"ہاں! یاد خان نے جواب دیا۔ کیوں؟"

فرید خان نے کہا۔ اگر کبھی تم پر دقت پڑے تو ہمارے پاس ہمسرا چلے آنا
فرید خان کے علاوہ شیرخان بھی کہتے ہیں؟

فرید خان چلا گیا یاد خان کو اس پٹھان میں کچھ غیر معمولی خصوصیات نظر آئیں
اس نے سوچا کہ اگر واقعی اس پر کوئی دقت پڑا تو وہ ضرور ہمسرا جاتے گا۔ یاد خان نے
شیرخان کے جانے کے بعد تین سال باہر کی خدمت میں گزار دیے اور اس درمیان اس
کوئی بار یہ کوشش کی کہ اس کی جاگیر وراثت ہو جائے لیکن ناکام رہا۔ اب وہ جاگیر کو
مغل سردار کے نام منتقل ہو چکی تھی۔ یاد جیسے دوسرے کئی پٹھان سردار اور منصب دار
محسوس کر رہے تھے کہ ان کے ساتھ نا انصافی ہو رہی ہے یا نا قدری کے شکار ہیں، ہندو
کے خود مختار دیہادوں کا رخ کر رہے تھے۔ یاد نے سن رکھا تھا کہ ننگال اور بہار کے
حکمران آبادیاں نیم آباد زندگی گزار رہے ہیں، ہمسرا میں اس کا پٹھان دوست شیرخان موجود
لیکن وہ خدمت شیرخان کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا، ہمسرا میں پہلے برادری کے جنوب
چتر گڑھ تھا جہاں مغلوں ابراہیم لودھی کا نمائندہ تاج خان نامی افغان اب بھی حکمران تھا
سننے میں آیا تھا کہ اس کے پاس سابق ہندوستانی شہنشاہ ابراہیم لودھی کا خزانہ اب بھی محفوظ
ہے، یاد خان نے چتر گڑھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

چتر گڑھ جانے سے پہلے وہ اپنی جاگیر میں گیا، اب اس کی حویلی میں کوئی سہ قند
رہ رہا تھا، یہاں سے وہ گلیائی کی طرف گیا، اب وہاں گلیائی اور جہنا کا کی کی جگہ گلیائی کی ماسوا
اس کی دیواروں پر رہی تھیں۔ گلیائی کی بابت اسے یہ معلوم ہوا کہ دار الحکومت کے آگے
کے ہنگاموں سے تنگ آکر ہندوستان کے کسی برصغیر علاقے میں چلی گئی ہے، اب جاگیر
میں دل چسپی کی کیا چیز باقی رہ گئی تھی؟ اس نے خاموشی سے مشرق کا رخ کیا۔ چتر گڑھ اس کا

شیرخان

تاج خان نے اس کا پرورش استقبال کیا اور اسے اپنی مصاحبت میں لے لیا۔ یہ جری
نفاذ ہو گئی۔ یہاں کا قلعہ جڑا مستحکم تھا تاج خان مغلوں کی بابت معلومات حاصل کرتا رہا۔
شیرخان کے جلدیابہر ویرمغل حکمران چتر گڑھ کو بھی اپنی طرف سے کشش نہ بنائیں گے، وہ یاد خان
اس خطرے سے محفوظ رہے کہ شہر کے شہر کے ساتھ یاد خان نے شہر دیکھا اس پاس کے
حکمران اور قلعہ داروں کو مغلوں کے خلاف متحد ہو جانا چاہیے۔ لیکن یاد خان یہ بھی خوب
تاکر اس کے اس مشورے پر پٹھان عمل نہ کر سکیں گے، خود تاج خان کی اپنی اولاد
میں بھی بن رہی تھی۔ تاج خان کی کئی بیویاں تھیں لیکن ان میں سب سے چھوٹی اور نامی بیوی
یاد خان کی تاج خان کی ملکہ بنی ہوئی تھی۔ یاد خان کو یہ جان کر برا لگا کہ چتر گڑھ میں بھی
یاد خان کی اولاد اور خلاف کا سبب بنی ہوئی ہے۔

اس نے چتر گڑھ میں کئی برساتیں گزاریں، یہاں زندگی گزارتا وہ پھر پرانے چھوٹی
ادی میں کوئی یاد خان حسن نہ تھا، اور نفرت کے یاد کو وہ عودت کی ضرورت شکت سے محسوس
رہنے پر مجبور تھا۔ جب وہ تاج خان کی مصاحبت میں آتا اور تاج خان سے جوڑیوں کے
نکٹے باز مزہ بات چیتوں کی آوازیں سنائی دیتیں تو اس کی بڑی بری کیفیت ہو جاتی اس پر ایک
دوسرے سا بڑا آدمی میں آتا کہ وہ دیوانہ وار تاج خان کے چھوٹے سے دل سراپا محسوس جاتے
رہتوں کے دے بندھ سیل نضائی کے بندھوں دے لیکن اس کے انجام پر فرید خان تو سلا
شیرخان کے ساتھ پڑ جاتا۔ تاج خان اس کی اس کیفیت کو کسی نہ کسی طرح محسوس کر رہا تھا ہمیشہ
یاد خان دیتا کہ "یاد خان شادی کر لو؟"

یاد خان کہتا۔ "عودت نے میرا ہمت دل دکھایا ہے، اس برس میرا اعتبار
کے کیا ہے؟"

تاج خان ہنس دیتا۔ اور جواب دیتا۔ "بے خوف! اس دنیا میں قابل اعتبار کو کوئی
نہیں ہے، ہر شے قابل اعتبار ہے!" اس کے بعد وہ اپنے جوان لڑکوں کا ذکر پھر دیتا
کہتا۔ "میں تو ان پر بھی اعتبار نہیں کرتا، دولت اور جاگیر کے لئے یہ اولادیں کبھی دقت
کے ہلاک کر سکتی ہیں!"

یاد خان کو اس برقیقہ زان اور ہنس کر کہتا۔ "تم تو سمجھ سے زیادہ دہی نکلے؟"
تاج خان کہتا۔ "اولاد کو بھی سمجھو، دولت، جاگیر، حکومت، موسم سردی
ان، چھین، ہوائی، برہا پاد اور زندگی ان میں سے تم میں ہر اعتبار کر دو گے؟ یہ بھی ناقابل

اعتبار ہیں، پہلے شکوک اور ادہام میں مبتلا ہو کر چند دفعہ عیش و عشرت کے لطف کو بذرِ زہر نہیں کرنا چاہیے۔
یادِ رخاں چپ ہو جاتا۔

ایک دن یادِ رخاں نے عورت کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا۔ تاجِ خانہ سے اسے بے چینی اور اٹھنا کو محسوس کر لیا، اس نے یادِ رخاں کا سامنا ایک ایسی عورت سے کر دیا جو جوانِ شباب کا بیکہ تھی، عمر کوئی پچیس یا پچیس سال رہی ہوگی، اس کا شوہر مرنے چکا تھا اور اس شوہر سے ایک لڑکا بھی تھا۔ سات آٹھ سالہ یونس خان۔ یہ عورت یادِ رخاں کو پسند آئی اور تاجِ خانہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا لیکن اسی رات کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے یادِ رخاں بہت غمزدہ ہو گیا۔

یادِ رخاں کی رہائش تاجِ خانہ کے بالکل قریب ہی تھی۔ بندوق کا جھوکہ ترسا یادِ رخاں درمیانک جاگتا جاگتا کتاہا رات کے پچھلے پچھلے غل ملنے ہوا۔ پہرے دار بڑے بڑے کر دایلا کر رہے تھے۔ "ملکہ لاؤ دنگل کر دی گئیں۔ ملکہ لاؤ دنگل کر دی گئیں۔ ملکہ لاؤ دنگل کر دی گئیں۔"

یادِ رخاں نے جلدی جلدی کر پتے اور تلوار لے کر باہر نکل گیا وہاں لوگ مشغولین تھے اور ہر اٹھ بھاگے پھر رہے تھے، اچانک ایک طرف سے ایک نوجوان بھاگتا ہوا آیا، اس کے ہاتھ میں خون آلود تلوار تھی، تھوڑی دور سے بھاگتے ہوئے تاجِ خانہ کی آواز گونجی۔ "مکھڑ جاتا ہے مردود، میں آگیا ہوں تجھے جہنم داخل کرنے۔ اپنی ماں پر ہاتھ اٹھاتے تجھے مشر مرنے آئی؟"

نوجوان ٹپکے، مشعلوں کی روشنی میں مادرِ خانہ نے اسے پہچان لیا، یہ تاجِ خانہ کا بڑا بیٹا تھا۔

اس تاجِ خانہ بھی قریب آچکا تھا لڑکے نے باپ سے فطنت میں کہا "دایں جاؤ، زہر میں نہیں بھی قتل کروں گا۔"

تاجِ خانہ نے پوچھا۔ "تو نے اپنی سوتیلی ماں پر ہاتھ کیوں اٹھایا؟"
لڑکے نے جواب دیا۔ "اس نے ہمیں دیوانہ بنا رکھا تھا اور اس کے ہوتے ہوتے ایوں اپنی دولت احد جاگیر پر کوئی اختیار نہ تھا۔"

تاجِ خانہ پر محبت پروری عادی آنے لگی، وہ چاہتا تو بیٹے کو زخمی کر سکتا تھا لیکن اس کے ہاتھ کی توت جیسے زائل ہو گئی، مشعل بردار اور پہرے دار بھاگے چلے آ رہے تھے لڑکے نے ان کی آمد سے پہلے ہی تلوار کا ایک بھر پور وار باپ کی گردن پر رسید کیا جس سے

وہ لمول اور افسردہ بیوی کے پاس واپس گیا۔ چند لمحوں میں پیش آنے والے سانے کا ذکر کیا اور پھر خاموش خاموش قدم اٹھاتا ہوا اس کمرے میں چلا گیا جہاں اس کا سوتیلا بیٹا یونس خان سو رہا تھا۔ وہ شامی شمع اس کے سر پہلے روشن تھی، سانسوں کی آمد و رفت سے اس کا سینہ اور پیٹ مددِ جزئی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ دائیں طرف کھڑے ہو کر وہ کچھ دیر ٹنگی بانٹتے اسے دیکھتا تھا، اسے ایسا لگا جیسے یونس خان جوان ہو چکا ہے اور تلوار تلے اس پر حمل آور ہو رہا ہے اس کے ہی میں آئی کہ وہ یونس خان کا گلہ دیا دے۔ پیچھے یونس خان کی ماں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی وہ آہستہ آہستہ یونس خان کے گلے کی طرف جھکا پیچھے عورت کے تنفس میں شدت پیدا ہو گئی وہ پیش آنے والے خطرے کی بوعسوی کر پکی تھی۔ یادِ رخاں کے ہاتھوں نے جیسے ہی یونس کی گردن کو گرفت میں لیا، عورت چیخ کر اس سے ہٹ گئی۔ "یادِ رخاں! تم یہ کیا کر رہے ہو؟"

یادِ رخاں ہوش میں آگیا ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی رہی اور اپنے چہرے کو کچھ اندھ بھکا کر دونوں ہوشِ یونس کے رخسار پر رکھ دیے اور اسے پیا کرتے لگا۔

عورت بار بار پوچھ رہی تھی "یادِ رخاں! تم یہ کیا کر رہے ہو؟"
یادِ رخاں نے جذباتی آواز میں جواب دیا۔ "تمہارے بچے کو پیا کر رہا ہوں؟"

عورت نے جلدی سے کہا، لیکن اب یہ تمہارا بھی تو ہے؟"
یادِ رخاں نے تلکھا اور دھماکا۔ "ہاں یہ اب ہمارا بھی ہے؟"

یادِ رخاں وہیں ایک طرف بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اس طرح ایک دن اس نے اپنی بیٹی کو بھی ہلاک کرنا چاہا تھا، کیوں کہ اس وقت یادِ رخاں کے خیال میں لڑکی عزت و آبرو کی دشمن تھی لہذا کسی کا خمر ہونا سمجھنا ناپسند کرتا تھا، لیکن آج تاجِ خانہ کے قاتل بیٹے نے اس کی سوچ کا رخ بدلا دیا تھا، لڑکی عزت و آبرو کی دشمن ہوتی ہے تو لڑکا جان اور مال کا۔ تاجِ خانہ بڑھکتا تھا اس دنیا کی ہر شے ناقابلِ اعتبار ہے۔

عورت یادِ رخاں کے فکر مند سوچ میں ڈھبے ہوئے چہرے کو دیکھتی رہی آخر کچھ سمجھ کر آتا ہی کہہ سکی۔ "پیرا بیٹا یونس خان ایک شریف باپ کا بیٹا ہے، یہ تاجِ خانہ کے بیٹے جیسی کوئی ہو حرکت نہ کرے گا تم اطمینان رکھو۔"

تات خان کا قتل پیشا پیکر اگلا لاڈلوں کے معمولی دشمن ہوئی تھی علت معلوم سے شیک ہو گئی قتل کے امر اور دانشمندوں نے سوچا کہ اب تات خان کی موت کے بعد قتل کی حفاظت بہت مشکل ہے انہوں نے اس کا یہ حل نکالا کہ لاڈلوں کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ ہسرام کے شیر خان سے شادی کر کے قتل کا نظم و نسق اس کے حملے کو دے، لاڈلوں کو ہوتی اندر یہ کام بہت جلد ہی انجام پایا شیر خان یا دوسرے مل کر بہت خوش ہوا اور اسے اپنی فوج کے ایک باندہ کی سرداری بخش دی۔

آگے میں باہر کا انتقال ہو چکا تھا اس کی جگہ ہلاکوں تخت نشیں ہوا اب جو زندگی کا طوفان عہد شروع ہوا تو ایسا لگا جیسے کبھی ختم ہوا نہ ہوگا شیر خان کی ہلاکوں سے آویزش شروع ہو گئی یا دہ خان کے شب و روز مختلف محاذوں پر گزرتے گئے۔ ہلاکوں چار گروہ کی طرف بڑھا تو شیر خان نے دہتاس پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ کئی سال کی کشمکش کے بعد دہتاس کے شمال میں جو سال جنگ میں ہلاکوں کی شکست فاش نے شیر خان کو شیر شاہ بنا دیا۔ یا دہ خان جوش و خروش سے شیر خان کا ساتھ دے رہا تھا اسے اپنی جاگیر سے یاد رہی تھی، اور اسے یقین ہو چلا تھا کہ اگر شیر خان فوجات کا دائرہ اسی طرح وسیع ہوتا تو آگے نیا دہ دھندلے زیادہ دنوں کا نہیں ہے۔

پھر ایک دن شیر خان نے اسے یہ خوش خبری سنا کہ رات خواب میں میں ہلاکوں کے ساتھ رسول اللہ کے دیلمے میں پہنچا۔ حضور نے ہلاکوں کے سرے تات اتار کر میرے سر پر رکھ دیا ادب ہدایت کی کہ شیر خان! عدل و انصاف سے حکومت کرنا۔ خواب بیان کر کے شیر خان نے کہا: اب میں ہندوستان کی بادشاہت تک پہنچنے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔

دہتاس کا آخری مقابلہ قنور کے قریب دہتاس کے لگنے کے کنا سے ہوا ہلاکوں فوج ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی اور شیر خان سپاہ پچاس ہزار پروردگار کا دل بڑا۔ ہلاکوں شکست کھا کر فرار ہو گیا اور شیر خان آگے بڑھ کر آگے میں داخل ہو گیا اب وہ شیر خان نہیں شیر شاہ تھا۔ شاہ عالم شیر شاہ کو کہہ کر اس نے اپنے تئیں ہی خطاب پسند کیا یا دہ خان تقریباً تیرہ چودہ سال ادھر ادھر گھوم کر پھر اپنے وطن واپس آ گیا تھا۔ وہ اپنے چہل اسکا طرح دواں دواں تھا اس کا آٹھ سالہ بیٹا خان اب تقریباً چار سال کا ہو چکا تھا عجیب وہ اپنی بیوی اور بیٹے کو اسے کوئی جاگیر نہ دیا تو کسی بھی چیز میں اب یہاں کوئی نقصان نہ تھا اور اعلان تھا اس کے قتل میں تھا ابھی وہ چھپنے سے بیٹھا ہی تھا کہ اسے تین سال کے لئے پھر باہر جانا پڑ گیا۔ شیر شاہ مختلف محاذوں پر راتجا

یا دہ خان کو بھی اس کا ساتھ دینا پڑھا تھا۔ اس کی طبیعت جنگ و جدل سے الجھنے والی تھی اس نے ان معرکوں میں اپنی بار بار اسے قتل کھلتے تھے کہ زندگی سے الٹا ہو گیا تھا اس نے شیر شاہ سے درخواست کی کہ اسے چند سالوں کے لئے جاگیر میں دالیں جانے کی اجازت مرحمت دیا جائے۔ شیر شاہ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

اپنی حویلی میں داخل ہوتے ہی اس نے پہلی بار لاکھ اندر مردیم میں گزرتے ہوئے دیکھا۔ وہ سالہ سے نشیب و فراز میں سے گزر چکا تھا باری بار آتے رہے، بیوفا کا بے گناہ بچی، عیاد اور لالچی چچا بھی یاد آئے اور اس کی کھکھیں نم ہو گئیں اس کی یہ ساری بیوی بہت اچھی تھی۔ اور اس سے ابھی تک کوئی شکایت نہ پڑا ہوئی تھی، انیس سالہ اس بھی حد درجہ سعادت مند نکلا تھا۔ وہ اپنی سی زندگی سے بہت خوش اور مطمئن تھا۔ وہ اس کو لے کر جاگیر میں ادھر ادھر نکل جاتا اور خدوں میں کمر لگوا کر اس وقت کرتے، جب اس کے پیچھے چھوڑ دیتا تو یا دہ خان بہت جلد اس پر بہت خوش ہوتا۔ اس نے بڑی کو یہ یاد کروں میں طاق کر دیا تھا۔

اس نے کئی بار ہندو کے دختروں کے چھتے میں کھیلوں والے اس مکان کو دیکھا وہاں کیانی اور چونا کا کتا کتا تھیں اور آخری معرکے کیانی کی اس اپنی دوشیزوں کے ساتھ کمر بستہ گئی تھی، پھر آہستہ آہستہ اس میں یہ تیرہ لڑکے پیدا ہوئے کہ وہ ہر مذہب کی کسی وقت ادھر سے گزرتا خود انکی باری چاہا کہ وہ گھوڑے سے اتر کر نندہ جلتے لیکن کچھ سوچ کر ہٹا۔

مردیاں شلب پر تھیں، صبح شام بیٹھتی بنے لگی تھی اپنا تذکرہ سات تاریخ تھی گزرتا تھا اور سردرات ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا۔ وہ آگے سے واپس آ رہا تھا عجیب وہ لڑکے مکان کے پاس سے نکل رہا تھا تو اسے لگنے کی آواز سناؤی، اس نے بے لڑوہ کھڑوے لگا لٹھنی لگا لٹھنی لگا لٹھنی لگا لٹھنی کی پشت پر بیٹھے بیٹھے ہی سوچا یہاں کچھ عجیب سے اتر پڑا اور لڑکے کو گام پکڑ کر آہستہ آہستہ پھیل کے درخت کی طرف بڑھلا وہاں لڑکے کا درخت میں تھا کہ لٹھنی کے ایک ٹکڑے سے پھنسا دیا اور ہندی کے جھنڈ کی طرف ہل پڑا اب وہ درخت چیلے سے اترے تھے وہ انہیں دہتوں ہاتھوں سے ادھر ادھر لٹا ہوا دیدار سے تنگ بیٹھ گیا اور آہستہ آہستہ دستک دینے لگا۔ فقور دی دیر بعد کسی نے دہتازہ کھولا شمع اس کے ہاتھ میں تھی اس دہت میں یا دہ خان کو دیکھا اور پوچھا: "جناب کو کس سے ملایا ہے؟"

یا دہ خان کو اس تیس تیس سالہ مرد میں نہانی کی شہادت محسوس ہوئی۔ اس کے

منہ سے خود بخود نکلی گیا۔ مجھے کلیانے ملنا ہی نہ اندر موجود ہیں؟
مرد نے ایک بار پھر غور سے یاد خان کو دیکھا اور مسکرا کر جواب دیا: خدا بخیر دہتر
کرنا ہوں؟

وہ اندر واپس گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ واپس آیا۔
مرد نے شیخ یاد خان کی طرف بڑھادی، عورت نے اس کی روشنی میں خوب اچھی طرح یاد خان
کو دیکھا اور ہوشوں پر اس مسکراہٹ لاکر بولی: "یاد خان؟"

یاد خان نے جواب دیا: "ہاں یاد خان؟" اس کے بعد الٹ الٹ کر پوچھا: "اور تم
شاید بھائی ہو؟"

"ہاں میں کلیانے ہوں؟" کلیانے نے نظریں جھکا لیں۔
دونوں کا عجیب حال تھا، شاید دونوں جو کچھ دیکھ رہے تھے اس پر انہیں یقین
نہیں آ رہا تھا۔

یاد خان نے کہا: "مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تم یہیں ہو؟"
کلیانے نے جواب دیا: "میں مجھے یہ معلوم تھا کہ تم یہیں ہو اور تمہارا جائزہ نہیں واپس
مل چکی ہے؟"

یاد خان کے دل میں کلیانے کی محبت عود کر آئی، شکایتاً بولا: "جب تمہیں یہ معلوم تھا
کہ میں یہیں ہوں تو تم نے مجھ سے ملنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

کلیانے نے حسرت سے کہا: "مجھے معلوم تھا کہ تمہیں میری موجودگی کا جیسے ہی پتہ چلے
گا تم خود ہی بھاگے چلے آؤ گے؟"

"خوب؟" یاد خان نے کہا: "مجھے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ تم کہیں چلی گئی ہو؟"
"ہاں گئی تو تھی لیکن تمہیں اور دل نہ لگا، واپس آگئی؟"

یاد خان نے پوچھا: "جنا کا کی کہاں ہیں؟"
کلیانے نے منہ لیور کر جواب دیا: "پچھلے سال سورگیاں ہو گئیں؟"

یاد خان کو دکھ پہنچا، انہوں نے کہتا ہوا بولا: "بہت اچھی جنتا کا کی؟"
نہائی نے اس کا کہنا: "اب اندر ہی چل کر باتیں کرو، میرا تو شیخ پکڑے؟"

دکھنے لگا۔
کلیانے نے بھی چونک کر کہا: "ہاں یہ تو میں بھولی ہی گئی تھی اندر آؤ وہاں ہی بھرے
باتیں ہوں گی؟"

یاد خان ان کے ساتھ اندر چلا گیا۔

اندر جو ٹھکانہ تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب کلیانے کے پاس بہت کچھ
ہے، چھت سے ملے ہوئے جھاڑو فالٹس بہت قیمتی تھے اور کمرے کو بہت زیادہ آراستہ
کر دیا گیا تھا، سارے گاؤں کی ریشمی تھے۔ اس وقت کمرہ سونا تھا سارے بھی کہیں
دیکے ہوئے تھے۔

کلیانے نے یاد خان کو اسی جگہ بٹھایا، جہاں وہ پہلے بیٹھ کر بیٹھا تھا اور خود اس کے
ملنے بیٹھ گئی۔ نہائی اندر چلا گیا یاد اس آتش رفتہ کے سراپے کا مزہ لیا رہا۔ کلیانے کا
دکھا ہوا حسن اب پھیکا پڑ چکا تھا۔ چہرے پر ملنے سی سیسیا ہی بھی محسوس ہوتی تھی، لیکن
اضطراب اور حفاظت کی وجہ سے جسم میں غناؤ اور کد آؤ اب بھی موجود تھا اور جس نے اس
کو زنجوانی یا جوانی میں نہ دیکھا ہو، وہ اب بھی اسے دل دے سکتا تھا۔ یاد خان کو کلیانے اب
بھی اچھی لگ رہی تھی۔

کلیانے نے شوخی سے پوچھا: "سنی ہوں تم نے ایک لمبے کی ماں سے
شادی کر لی؟"

"ہاں کر لی؟" یاد خان نے جواب دیا: "بڑی ٹیک عورت ہے؟"

کلیانے نے کہا: "عورتیں ساری ہی ٹیک ہوتی ہیں، تمہاری پہلی بیوی کیا
بری تھی؟"

"وہ بہت بری تھی؟" یاد خان نے کہا: "وہ خود تو بری ہی لیکن اس کا باپ اس
نے بھی زیادہ برا تھا؟"

"تھا تو وہ تمہارا ہی چچا؟"

"اس سے کیا ہو سکتا ہے، برا تو میرا ہی کہلاتے گا؟"

کلیانے نے کچھ سوچتی ہوئی بولی: "رانا، انکے کی شکست اور باری جیت نے تمہارے
خانکوں کو بالکل برباد کر دیا، محلوں نے گھر دیں میں گھس گھس کر قتل عام کیا ہے اسی میں
تمہاری بیوی اور بچی کو بھی قتل کر دیا گیا؟ پھر بھر بھر کے کر بولی۔ اب بھی جب اس خون
قرابے کو یاد کرتی ہوں تو کانپ کانپ جاتی ہوں۔ پھر یاد خان سے پوچھا: "پتہ چلتا ہے یا نہیں؟"

یاد خان نے لاہمائی سے جواب دیا: "مجھے ان کے ذکر تک سے
فرستہ ہے؟"

”خوب: ”کلیانی بولی۔ ”آدمی کو اتنا جذباتی بھی نہیں ہوتا چاہیے!“
یادرفان کو کچھ سردی سی محسوس ہوئی تو کلیانی نے اس کیل اٹھادیا اور پردوں پر مثال ڈال دی۔

یادرفان نے کہا۔ ”اب میں چلوں گا!“

”کہاں؟“

”گھر!“

”چلے جانا، جلدی بھی کیلے ہے!“ کلیانی خود بھی مثال اڑھ کر بیٹھ گئی۔ ”تسریا پندرہ سال بعد ملاقات ہوئی ہے ہم دونوں کی!“

”ہاں!“ یادرفان کو اب وہ اتنی اچھی لگنے لگی تھی کہ سینے سے لگائے کوئی چاہئے نہ لگا بولا۔ ”کلیانی! ایک بات کہوں، برا تو نہیں مانو گی؟“

”نہیں، ہمو! برا کیوں مانوں گی تمہاری کسی بات کا؟“

یادرفان ماضی کی یاد دلاتا ہوا بولا۔ ”تمہیں خوب یاد ہوگا کہ جب میں تمہاری عدم موجودگی میں تمہاری ماں جتنا کاکی کی طرف راضی ہو گیا تھا تو تم نے اس پر بہت فضا کیا تھا!“

”ہاں یاد ہے!“ کلیانی نے کہا۔ ”ادریہ بھی یاد ہے کہ تم نے مجھے سے کیا کچھ کہا سنا تھا!“

یادرفان نے شرمندگی سے کہا۔ ”بعد میں“ میں نے بہت کچھ سوچا تو اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اس دلت میں ہی غلطی پر تھا مجھے بیک وقت تم دونوں سے تعلقات نہیں رکھنے چاہیے تھے!“

کلیانی ہنسنے لگی بولی۔ ”نہیں تم غلطی پر نہیں تھے، بعد میں جب میں نے اس پر غور کیا تو پتہ چلا کہ میں خود غلطی پر تھی۔ تم نے یہ ہی کہا تھا کہ یہ کوچہ ہی دوسرا ہے یہاں سب کچھ بدل ہے!“

یادرفان اور زیادہ شرمندہ ہو گیا۔ ”میں بہت زیادہ شرمندہ ہوں کلیانی، مجھے اور زیادہ شرمندہ نہ کرو!“

کلیانی نے ایک نشتر اور اڑا رکھا۔ ”جتنا کاکی بری ماں تھی اور تم ہم دونوں کے عاشق تھے تمہیں یاد ہے نا جب میں نے تمہیں اس سے منہ کیا تھا تو تم نے یہ کہا تھا کہ یہاں حرف ایک ہی رشتہ ہوتا ہے۔ میں اور جتنا کاکی بگاڑ چوڑی تھی“ اور تم ان کے خریدار تھے جب جس

پر طبیعت آئے گی، قیمت ادا کر کے خرید لے گئے!“

یادرفان میں اب مزید صبر کا پادار نہ تھا۔ اٹھ کر کھڑا ہو گیا بولا۔ ”مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے کلیانی تم مجھے کیوں شرمندہ کر رہی ہو!“

کلیانی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بھٹانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ ”میں تمہیں خطا ہو کر ہرگز نہ جانے دوں گی، ابھی تمہیں کچھ دیر اور بھٹا دے گا۔“

”لیکن اس شرط پر کہ اب ماضی کا ذکر تمہیں بھرنے کا!“

”منظور!“ کلیانی بولی۔ ”لیکن میں نے سوچا تھا کہ اس سے تمہیں جو دلایا سنا مقصود نہ تھا“ میں تو اس حقیقت کا اعتراف کر رہی تھی جو اصل ادا ناقابل تردید ہے!“

یادرفان پھر ہنسنے لگا۔ ”کیا میں اب بھی تم سے ملنے کے لئے آ سکتا ہوں؟“

”بالکل، جہاں اپنا گھر ہے، جب چاہو آؤ، تمہیں کون روک سکتا ہے بھلا؟“

”شکریہ! یادرفان نے کہا۔ ”کلیانی! میں تمہارے لئے دل میں اب بھی ایک محسوس کرتا ہوں!“

”خیر اب یہ باتیں تو کمزور نہیں، یہ ساری فعلیات ہیں!“

”تمہیں یقین نہیں آتا کیا؟“

”بھلا یقین آئے بھی تو کس طرح؟“

”کیوں یقین دلانے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟“

کلیانی ایک دم سنجیدہ ہو گئی بولی۔ ”اگر میرے لیے تمہارے دل میں مک ہوئی تو تم مجھے یادزدستے ادریہ خیر ضرور دینے!“

یادرفان نے جواب دیا۔ ”تم ساری خبر کس طرح لیتا، تم یہاں تھیں ہی کب؟“

کلیانی نے کہا۔ ”میں صرف دو سال باہر ہی اس کے بعد پھر نہیں آئی!“

یادرفان چپ ہو رہا۔ کلیانی پھر بولی۔ ”دل میں مک میرے لئے ہوئے ہے اور شادی کسی اور سے بچا ہے، وہ خوب ہے، یادرفان! تمہاری دہا بات بچھ ہے جو تم نے چند سال پہلے کی تھی، ہم باندھ کی بگاڑ چوڑی ہیں، جب طبیعت لپو لپو، قیمت ادا کر کے نہ لے لو تو ادا پھر گھر کا رہو!“

یادرفان غصے میں کھڑا ہو گیا۔ ”اچھا میں چلا ہوں کلیانی! اگر تم یہی چاہتی ہو کہ

میں آئندہ یہاں نہ آؤں تو صاف صاف کہہ سکتی ہو، عمل میں لپیٹ کر جوتے لگانے کی کوئی ضرورت نہیں!

کیانی منٹو نے سہمائی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ "اے تم خفا ہو گئے، خوب شاید اب مجھ میں وہ پہلی جیسی دلکشی نہیں رہی، اس لیے میں نے تمہارے لئے دو سرا ہندو بست کر رکھا ہے، میری محبت کو دیکھو مجھ سے اتنی محبت ہے کہ میں نے تمہاری دایو کی امیدیں پال پوس کر دو سری کیانی جو ان کر رکھی ہے!"

اس کے بعد وہ یاد خان کو چھو کر ماند چلی گئی، یاد خان اس کی باتوں کا جو مطلب سمجھا تھا اس کے انتظار میں کھڑا کھڑا گھبرا گیا۔ کچھ دیر بعد جب کیانی واپس آئی تو وہ تنہا نہ تھی، ایک نہایت حسین اور نازک اندام لڑکا جو ان کی اس کے ساتھ تھی، کیانی نے پیار سے اسے حکم دیا۔ "شاہنا بیٹی! انہیں سلام کہہ دو!"

شاہنا نے نہایت لجا کے ایک اداسے کے ساتھ یاد خان کو سلام کیا۔ یاد خان نے اشاروں میں سلام کا جواب دے کر کیانی کو اسی طرح دیکھا، جیسے پوچھ رہا ہو۔ "یہ کون ہے کیانی؟"

کیانی نے پچانویر کا ذکر چھپڑا اور اس سے تعلقات کا داستان سنا کر بولی۔ "یہ ان کی یادگار ہے!"

یاد خان دودھیرہ نگاہوں سے شاہنا کے شباب اور دلکشی کا جائزہ لیتا رہا۔ وہ یہاں سے فوراً اٹھ چلے بے ریتارہ تھا، جس پر مٹی کا جذبہ عود کر گیا، شاہنا اس سے کہیں زیادہ حسین تھی جتنی کیانی ہوا کرتی تھی۔

کیانی اس کے احساسات پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی، بولی۔ "یاد خان! کھڑے کیوں ہو، تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاؤ!"

یاد خان بیٹھ گیا۔ کیانی شاہنا کے ساتھ اس کے مدبر بیٹھ گئی۔

کیانی کچھ دیر بعد بولی۔ "اب آج تو اتنا وقت نہیں ہے لیکن جب بھی آؤ گے تو میں تمہیں شاہنا کا گیت بھی سناؤں گی اور ناپ بھی دکھاؤں گی، اُدیکھو کدنگ وہ جائزے اتنا اچھا سن تو مجھے بھی نہ آتا تھا!"

یاد خان کسی کش کش کا شکار تھا۔ کیانی اس کی نفسی کیفیات خوب سمجھ رہی تھی۔ پوچھا۔ "یاد خان! تجھے پتا اب میں کیسی لگ رہی ہوں؟"

یاد خان لا جواب تھا۔

کیانی نے کہہ "تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، صاف کہہ سکتے ہو کہ شاہنا زیادہ اچھی لگ رہی ہے!"

یاد خان نے کہا۔ "لیکن یہ تمہاری بیٹی ہے!"

"اس سے کیا ہوتا ہے، جتنا لاکھ بھی تو میری ماں تھیں؟"

"ہاں! یاد خان! شرمندہ تھا پانی پانی اور ہاتھ تھا۔"

کیانی نے دلاسا دیا۔ "ڈھارس بندھائی، کہنے لگی۔ یاد خان! اس کو بچے میں

اغلاقیات کا کیا کام، تم جوانی میں صحت سوچ کر دیکھتے تھے، اب یہ باز آ رہے یہاں گا، ایک اندر سوداگر میں بس ایک ہی رشتہ ہو رہا ہے، تمہیں شرمندہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، اگر تمہیں شاہنا اچھی لگے تو اسے بھی اسی طرح حاصل کر سکتے ہو جس طرح مجھے اور جتنا لاکھ کا کوہا حاصل کیا تھا!"

پہلے تو یاد خان یہ عموں کر رہا تھا کہ کیانی اسے چھیڑ رہی ہے لیکن اب یہ عموں ہونے لگا کہ کیانی اس سے کاروبار کر رہی ہے!

دولت کھینچتا جا رہی ہے، ایسی بڑی شاہنا کو دولت کے عوض اس کے حوالے کرنا چاہتا تھا ہے یاد خان کا دل ڈانڈا ڈول ہونے لگا۔ شاہنا کے زہر شکن شباب اور خرد و سن حسن نے اسے

بے بس کر دیا اور اسے یہی سمجھا گیا کہ یہ باز آ رہے یہاں وہ اشیاء بھی خرید سکتے ہیں اور اشیاء کا بار دہ بھی خرید سکتے ہیں، تھوڑی سی خرید سکتا ہے اور گھوڑی کی بھان ہو جانے والی

بچی بھی خرید سکتا ہے، وہ دونوں ہی سے متعلق ہو سکتا ہے، اس نے کیانی سے وعدہ کر لیا کہ وہ پھر اسے گا اور شاہنا کے فوسے لطف اندوز ہوگا۔

دوسرے دن کیانی اور شاہنا کی صحبت میں اس نے کئی ساعتیں گزار دیں، شاہنا کا لگنا بھی سنا اور توں بھی دیکھا۔ وہ شاہنا کے چہرے میں پچانویر کی شاہت تلاشی کرتا رہا، شاہنا

کا ناک اور آنکھیں بالکل پچا جیسی تھیں، اسے شاہنا پر انوسوس اور محرم پچا پر غصہ آ رہا تھا کہ ان کا خون اس گندے ماحول میں زندگی گزار رہا تھا۔ کئی بار چہرے میں آئی کہ وہ اس سے

شادی کر لے اور عزت و آبرو سے گھر لے جا کر رکھے، اسے اس کو بچے سے لکھنے آئے تھی، جہاں شرفا اپنا خون چھوڑ آتے ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ ہیرے کے لئے اکودہ زندگی گزارتا

رہتا ہے، وہ چاہتا تو رہے کہ شاہنا کے لطف اندوز ہو سکتا تھا، لیکن محرم پچا کا خیال آئے اور وہ رک جاتا۔

کیانی اسے زیادہ سے زیادہ موقع دیتی رہی، لیکن پھر اس نے یہ بات بھی عموں

جلی گئی۔

شائنا سر جھکا کر بیٹھ گئی، یاد دہان نے ٹھوڑی سی انگلیاں دسے کر پیرہ لوہا بٹایا اور محبت سے دیا فٹ کیا۔ "شائنا! میں کلیا ان سے بات کرنے سے پہلے تم سے ایک اجازت چاہتا ہوں!"

شائنا اس کی شکل دیکھنے لگی۔

یاد دہان نے کہا۔ "شاید تم میں نہیں معلوم کہ تمہاری رگوں میں میرے بچا کا خون دوڑ رہا ہے!"

شائنا نے آہستہ سے کہا۔ "ہاں بھو!"

یاد دہان نے کہا۔ "پھر یہ کہ میں تمہیں یہاں نہیں دیکھنا چاہتا!"

شائنا چپ رہی، شاید اس کا مطلب نہیں سمجھ رہی تھی۔

یاد دہان نے بوجھا۔ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئیں؟

شائنا نے نفی میں گردن ہلا دی، یاد دہان مسکراتے لگا۔ بولا۔ "تم بہت بھولی ہو۔"

شائنا اور یہ بھی شاید اس لئے کہ تمہاری رگوں میں ایک مشرلیف شخص کا خون دوڑ رہا ہے!"

پھر کچھ جھجک کر کہا۔ "شائنا! میں تمہیں اس ماحول سے نکالنے جانا چاہتا ہوں، تم میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو!"

"کہاں؟"

"جہاں میں نے چلوں، یاد دہان دل کی بات مارے شرم کے کہہ نہیں پا رہا تھا۔" شائنا

نہ یقین کر دیں، میں تمہیں بہت اچھی طرح رکھوں گا!"

شائنا نے کہا۔ "یہاں بھی مجھے کوئی تکلیف نہیں!"

یاد دہان نے کہا۔ "اڑو، تم میری بات کیوں نہیں سمجھتی شائنا! میں تمہیں

اس آلودگی سے نکالنا چاہتا ہوں تم مجھ سے شادی کر لو، یہ کہتے کہتے وہ جیسے پیسے میں

شرابور ہو گیا۔

شائنا نے ساری کا کونا انتہائی تھک دیا اور مسکراتے لگی۔ "تم مجھ سے شادی کر گئے"

لیکن میں تم سے شادی نہیں کروں گی!"

"کیوں؟" یاد دہان کا دل ڈوبنے لگا۔

"یہ مانا جاتا ہے بوجھ لو، شائنا نے جواب دیا۔

یاد دہان نے سوچا ماحول اور پیسے کا منگ پوری طرح شائنا پر چڑھ چکا تھا۔

کی کہ دہ پردہ نگرانی بھی کرتی ہے، رفعتہ رفعتہ یہ نوبت پہنچی کہ یاد دہان شائنا کے لئے نکلے لگا۔ اس نے اس پر بے تحاشا عدالت صرف کر دی۔ گھر میں بیوی سے اتفاق رہنے لگی، وہ کہتی۔ "اگر تمہیں یہی کہہ کرنا ہے تو مجھے چار گڑھ پہنچا دو!"

یاد دہان کہتا۔ "اوری ٹیک بخت، وہاں بات کچھ ایسی ہے کہ میں سرورست زبان نہیں کھول سکتا عزت اکبر پر کچھ مکت ہے!"

ایک دن یاد دہان نے بیوی سے اجازت طلب کی بوجھا۔ "اگر میں دوسری شادی کر لوں تو تم برا تو نہیں مانو گی؟"

بیوی نے جواب دیا۔ اب اس مسمر میں ہاں اگر میں چپ رہوں گی تو لوگ کیا کہیں گے؟

"مجھے لوگوں کی کوئی ہمدان نہیں!" یاد دہان نے کہا۔ "لیکن تم اجازت دے دو، بیوی نے بے دلی سے کہا۔ "کر لو لیکن اس کی نفی کو یہاں نہ لانا اس کے بہتے بنے"

کہیں اور بند بوس کر دینا!"

یاد دہان نے کہا۔ "چلو ایسا ہی کر دوں گا!"

اس کے بعد وہ کلیانی کے پاس پہنچا اداس سے بولا۔ "کلیانی! آج میں تم سے کچھ خاص باتیں کرنا چاہتا ہوں!"

کلیانی نے غور سے اسے دیکھا، لولی۔ "کب؟ ابھی کرو گے وہ باتیں؟"

"ہاں!" اور وہ ادھر ادھر نظر میں دوڑا کر شائنا کو تلاش کرنے لگا۔ "شائنا کہاں گئی؟"

کلیانی نے جواب دیا۔ "اندروں کی، بلو ادوں؟"

"ہاں، بلو ادو!"

کلیانی خود گئی اور شائنا کو بلالائی، دھانی دیشمی ساری میں اس کا حق پھان

پڑ رہا تھا۔

یاد دہان نے کلیانی کو ٹالنا چاہا، بولا۔ "کلیانی! میں ذرا تھک رہا ہوں!"

"شوکت سے!" وہ کھڑی ہو گئی۔ "میں جانتی ہوں لیکن ذرا احتیاط رکھنا!"

"اسطین رہو، اس میں بچپ تو قہر کا خون ہے، میں کسی اور طرح سے ناچار سمجھتا ہوں!"

جب کلیانی جانے لگی تو یاد دہان نے اسے چند اثر فیاں تھما دیں، وہ

وہ شادی وادی کے چکر میں کیوں پڑنے لگی۔ پھر بھی اسے موہنے کے لئے یاد خان نے چپکے سے پچاس اشرفیاں تعداد میں بولا۔ انہیں کہیں پھیلا دینا کیا یا کو نہ بتانا، پھر اور دوں گا!

شانقا نے جواب دیا۔ "میں ان سے کوئی بات نہیں چھپاتی تو یہ اشرفیاں بھی انہی کو دے دیتا۔"

یاد خان نے بے بسی سے سوچا کہ اب یہ بات کلیانی سے براہ راست کر لینی چاہیے۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کلیانی کو بہت زیادہ دولت کا لالچ دیا گیا تو وہ یہ بات مانے لگی!

لیکن جب اس نے یہی بات کلیانی سے کہی تو اس نے اسے ہنسی میں اڑا دیا۔ کہنے لگی۔ "یاد خان! اتنی یاد کیوں ہیں کون جانتا ہے تم تو بس یہ سمجھو کہ اس کو بچے میں سب کچھ دولہے یہاں کچھ بھی نا جائز نہیں، سب کچھ جائز ہے، اس کو بچے میں رشوت کثرتوں کا کہنا گنہگار ہے، ہم سب بکاؤں، قیمت دو مال نو، غراہ عتواہ کیوں چکروں میں پڑتے ہو۔"

یاد خان نے تھک کر کہا۔ "کلیانی! یہ معاملہ ہی دوسرا ہے۔ میرے جو پیشکش کی ہے اس پر خوب غور کرو، یہ سودا بہ قیمت ہمارا ہے۔"

کلیانی نے شرارتاً بوجھل۔ "میرے لئے اب تو تک نہیں ہوتی تمہارے دلیں؟"

"ہوتی کیوں نہیں؟" یاد خان نے مکادی سے جواب دیا۔ "شانقا کے لئے کھانسیں ہوتی بلکہ یہ تو معاملہ ہی کچھ ادا ہے!"

کلیانی نے جواب دیا۔ "معاملہ فاطمہ کچھ نہیں کہنے کی شانتا بہت حسین ہے گدا ہے، اس میں رہا ہے اور جو کچھ اس میں ہے، مجھ میں نہیں ہے!"

یاد خان نے کہا۔ "تم بہت شہر ہو کلیانی سنا تمہیں خوب آتا ہے؟"

کلیانی نے جواب دیا۔ "تم مردوں سے کم ہی کم۔"

یاد خان نے زیادہ باتوں کا خواہشمند نہ تھا۔ کہا۔ "تمہیں میری پیشکش قبول کرنا ہے؟"

اس کے لئے میں اپنی آدھی جاگیر تک تمہیں دے دوں گا۔

کلیانی نے دکھائی سے جواب دیا۔ "آدھی کیا اگر تم ساری جاگیر دے دو تب بھی یہ

کام نہ ہوگا!"

یاد خان نے کہا۔ "مجھے جلدی نہیں ہے پہلے خوب سوچ سمجھ لو، اس کے بعد کوئی جواب دینا، میں شانقا کے ساتھ تمہیں بھی اپنے گھر لے چلنے کو تیار ہوں!"

"خوب!" کلیانی کھلکا کھلا کر ہنس دی۔ "شانقا نے پوری طرح فتح کر لی ہے تمہیں، سوچو گی!"

یاد خان کو امید بندھی اودہ امید دہم لئے گھر واپس گیا۔

سرمیر کو نرسال یاد خان کے پاس پہنچ گیا، اس کا دل خوشی سے اچھٹے لگا۔ وہ سمجھا کلیانی نے رات بھر غور و فکر کر کے اس کی پیشکش قبول کر لی ہے اور نہ ہی کو ہلائے کے لئے بھیجا ہے، وہ نہ ہی سے بات کیے بغیر لہر چلا گیا اور بیوی سے کہا۔ "جیسی کہ مجھے امید تھی، بات بن گئی ہے، میں شانقا سے عنقریب شادی کر لوں گا!"

بیوی نے جواب دیا۔ "شوکتے کر دیکھ میں یونس کو لے کر چار گروہ چلی جاؤ گی!"

یاد خان نے ہر سے پوچھا۔ "تم تنہا جانا چاہو تو جاسکتی ہو یونس کو لے کر کیوں جاؤ گی؟"

"وہ خود بھی ان حالات میں یہاں نہیں رہتا چاہتا وہ کہتا ہے آتا یہاں سے ہوش بدش کے لئے لٹکی چلو گئیں۔"

یاد خان نے انہوں سے کہا۔ "وہ تمہارا بیٹا ہے۔ لیکن میں ہی ہوں گا کہ تم دونوں یہیں رہو، میں لہا آدھی جاگیر یونس کے نام لکھنے کو تیار ہوں۔"

بیوی سوچ میں پڑ گئی، یاد خان نہ ہی کے پاس چلا گیا اور پوچھا۔ "ہاں اب بتاؤ کیسے آنا ہوا؟"

نہ ہی کہنے لگا۔ "کلیانی شانقا کو لے کر آگے چلی گئیں، انہیں آپ سے کوئی کام ہے کہہ گئی ہیں کہ میں آپ کو لے کر آگے پہنچوں؟"

یاد خان کو پکا یقین ہو چکا تھا کہ بات بن چکی ہے اور کلیانی اگر گے سامان کی خریداری کے مسئلے میں جتنی ہے، وہ اسی دقت تیار ہو اور نہ ہی کے ساتھ آگے روانہ ہو گیا راستہ زیادہ دیر کا نہ تھا۔ غریب سے پہلے آگے پہنچ گیا۔ گھر نے پردہ ساتان دکھا تھا۔

دکانوں میں مدوش دینے دھواں دھواں نظر آ رہے تھے۔

شہابی نے اسے ایک شاندار حویلی میں پہنچا دیا، لیکن یہ حویلی ہندوؤں کے ان کی تھی گھٹی گھٹی، تنگ تنگ، کلیائی نے سکاڑے ہوتے اس کا استقبال کیا۔ بولی: "یاد خان! تم سے ایک ضروری کام آ رہا ہے، کیا کر دے گا؟"

یاد خان نے ٹوہ لینے کے انداز میں پوچھا: "کیسا کام؟ کچھ کھل کے بتاؤ۔"

کلیائی نے پوچھا: "شہر شاہ کے دربار میں تمہاری کتنی پہنچ ہے؟"

یاد خان نے یسٹنی جھالائی: "بہت۔ یاد شاہ ہم پر بہت مہربان رہتے ہیں۔"

کلیائی اسے لئے ہوتے ایک ہندو کوٹھری کے سامنے پہنچی۔ کوٹھری کے سامنے ایک

مزدہ جوان سر پر کپڑے بیٹھا ہوا تھا "کلیائی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "یاد خان! یہ میرے تایا کا لڑکے کوٹھری میں اس کی جود بند ہے!"

جوان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا: "یاد خان اس کی ڈیڈ بالی آسکتی ہیں دیکھ کبے چہن ہو گیا۔" کلیائی: "یہ معاملہ کیسا ہے؟"

کلیائی نے کہا: "وہی تو بتاتے جا رہی ہوں۔ یاد خان! ہمارا خاندان براہمن ہے ہم

لوگ برسے دھندوں میں پڑ گئے ہیں۔ دہندہ دوسرے لوگ عزت و احترام کے پیشے کرتے ہیں

یہ میرے تایا کا لڑکا، پشاری ہے، جو کہ اس کی بڑی دکان ہے، کل اس کی جود دینے گھر

میں برہمن نہ رہی تھی باہر رہا تھی پر سوادشاہ کا بیٹا گنبد باندھا تھا اس کی۔۔۔ برہمن جود

پر نظر پڑ گئی اندازہ ہوا کہ اس کی طرف پان کا بیڑا اچھال دیا۔ عورت غریب شرم

سے پانی پانی ہو گئی اور خود کشی کرنے ہی والی تھی کس کا دوسروں کو پتہ چل گیا اور پکڑ دھکڑ

اس کو کوٹھری میں بند کر دیا!"

یاد خان نے جبر سے پوچھا: "پھر اس معاملے میں تمہاری کیا مدد کر

سکتا ہوں؟"

کلیائی نے کہا: "میرے تایا کے بیٹے کو شہر شاہ تک پہنچا دو، اس کا ظلم تو نہیں

ہونا چاہیے!"

یاد خان نے موقع غنیمت جانا۔ پوچھا: "اور اس میرے معاملے میں کیا سوچا

تہے؟"

"اس پر میں بعد میں بات کروں گی!"

یاد خان نے پوچھا: "مرد دست پس اتنا بتا دو کہ جو اب ہاں میں ہو گیا

تہیں ہیں؟"

کلیائی نے جواب دیا: "شانہ ایک شرط پر تمہارے گھر چلا جائے گی، معلوم نہیں

اسے تم مانگے بھی یا نہیں!"

یاد خان نے سر ہل کر کہا: "اگر شانہ کسی شرط پر میرے گھر جا سکتا ہے تو میں

ہر شرط ملنے کو تیار ہوں!"

دوسرے دن صبح ہی یاد خان نے کلیائی کے تایا قادیان کو شہر شاہ کی

خدمت میں پیش کر دیا۔ مقدمے کی روداد سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اس نے اسی وقت

بیٹے کو گرفتار کر کے حیدر میں بلوا لیا۔

دوبارہ دم بخود تھے کہ دیکھنے کیا فیصل ہوتا ہے، بیٹے نے اپنے جرم کا اقرار کر

لیا۔ شہر شاہ نے خود ہی مقدمے کا فیصلہ سنوایا۔ "جرم کی بیوی کو برہمن کر کے

اسی جگہ بٹھایا جلتے اور نسر پادی کو بائیں پر سواد کر کے اس ماہ سے گرا دیا جلتے، جب

نسر پادی کی نظر جرم کی برہمن بیوی پر پڑے تو وہ اسی طسیر پان کا بیڑا اس پر اچھال

دے!"

دوبارہ رستاں طاری ہو گیا۔ یاد خان کنکھیوں سے کلیائی کے تایا زاد بھائی

کو دیکھنے لگا۔

شہر شاہ نے گرج کر کہا: "فیصل کی تعمیل ہو،

مدعا علیہ قدروں میں ہو گیا، اس کا کوڑا

پر دربارینا جبر شہر شاہ سے بدلہ نہیں لینا چاہتا۔"

بڑے برسے میدانوں میں شیر کی طرح اڑا دینے والے بادشاہ پر رقت

طاری ہو گئی، ایک ایک کر بولا: "ہم نے رسول اللہ سے تاجہ رشاہی لیتے وقت یہ

وعدہ کیا تھا کہ ہم حکومت عدل و انصاف سے کریں گے ہم اس دہدے سے کس طرح

پھر سکتے ہیں!"

یاد خان نے دست بستہ عرض کیا: "جب مدعا علیہ خود مدعا کر رہا ہے تو یہاں

جناہ کو بھی خاموش اختیار کرنی چاہیے۔"

کلیائی اور دوسرے افراد کو اس فیصلے کی توقع نہیں تھی ان رات انہوں نے

خوشی اور انصاف میں گزار دی یاد خان نے جب بھی شانہ کی بات چیری اس نے یہی کہا

"بات گھر چل کر کریں گی!"

کلیانی نے یادرفان کو دو ہفتے تک دم دلتے دیے اس کے بعد ایک دم یہ شرط لگا دی کہ "آدھی جاگیر شائتا کو دے دو" اس نے آدھی جاگیر شائتا کے نام لکھ دی اور کلیانی پر اعتماد قائم کرنے کے لئے کاغذات اس کے حوالے کر دیے کیونکہ اسے یہ اطمینان تھا کہ اگر کلیانی قبول و قرار سے پھر گئی تو شیر شاہی عہد میں وہ اسے خزانہ بھی چکھا دے گا۔

آدھ شادی کی بات پختی ہو گئی اور پھر چوکی نے دعا انگ کی بنیادیاں شروع کر دیں یادرفان خاموشی سے سب دیکھتا رہا۔ اس نے اس عورت کے ساتھ بڑے اچھے دن گزارے تھے اس کی جدائی سے دکھ محسوس کر رہا تھا۔ یونس خان بھی چلا جلتے گا۔ اس سے یہ یوں کہہ کرنا چاہا تو یہی سنے کہنے کی یہ شرط لگا دی کہ آدھی جاگیر یونس خان کے نام لکھ دو کیونکہ اب تمہارا اعتبار نہیں رہا۔ تم کسی وقت کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہو۔

یادرفان پس دپیش میں پڑ گیا۔ آدھی جاگیر شائتا کے نام منقل کر چکا تھا۔ اب آدھی یہی یونس خان کے نام منقل کرنا چاہتی تھی اور اس نے یہی سنے وعدہ بھی کر رکھا تھا۔ اب ان حالات میں عقل کام نہ کر رہی تھی کہ کیا کرے، آخر وہ نتیجے پر پہنچا کہ آدھی جاگیر یونس کے نام کر دینی چاہیے۔ شادی کے بعد شائتا کی جاگیر تو اسے مل ہی جائے گی، اور یونس خان ساتھ ہی رہے گا۔ اس پر بھی خود داسی کا تصرف رہے گا۔ اس نتیجے پر پہنچتے ہی اس نے غلوں کے ساتھ بقیہ آدھی جاگیر یونس خان کے نام منقل کر دی۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ دن تاریخ کے لئے کلیانی کے پاس پہنچی تو کلیانی نے اس سے کچھ عجیب سی باتیں شروع کر دیں اس نے ایک بالہ پھر ماضی کا ذکر پھر دیا اور یادرفان سے پوچھا۔ "یادرفان وہ بھی کیا دن تھے جب تم اور تمہارے بچے دونوں ہی بچہ پر مدلت اور دقت صرف کر رہے تھے؟"

یادرفان نے بے دلی سے کہا۔ "ہاں وہ بہت برے دن تھے۔"

کلیانی نے پوچھا۔ "وہ برے دن کیوں تھے؟"

یادرفان نے جواب دیا۔ "میرے مقابلے میں چارم مرحوم کو لڑی عمر کا خیال کر کے تم سے کنارہ کشی ضرور اختیار کر لیتے چاہیے تھی؟"

کلیانی نے مسکرتہ شرارت سے اسے دیکھا۔ "اس کو چپے سے عمر یاد دوسرے آداب کیا حیثیت رکھتے ہیں بھلا؟"

یادرفان نے منطقی سے اسے زیر کرنا چاہا۔ "اس کو چپے سے باہر تو ہم دونوں چا بیٹھے تھے ہم دونوں جس معاشرے سے چل کر تمہارے کو چپے تک آتے تھے اس کے تو کچھ آداب ہیں، ان آداب کا چارم مرحوم کو ضرور خیال رکھنا چاہیے تھا۔"

کلیانی نے کہا۔ "تمہی کنارہ کشی اختیار کر لیتے؟"

یادرفان نے حیرت سے کہا۔ "وہ کیوں؟"

تیسے اس لیے کہ وہ تمہارے بزرگ تھے ان کا ادب تم پر لازم تھا؟"

یادرفان نے اپنے حق میں دوسری دلیل دی۔ "اگر تم ان کی ہم عمر ہوتی تو میں ضرور کنارہ کشی اختیار کر لیتا تم میری ہم عمر تھیں، میرے جوڑ کی تھیں میرے مقابلے میں تم سے چار مرحوم کا عشق، عشق نہیں ہوا اہو سی تھا۔" یہ کہتے کہتے وہ ستر لگا کر نہایت عمر کا وہی فرق اب شائتا اور اس کی عمر کے درمیان پایا جاتا تھا۔

کلیانی نے نشتر چڑھوایا۔ "کیا تمہاری شائتا سے محبت بھی ہوا اہو سی کا نتیجہ ہے کیونکہ تم دونوں کی عمر میں وہی فرق موجود ہے جو کبھی تمہارے چچا کی اور میری عمر میں پایا جاتا تھا۔"

یادرفان نے ایک نئی دلیل کا سہارا لیا۔ "لیکن یہاں میں شائتا کا واحد طلب گار ہوں اس لئے اب ان باتوں کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

کلیانی نے صفا جواب دیا۔ "لیکن یہ شادی نہیں ہو سکتی؟"

یادرفان کے پیرولتے سے زمین نکل گئی، سناٹے میں آگیا یلو جھا۔ "کیوں شادی کیوں نہیں ہو سکتی، میں نے اس شادی کی شرطیں اپنی آدھی جاگیر شائتا کے نام لکھ دی ہے، یہ تو مراد غلام زہی تمہاری؟"

کلیانی نے جاگیر کے کاغذات یادرفان کے سامنے پیرا دیئے اور جھجھ کر بولی۔ "مجھے نہیں چاہیے تمہاری جاگیر سنیہہ الو لڑی جاگیر کے کاغذات، میری شائتا کو جاگیر کی کی نہیں ہے۔"

یادرفان نے نرم دیر اختیار کیا۔ "تم نہ راجت ہو گئی؟ آخر کوئی وجہ بھی تو معلوم ہو اس نفی کی؟"

کلیانی اتنی جذباتی ہو رہی تھی، بولی۔ "تم اپنی عمر دیکھو اور شائتا کی عمر دیکھو، تمہیں بات کہتے ہوئے شرم آتی چاہیے تھی؟"

یادرفان نے بالوس سے کہا۔ "جب ایسی بات تھی تو تمہیں یہ بات یہاں

تک نہیں بڑھائی چاہیے تھی! میں نے تو تمہاری خواہش پر اپنی آدمی جاگیر شانتا کے نام کر دی تھی؟

کلیانی نے جواب دیا۔ "بات جاگیر کی نہیں ہے، دونوں کی عروں کے فرق کی ہے، اب ایک دوسرے جاگیر لگا رشتہ شانتا کے لئے آگیا ہے یہ جاگیر دلائے صرف شانتا کا ہم عمر ہے، بلکہ تمہارا ہی جتنی جاگیر کا ایک بھی ہے!"

یاد خان کی وہ کیفیت تھی جیسے سربراہ اسٹیشن پر اڑا ہوا پلوچھا۔ "کوئی ہے وہ جاگیر دار؟"

کلیانی نے کہا۔ "وہ کوئی بھی نہیں، اس سے کیا مطلب؟ یاد خان نے مردہ دلی سے پوچھا۔ "کیا اس نے اپنی جاگیر شانتا کے نام لکھ دی ہے؟"

"ہاں لکھ دی ہے!" کلیانی نے جواب دیا۔ "کیا تم وہ کاغذات دیکھنا چاہتے ہو؟"

"ہاں! یاد خان نے عالم غریب میں کہا۔ "لیکن کلیانی، میں یہ جانتے دیتا ہوں کہ شانتا کی کسی اور سے شادی نہیں ہو سکتی؟"

کلیانی نے خوشی میں کہا۔ "کیسے نہیں ہو سکتی کسی اور سے شادی! وہ شانتا کا ہم عمر ہے، اور ابھی تھوڑی دیر پہلے تم خود یہ فیصلہ دے چکے ہو کہ اگر تمہارے مقابلے میں شانتا کا کوئی اس کا ہم عمر امیدوار ہوتا تو تم اس سے دستبردار ہو جاتے!"

یاد خان نے غصے میں کہا۔ "ہاں لیکن اب بات کچھ اور ہو گئی ہے تم نے مجھ سے فریب کیا ہے، دھوکا دیا ہے، تمہیں اور شانتا کو اس دھوکا دہی کی سزا ضرور ملے گی اور اس کا ہم عمر امیدوار کو بھی، جو تمہارے ساتھ ہمارے درمیان میں آگیا ہے۔ پھر کچھ ٹھیک کر لیا۔ مجھے وہ دوسرے کاغذات بھی دکھاؤ، جو تمہیں کسی دوسرے نوجوان جاگیر دار سے دیئے ہیں!"

کلیانی نے کہا۔ "تم وہ کاغذات متاں تو نہیں کر دو گے؟"

یاد خان نے اپنے کاغذات دوبارہ کلیانی کے حوالے کر دیئے۔ "انہیں ضمانت میں رکھ لو!"

کلیانی نے یاد خان کے کاغذات قبضے میں کیے اور اندر سے دوسرے کاغذات لاکر یاد خان کے سامنے ڈال دیئے۔ یاد خان نے جھپٹ کر کاغذات اٹھائے اور ان کے

اندراجات پڑھتے ہی اسے چکر سا آگیا۔ ہنکھوں نے اندھیرا سا چھا گیا۔ انتہائی غم سے پلوچھا۔ "یہ یونس خان کو کس طرح پھانسا تم نے؟"

کلیانی نے تمل لاکر جواب دیا۔ "ہم نے نہیں، خود یونس خان نے شانتا کو پھانسا ہے!"

"غیب!" یاد خان پھیکری ہنسی سننے لگا۔ "تو تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ یہ شادی واقعی ہو جائے گی؟"

کلیانی نے طنز سے کہا۔ "خیال! خیال! خیال کی بھی ایک ہی رہی! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ شادی ہو کر رہے گی! اسے کوئی بھی نہیں روک سکتا!"

یاد خان نے کاغذات اپنے قبضے میں رکھے اور کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "کلیانی! بات آن کی ہو گئی ہے، میں یہ کاغذات لئے جا رہا ہوں! میرے کاغذات تمہیں اپنے پاس رکھو، شانتا کی شادی مجھ سے ہوگی، تمہیں یہ بات بالکل زیب رہتی تھی، مجیب میں یہاں آ جا رہا ہوں تو دیکھ بیٹے یونس کو یہاں نہیں آنے دینا چاہیے تھا!"

کلیانی چراغ یا دگئی۔ "اس کوچے میں سب کچھ جانتے رہے تھے مجھے دیا تھا! میں اسے کس طرح بھلا سکتی تھی بھلا؟"

یاد خان غصے میں جاتے لگا۔ "تم ہو جاؤ ہو کہو لیکن میں صرف ایک بااست جانتا ہوں، شادی یونس سے نہیں ہو سکتی، مجھ سے ہوگی! یہ خدا اور آگ کی بات ہے اور کچھ نہیں!"

کلیانی نے بھی اسی اعتماد سے جواب دیا۔ "اور میں یہ کہتی ہوں کہ یہ شادی تم سے نہیں ہو سکتی، خدا ٹھیک رہیں شانتا کو بولانی ہوں!"

شانتا کے خیال سے یاد خان جلتے جاتے پھیر گیا۔ تھوڑی دیر بعد جی منوری شانتا اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی وہ چوٹ لگا پڑا۔ جہر ٹول کے پھاڑنے کہ اس پر پے درپے ٹوٹ رہے تھے شانتا کی شکل میں ہو رہا اس کی پہلی بیوی سامنے کھڑی تھی ادھی کپڑے ادھی نرودات سب کچھ وہی حتیٰ کہ شال تک وہی تھا جو کبھی اس نے کلیانی کو پیش کیا تھا اور پچا تو یہ خاندان کی یادگار سمجھا کہ اس سے گئے تھے۔

یاد خان کا سر پھٹے لگا۔ اس نے سہمے سہمے پیچھے میں پلوچھا۔ "کلیانی! یہ سب کیا ہے؟ میں بالکل ہوا ڈال گا!"

کلیانی کا دل بھرا، ہونٹ تھر تھرائے لگا۔ آنکھیں بھر آئیں۔ "شانتا جی بیٹی

نہیں ہے، میں ہاتھ ہوں، یہ تمہاری بیٹی ہے۔
 ”یہ بیٹی! یاد خان کو جتنا اگلیا شکھلتے اندھے اچھا گیا۔
 ”ہاں تمہاری بیٹی! وہ کہنے لگی۔ تمہارے چلے جانے کے بعد میں تمہارے چوا کے

گھر بیٹھ گئی تھی، پھر جب رانا سانگا کی مشکست کے بعد اس بستی کو نہ تیغ کیا گیا تو مجھے یقینی
 سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا، مجھے نہیں معلوم تمہاری بیوی کا کیا حشر ہوا۔ اس بستی کو خانوں
 نے چھوڑ دیا تھا، یہ محض اتفاق کی بات تھی کہ مجھے اس بستی کے ساتھ ہی تمہاری بیوی
 کے چند صندوق بھی مل گئے تھے جن میں اس کے زیورات اور کپڑے رکھے ہوئے
 تھے۔“

یاد خان تصویر پر حیرت بنا کھائی کو دیکھتا رہا۔ کھائی نے مزید کہا۔ ”میں نے اپنا
 بیشتر ترک کر دیا تھا، اسانہوں کو رخصت کر دیا تھا لیکن شائتا کو رخصت دوسری کی تعلیم
 ضرور دی تھی، مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم دوبارہ پھر اپنی جاگیر پر واپس آؤ گے؟“

پھر گرا سکتا چھا گیا۔ دونوں خاموش ہو گئے، شائتا نے شرم سے منہ پھیر
 لیا، یاد خان اور کھائی سر جھکائے روئے رہے، ہلکا کھائی نے سر اٹھایا۔ ”یہ بات
 میں نے شائتا کو بھی بتائی تھی!“ پھر شائتا سے بولی۔ ”شائتا بیٹی! یہ تمہارے باپ ہیں
 انہیں سلام کر دو۔“

شائتا کی بھی عجیب حالت ہو گئی۔ اس نے دہنوں کی طرح گھونٹ نکال لیا اور
 خالص ہندو نے انداز میں یاد خان کے قدموں میں جھک کر سر پکڑ لیا۔

کھائی نے مزید کہا۔ ”اب شائتا تمہاری ہے جس سے چاہو شادی کر دو، ہانام کا
 مسئلہ تو یہ نام میں نے رکھا تھا اب تم اس کا کوئی اسلامی نام رکھ سکتے ہو۔“

یاد خان نے ہوش دیوانگی میں سر دیوار سے ٹکرا دیا اور بے دہی اتنی صبر میں
 لگاؤ کہ پورا سر اور چہرہ لہو لہاں کر لیا، خفیہ پاس نہ تھا اور نہ شاید خوشی کو لیتا کھائی نے
 بہت زیادہ سنبھالنے کی کوشش کی لیکن نہ سنبھال سکی جب یاد خان پر بے ہوشی نے غلبہ
 کیا تب قابو میں آیا۔

یاد خان جب ہوش میں آیا تو اپنے آس پاس ایک مجمع دیکھا، کھائی، شائتا،
 بیوی اور یونس خان بھی موجود تھے، اسلئے انہیں دیکھا اور شرمندگی سے آنکھیں بند کر
 لیں، شنب و روز کی تیار دواؤں سے جب یاد خان کی حالت سنبھلی تو اسے چپ لگ چکی تھی

صحت مند ہونے کے بعد اس نے شائتا کی جاگیر اس کے نام اور یونس کی بیوی کے نام
 پہنچے دی، اس نے کھائی سے کہا۔ ”شائتا کو یونس سے شوب ہو جائے گا، اب تم نے کیا
 سوچا ہے اپنے لئے؟“

کھائی نے جواب دیا۔ ”اب تک جو باپ کیے ہیں انہیں دھونے کے لئے ہمیشہ
 لئے ہر طور پر جلا جاؤں گی۔“

یاد خان نے کہا۔ ”تم چاہو تو میرے ساتھ رہ سکتی ہو۔“

کھائی نے جواب دیا۔ ”وقت گیا بات گئی، اب یہ نہیں ہو سکتا۔“

یاد خان نے آہستہ سے کہا۔ ”ان حالات میں تو اب میں بھی یہاں نہیں رہ سکتا
 میں بھی کہیں چلا جاؤں گا۔“

کھائی نے پوچھا۔ ”کہاں چلے جاؤ گے؟“

یاد خان نے اس لیے میں جواب دیا۔ ”مجھے بھی اس کا علم نہیں۔“

یونس اور شائتا کی شادی ہو گئی، کھائی ہر دو چلی گئی، یاد خان بھی کہیں چلا گیا

اور پھر کبھی واپس نہ آیا، کچھ کہتے وہ کہیں ڈوب مر اور کچھ کا یہ خیال تھا کہ کھائی کے ساتھ

ہر دو چلا گیا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں جو عشق سویا ہوا تھا، پوری شدت اور توانائی سے

جاگ چکا تھا۔ وہ عشق جہاں ذات پات کی تقریبی نہیں ہوتی، خاندان اور نسل کی روایات

کا پاس نہیں کیا جاتا۔

گلی کہانیاں

- ☆ ایک افسانوی کہانہ ہر ایک کا۔
- ☆ ایک سیرت اور ایک نئی سیرت بدل سکتا۔
- ☆ ایک بھولے سا آدمی کہہ کر پھر میں نے کوئی نئی کہانی۔
- ☆ وہ شخص جس نے دنیا کو دیکھا۔
- ☆ ایک نوجوان اور ایک بچہ کے پاس ملوانی ملا تھی۔
- ☆ ایک نوجوان کے دل میں ایک نئی کہانی۔
- ☆ وہ افسانوی کہانہ کہ جس نے دنیا کو دیکھا۔

- ☆ جہانم
- ☆ رازدو
- ☆ آواز
- ☆ شیطان نامہ
- ☆ ذہانت
- ☆ خطرات
- ☆ اسرار
- ☆ طرز و مزاج

خوف پسند اور شہس کے [29] شریک

عجیب کہانیاں ۱۵ خفیہ کہانیاں ۱۵ زہریلی کہانیاں

مکتبہ نفسیات • پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ • کراچی